

جنّ، ہمزاد اور اسلام

تالیف
مولانا سیّد اقتدار احمد سہسوانی

مکتبہ قدّوسیہ

جنّ، ہمزاد اور اسلام

مع رسالہ

جادو سے کیسے بچیں؟

جنّ، ہمزاد اور اسلام

مع رسالہ

جادو سے کیسے بچیں؟

تالیف

مولانا سیّد اقتدار احمد سہسوانی

مکتبہ قدّوسیہ

خوبصورت اور معیاری مطبوعات

کتاب و سنت
کی
نشر و اشاعت
کے لیے
کوشاں

اشاعت ——— 2005
اہتمام طباعت
ابوبکر قدوسی

مکتبہ قدوسیہ
قدوسیہ اسلامک پریس
رحمان مارکیٹ ⊙ غزنی سٹریٹ ⊙ اردو بازار ⊙ لاہور پاکستان

Ph:042-7230585-7351124
Email: qadusia@brain.net.pk
www.quddusia.com

فہرست مضامین

عرضِ ناشر

کچھ عرصے سے اُردو زبان میں جنات اور جادو کے موضوع پر کثرت سے کتب شائع ہو رہی ہیں۔ ان میں سے اکثر کتب رطب و یابس کا مجموعہ ہیں۔ موضوع چونکہ عام آدمی سے متعلق ہے، اس لیے لوگ دلچسپی سے انہیں خریدتے ہیں۔ مکتبہ قدوسیہ اس سے قبل ''جن اور شیاطین کی دنیا'' کے نام سے عالم عرب کی ایک معروف علمی شخصیت ''ڈاکٹر عمر سلیمان الاشقر'' کی کتاب شائع کر چکا ہے۔ اب اس موضوع پر ''جن، ہمزاد اور اسلام'' کے نام سے یہ دوسری کتاب ہے، جو قارئین کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔ اس کتاب کی یہ اضافی خصوصیت ہے کہ اس کے مصنف مولانا سید اقتدار احمد سہسوانی خود بھی جنات اور جادو کے توڑ کے ماہر تھے۔ اس لیے وہ اپنے ذاتی تجربات و مشاہدات بھی جابجا ذکر کرتے ہیں۔ فاضل مصنف نے برصغیر پاک و ہند کا علاقائی ماحول بھی سامنے رکھا اور باطل نظریات وخرافات کی تردید فرمائی۔ جیسے آواگون کا عقیدہ۔

مولانا سہسوانی صرف روحانیات کے عالم نہیں تھے، بلکہ علم حدیث پر بھی ان کی گہری نظر تھی۔ اس کے علاوہ انہیں شعر و سخن سے بھی تعلق تھا۔ تاریخی نام نکالنے میں بھی انہیں مہارت حاصل تھی۔ اپنی کتاب کے اختتام میں اپنے بعض مجرب عملیات بھی ذکر کرنا چاہتے تھے لیکن ایسا نہ کر سکے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ کی ایک مختصر مگر جامع تحریر ''جادو سے بچنے کی تدابیر'' شامل کی جا رہی ہے، تا کہ قارئین کو دوہرا فائدہ حاصل ہو سکے۔ امید ہے اس کتاب کے مطالعے سے لوگوں کو جنات کے متعلق صحیح معلومات مل سکیں گی۔ ہمزاد کے تصور کی وضاحت کے بعد انسانوں سے محیر العقول واقعات کا کے سرزد ہونے کی حقیقت واضح ہو گئی اور کرامات اولیاء کے نام پر عقائد میں بگاڑ پیدا ہونے کی اصلاح بھی ہو سکے گی۔

دعا ہے کہ یہ کتاب لوگوں کے اعمال کی درستگی کا باعث ہو اور وہ عاملوں، جادوگروں اور کاہنوں کے چنگل سے نکل کر مسنون اوراد و ظائف کے دامن میں پناہ حاصل کریں۔

ابوبکر قدوسی

دسمبر 2004ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش گفت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ، اَمَّا بَعْدُ:

میں زمانہ ابتدائے شعور میں بعض عاملین وفقراء کے پاس آسیب زدہ ومسحور کے علاج وغیرہ دیکھتا رہا۔ اس لیے مجھے اعمال ووظائف جن وہمزاد کے متعلق گہری دلچسپی پیدا ہوگئی۔ طالب علمی کے زمانہ میں حصولِ تعلیم کے ساتھ ساتھ اس کی جستجو بھی رہی۔

اس سلسلہ میں مجھے بہت سے عاملین سے ملنے کا اتفاق ہوا جن میں زیادہ تر جادوگر تھے۔ چونکہ جادو سیکھنے سے ایمان خارج ہوجاتا ہے اس لیے میں یہ جرأت نہ کرسکا۔ البتہ روحانی اعمال ووظائف کے حصول کی خاطر برسوں عاملین کی خدمت کی۔ لیکن مجھے کہیں سے خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا۔ اور یہ شوق بھی کم نہ ہوسکا۔ کتب اعمال و وظائف کے سہارے سے ازخود عمل کرنے کی کوشش کی۔ لیکن استاد کے بغیر کچھ حاصل نہ ہوسکا۔

جب میں ۱۹۵۵ء میں کراچی آیا تو میری ملاقات ایک جید عالم مولانا سید اقتدار احمد صاحب سہسوانی ؒ سے ہوئی، ان کے پاس بھی اس قسم کے مریضوں کی آمدورفت دیکھی اور بعض مریضوں کو بحکم خدا اچھا ہوتا دیکھا تو میں نے سید صاحب موصوف سے جن وہمزاد کے بارے میں معلومات حاصل کرنا شروع کردیں، جس کے نتیجہ میں میرا یہ عقیدہ قوی ہوگیا کہ ''انسان پر آسیب کا اثر ضرور ہوتا ہے۔''

اس دوران سید صاحب سے میں نے درخواست کی کہ ''آپ قرآن وحدیث اور آثار صحیحہ کی روشنی میں اس موضوع پر کتاب تصنیف فرمائیں۔''

الحمد للہ کہ میری درخواست کو شرفِ قبولیت بخش کر آپ نے زیرِ نظر کتاب ''جن ہمزاد اور اسلام'' تصنیف فرمائی۔

محترم مصنف نے بعض واقعات جو اشارۃً بیان فرمائے ہیں، ان پر میں نے حاشیہ کے تحت تفصیلی معلومات مہیا کر دی ہیں۔ جو زیادہ تر تفسیر ابن کثیر، اعظم التفاسیر اور دیگر معتبر کتب سے لی گئی ہیں۔

اعظم التفاسیر، عربی، فارسی اور اُردو تفاسیر کا خلاصہ ہے، جسے مولانا عبدالرحیم [1]

---

[1] مولانا عبدالرحیمؒ بن مولانا رحیم بخش مصنف سلسلہ کتب اسلام جو ''اسلام کی پہلی کتاب'' سے لے کر ''اسلام کی چودھویں کتاب'' تک اس پتہ پر شائع ہوتی رہیں ''عبدالرحیم عبدالرحمٰن تاجران کتب مسجد چینیا نوالی لاہور'' یہ وہی مولانا عبدالرحیم ہیں جو ۱۹۱۵ء میں ہجرت کر کے سرحد آزاد بمقام چمرکنڈ چلے گئے اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کی جماعت مجاہدین میں شامل ہو گئے۔ مولانا غلام رسول مہر نے ان کے بارے میں ''سر گزشت مجاہدین'' میں تحریر فرمایا ہے۔

مولانا بشیر شہیدؒ:

جماعت مجاہدین میں مولانا بشیر کے مجاہدانہ کارناموں کی حیثیت اتنی بلند ہے کہ امیر نعمت اللہ اور امیر رحمت اللہ کے عہد کی پوری سرگزشت میں سب سے بڑا حصہ مولانا مرحوم ہی کا تھا وہ عجیب وغریب شخصیت کے مالک تھے۔ جن حالات میں انہوں نے وطن چھوڑا تھا، وہ غالباً بہت کم اصحاب کو پیش آئے ہوں گے۔ لیکن پوری مدت ہجرت میں ایک بھی مرتبہ یہ خیال نہ آیا کہ وطن واپس آئیں۔ حالاں کہ ان کے لیے واپسی کے مواقع بسہولت پیدا ہو سکتے تھے۔ میں نے ۱۹۳۴ء میں ایک مرتبہ ان سے عرض کیا کہ اب ہندوستان سے باہر رہنے کی بجائے اندر رہ کر زیادہ مفید کام انجام دیا جا سکتا ہے۔'' انہوں نے یہ سنا تو بیٹھے بیٹھے کھڑے ہو گئے، میں نے دیکھا کہ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، فرمایا:

> ''اگر مجھے یقین نہ ہوتا کہ تم خلوص سے یہ سب کچھ کہہ رہے ہو تو میں سمجھتا کہ تمہیں انگریزوں نے میرے پاس بھیجا ہے۔ میں جس دن گھر بار چھوڑ کر نکلا تھا اللہ سے عہد کیا تھا کہ جب تک ہندوستان کی سرزمین پر انگریز کا سایہ موجود ہے، خواہ اس کی حیثیت کچھ بھی ہو کبھی واپس نہ جاؤں گا، اور اُس سرزمین میں سانس لینا اپنے اوپر حرام سمجھوں گا۔ میں یہ عہد اپنے آخری دم تک نباہوں گا۔''

⇦⇦⇦⇦

صاحب مسجد چینیا نوالی لاہور نے محنت شاقہ سے مرتب فرمایا لہٰذا یہ کتاب علمائے موحدین کے نزدیک نہایت معتبر اور قابل اعتماد ہے۔

قارئین کرام کی دلچسپی کے لیے میں نے محترم سید اقتدار احمد صاحبؒ کے مختصر حالات بعنوان " ترجمة المصنف" قلم بند کر دیے ہیں تاکہ آپ مصنف کی شخصیت سے متعارف ہو سکیں۔

ابو محمد

(بقیہ) غرض وہ ان عظیم الشان انسانوں میں سے تھے جو قرنوں کے بعد پیدا ہوتے ہیں میں نے اپنی زندگی میں ان جیسا مخلص، دیندار، باحمیت، غیور اور آزادی و اسلامیت کا شیدائی کوئی نہیں دیکھا۔ استقامت میں بھی وہ اپنی مثال آپ تھے۔

ان کا اصل نام عبدالرحیم تھا۔ لیکن سرحد پہنچنے کے بعد محمد بشیر کے اختیاری نام کو وہ شہرت حاصل ہوئی کہ اصل نام بہت کم لوگوں کو یاد رہا۔ کالجوں کے طلبہ فروری ۱۹۱۵ء میں سرحد گئے تھے۔ اور خود مولانا کے مکان پر ان کی روانگی کے مشورے ہوتے رہے۔ مولانا نے اس سے کچھ دن بعد ہجرت کی۔ صحیح تاریخ معلوم نہ ہو سکی۔ لیکن ۱۹۱۵ء میں مجاہدین کی جن جنگی کاروائیوں کا مختصر سا مرقع امیر نعمت اللہ کے حالات میں پیش کیا جا چکا ہے ان میں مولانا برابر شریک رہے، بلکہ یہ کہنا مناسب ہو گا کہ وہ کاروائیاں مولانا ہی کی کوششوں کے باعث عمل میں آئیں۔"

مولانا محمد بشیر شہیدؒ کی سرگزشت بہت طویل ہے۔ لہٰذا کتابچہ کی شکل میں علیحدہ شائع کر دی گئی ہے۔

ترجمة المصنف

نام ونسب:

نام اقتدار احمد بن سید آل محمد شاہ بن سید نذیر احمد شاہ ......الخ۔ یہ سلسلۂ نسب بواسطہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا چوالیس (۴۴) پشتوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔ یکم محرم ۱۲۸۴ھ بروز ہفتہ بمقام سہسوان ضلع بدایوں (ہندستان) میں پیدا ہوئے۔ سید آل محمد شاہ سہسوان کے بڑے زمینداروں اور روسا میں سے تھے۔ اساتذہ کرام کو گھر پر ملازم رکھ کر مولانا کو ابتدائی تعلیم دلوائی اور بعد میں جن اساتذہ کرام کے سامنے مختلف مقامات پر زانوئے تلمذ طے کیا ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

۱۔ مولانا افتخار حسین صاحب سہسوانی
۲۔ مولانا عزیز احمد صاحب سہسوانی
۳۔ مولانا امیر حسن صاحب سہسوانی
۴۔ مولانا کفایت اللہ صاحب شاہ جہاں پوری
۵۔ مولانا خوشحال خاں صاحب پشاوری
۶۔ مولانا حکیم سید اعجاز احمد صاحب سہسوانی
۷۔ مولانا حکیم سید محمود عالم صاحب سہسوانی
۸۔ شمس العلماء مولانا ڈپٹی نذیر احمد صاحب دہلوی

۹۔ مولانا عبدالرحمٰن صاحب پنجابی بمقام دہلی

۱۰۔ مولانا محمد طیب صاحب مکی پرنسپل مدرسہ عالیہ رامپور

۱۱۔ مولانا محمد حسین صاحب مصنف ''آب حیات'' بمقام لاہور

۱۲۔ مولانا عبداللہ صاحب ٹونکی بمقام لاہور

۱۳۔ مولانا سید محمد بشیر صاحب سہسوانی بمقام دہلی

یہ ہے مختصر فہرست مولانا کے اساتذہ کرام کی جن سے آپ کو شرف تلمذ حاصل ہوا۔ اور تمام علوم عقلیہ ونقلیہ، ادب، منطق، فلسفہ، تفسیر، اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث اور فقہ میں مہارت تامہ حاصل کر کے سندات حاصل کیں اور یہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ علوم اسلامیہ وغیرہ میں آپ کو نہایت بلند مقام حاصل ہے۔

تصانیف:

مولانا نے مختلف عنوانات کے ماتحت مختلف مضامین قلم بند فرمائے ہیں۔ جو اکثر ''الارشاد جدید'' کراچی اور دیگر رسالوں وغیرہ میں وقتاً فوقتاً چھپتے رہے، اس کے علاوہ آپ نے مستقل کتب بھی تصنیف فرمائی ہیں۔ جیسا کہ زیرِ نظر کتاب:

۱۔ جن ہمزاد اور اسلام اس کے علاوہ:

۲۔ ازالة الحيرة فى صرف ابى هريرةؓ

۳۔ ملہم تاریخ ۴۔ الاجماع

۵۔ صلوٰۃ الرسولؐ ۶۔ صیام الرسولؐ

۷۔ اثبات الصلوٰۃ ۸۔ اوقات الصلوٰۃ

۹۔ آیات القرآن ۱۰۔ عقائد اسلامیہ مع دلائل عقلیہ

۱۱۔ حکومتِ الٰہیہ ۱۲۔ سوانح ائمہ واولیاء

۱۳ آیات محکمات ۱۴ تاریخ وہابیہ

۱۵ علامہ موسیٰ جار اللہ بن فاطمہ کی کتاب "الوشیعة فی نقد عقائد الشیعة" عربی کا اُردو ترجمہ

درس وتدریس:

اولاً حمیدیہ لائبریری ریاست بھوپال میں کتب السنہ شرقیہ کو مدون کیا۔ ۱۹۳۱ء میں مسلم یونیورسٹی ہائی اسکول علی گڑھ میں بحیثیت مولوی اٹھارہ (۱۸) برس تعلیم دی۔ ۱۹۴۹ء میں کراچی آ کر سنٹرل گورنمنٹ فار ویمن کالج کراچی میں اسلامیات پر لیکچرار فائز ہو کر سولہ (۱۶) برس تک تعلیم دی۔

اعمال ووظائف:

مولانا کو بچپن ہی سے اعمال و وظائف کا شوق تھا۔ اعمال کی کتابوں سے استفادہ کر کے بزرگوں کی صحبت سے فیض یاب ہو کر تجربے شروع کر دیے اور آسیب زدوں کا علاج کرنے لگے۔ علی گڑھ قیام کے دوران کافی شہرت حاصل کر لی۔ پاکستان میں آ کر بھی چند مریضوں کا علاج کیا، جنات کے حالات اور معالجات میں وسیع تجربے کے مالک ہیں اور جن وہمزاد کے متعلق مولانا کی معلومات کا اندازہ کتاب ہذا کے مطالعہ سے ہوسکتا ہے۔

اولاد:

آپ کی شادی مولانا سید جمیل احمد صاحب سہوانی کی دختر سے ہوئی۔ جس سے آپ کے چھ (۶) لڑکے اور تین (۳) لڑکیاں ہوئیں۔ جن میں سے سید ثروت کمال نقوی اسلامیہ کالج کراچی میں اسلامیات کے پروفیسر اور ہائی کورٹ کے ایڈووکیٹ ہیں اور باقی لڑکے بھی معزز عہدوں پر فائز ہیں۔

مسلک:

آپ کا مسلک اہل حدیث سلف صالحین کے طریق پر ہے۔ قرآن و حدیث کی اتباع کرتے اور اسی کی اشاعت کرتے رہے۔

مرقومہ بالا حالات، کتب تواریخ متعلقہ امروہہ و کتب انسابِ سادات امروہہ میں متفرق طور پر موجود ہیں لیکن راقم الحروف نے جو کچھ لکھا ہے وہ "نخبة التواريخ" مؤلفہ مولانا آل حسن بخشی امروہی اور صاحب ترجمہ کے برادر معظم ابوالعلی مولانا سید نظر احمد صاحب سہوانی کی کتاب "خزينة الانساب" سے لکھے ہیں۔ اس کے علاوہ مولانا کے حالات مندرجہ ذیل کتب میں بھی موجود ہیں:

1. بسلسلۂ علماء: (الف) حیات العلماء، (ب) تراجم علماءِ حدیث ہند
2. بسلسلۂ اطباء: "رموزِ الاطباء" ج:۲
3. بسلسلۂ شعراء: "خم خانہ جاوید"

وفات:

کتاب ہذا کا پہلا ایڈیشن ابھی زیرِ طبع تھا کہ علامہ موصوف بتاریخ ۱۸ ستمبر ۱۹۶۶ء کی شب کو ۱۰ بج کر ۴۰ منٹ پر انتقال فرما گئے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

(حافظ قاری)

ابو محمد سلطان احمد عفی عنہ

سبب تالیف

از.....مصنف

جنات اور ہمزاد کے بارے میں بہت سے لوگوں سے گفتگو ہوئی اور انہیں مختلف الخیال پایا۔ بعض تو ان کے وجود کے ہی منکر ہیں بعض انہیں ایک جنگلی مخلوق مانتے ہیں اور بعض ان کے وجود کے قائل ہونے کے ساتھ ساتھ اس بات کو بھی مانتے اور صحیح سمجھتے ہیں کہ جن و ہمزاد انسانوں پر آتے اور ستاتے ہیں۔ اپنے زمانہ میں جب کہ میں اپنی لڑکی کے ہاں انسپکشن بنگلہ سی او ڈی ہلس کراچی ۱۲ میں بطور مہمان چندروز مقیم تھا تو قاری ابو محمد سلطان احمد میانوالی سے اس موضوع پر گفتگو ہوئی اور ساتھ ہی ان کی یہ خواہش ہوئی کہ میں اسلامی نقطہ نظر سے جن و ہمزاد کے متعلق لکھوں۔ قاری صاحب سے گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ:

۱ ازروئے قرآن وحدیث جن و ہمزاد کا وجود ہے یا نہیں؟

۲ ہے تو کب سے ہے؟

۳ ان میں توالد و تناسل کا سلسلہ ہوا ہے؟

۴ ان کی اولاد و ذریات؟

۵ جن و ہمزاد میں کیا فرق ہے؟

۶ انسانوں پر جنوں کا آنا جو مشہور ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

۷ جن اور ہمزاد کا انسانوں کے تابع ہونا جو مشہور ہے اس کی حقیقت بھی ہے یا نہیں؟
۸ جنات کا دور دراز سے چیزیں لانا اور لے جانا ممکن ہے یا نہیں؟
۹ جنات کا غیب کی خبریں بتانا ثابت ہے یا نہیں؟

اسی طرح اور بہت سے سوالات قاری صاحب نے کیے اور کہا کہ ان تمام سوالات کے جوابات شرعی نقطہ نظر یعنی قرآن وحدیث اور ماوافق بہار روایات وحکایات سے تحریر کیے جائیں۔

چنانچہ میں نے حتی الامکان قاری صاحب کے جملہ سوالات اور ان کے علاوہ عنوانات کے تحت اپنی ناقص معلومات، تجربات اور مشاہدات کو پیش کر دیا ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ میرے پاس اس وقت کتب خانہ موجود نہیں جو ذاتی کتب خانہ تھا وہ تقسیم ملک کے وقت ہندوستان (علی گڑھ) میں ہی رہ گیا تاہم اپنے قلمی بیاض اور قرآن مجید کی معتبر تفسیر ابن کثیر، کتب احادیث صحاح ستہ اور کہیں اپنی یادداشت کی مدد سے یہ چند صفحات مرتب کر دیے ہیں۔

اب قارئین خصوصاً علماءِ موحدین اہل سنت والجماعت ہی فیصلہ فرمائیں گے کہ میں اپنی کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں۔

آخر میں قاری صاحب کا بھی ممنون ہوں کہ آپ نے میری اس ناچیز تصنیف کے اکثر مقامات پر ذیلی حاشیہ لکھ کر عام فہم اور ہر شخص کے لیے یکساں مفید بنا دیا ہے۔

سید اقتدار احمد سہسوانی
کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ ط

جن

جن وجنہ، یہ دو لفظ ہیں ان کے معنی لغات[1] میں ایک مخلوق ضد الانس، دیو پریاں، شیطان، اور ہر وہ چیز جو پوشیدہ ہو۔ اور لفظ جن اسم جمع ہے۔ اور جنّی جن کا مفرد اور جنّہ مؤنث ہے۔ جان اسم فاعل اور جنان جمع ہے۔ قرآن مجید میں مندرجہ ذیل الفاظ آئے ہیں:

﴿ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ ﴾ [پ: ١٤، الجن، رکوع: ١]

﴿ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴾ [پ: ٣٠، الناس]

﴿ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ ﴾ [پ: ١٤، الحجر، رکوع: ٣]

اور جانّ ایک قسم کے سفید سانپ[2] کو بھی کہتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن عزیز میں ہے:

﴿ كَاَنَّهَا جَآنٌّ ﴾ [پ: ١٩، النمل، رکوع: ١]

بعض لوگ غلطی سے اجنہ کو جن کی جمع سمجھ کر بولتے اور لکھتے ہیں حالانکہ اَجِنَّہ جنین کی جمع ہے جس کے معنی وہ بچہ جو پیٹ کے اندر ہو جیسا کہ قرآن کریم میں ہے کہ:

﴿ اِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ﴾

[پ: ٢٧، النجم، ع: ٢]

اور اُردو دان حضرات جن کو بمعنی واحد، اور جنات کو بطور جمع بولتے ہیں۔ غرض کہ جن ایک مخلوق ہے عربی زبان میں ان کے لیے الفاظ ذیل بھی آتے ہیں:

---

[1] مصباح اللغات، مطبوعہ مکتبہ برہان دہلی، ص: ٩٩، کالم: ٢۔ [2] ایضا

﴿شیطان، شیطانہ، قرین، قرینہ، عفریت، تابع، تابعہ، زوبعہ، زوالع، ام زوبعہ، رئیع، ظل، ہاتف، غول، جبت، طاغوت، خناس، خبیث وغیرہ﴾

اور اُردو زبان میں، عربی، فارسی، سنسکرت کے الفاظ مانند دیو، آسیب، پری، بھوت، راکسس، مسان، کناس، پلید اور ہوا وغیرہ بولے جاتے ہیں۔

تخلیقِ جنات

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی اور ان سے پہلے جنات کو آگ سے پیدا کیا۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝ وَخَلَقَ الْجَانَّ مِن مَّارِجٍ مِّن نَّارٍ ﴾ [پ: ٢٧، الرحمن، ع: ١]

''اسی نے انسان کو ایسی مٹی سے جو ٹھیکرے کی طرح بجتی ہے پیدا کیا اور جنات کو خالص آگ سے پیدا کیا۔''

دوسری جگہ ہے:

﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ۝ وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ مِن نَّارِ السَّمُومِ ۝ ﴾

[پ: ١٤، الحجر، ع: ٣]

''اور ہم نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی بنی تھی پیدا کیا۔ اور جن کو اس کے قبل آگ سے کہ وہ ایک گرم ہوا تھی پیدا کر چکے تھے۔''

دوسری آیت شریفہ میں لفظ ﴿ مِن قَبْلُ ﴾ سے ثابت ہوا کہ جنات انسانوں سے پہلے پیدا کیے گئے تھے اور یہ جن زمین پر آباد تھے اور ان کی بادشاہت تھی۔ اکثر

مفسرین کا قول ہے کہ تخلیقِ آدم علیہ السلام سے دو (۲) ہزار برس قبل جنات کی تخلیق ہوئی تھی۔

ایک اثر غریب[1] میں ہے کہ جب جنات میں سرکشی و نافرمانی بڑھ گئی تو انہیں اللہ تعالیٰ نے جلا دیا۔ پھر دوبارہ جنات کو پیدا کیا۔ پھر نافرمانی کی وجہ سے انہیں بھی جلا دیا۔ پھر تیسری مرتبہ جنات کو پیدا کیا۔ پھر نافرمانی کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔

بعض مفسرین کا قول ہے کہ جن ایک قبیلہ کا نام تھا۔ اس قبیلہ والے جن کہلاتے تھے۔ بعض نے کہا کہ ابلیس جنت کا خازن تھا۔ یہ جنت کی نسبت سے جن کہلایا۔ پھر اس کی اولاد و ذریات بھی جن کہلائی۔

ان اقوال میں پہلا قول زیادہ درست معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے عزازیل کی نسبت فرمایا ہے:

﴿ كَانَ مِنَ الْجِنِّ ﴾ [پ: ۱۵، الکھف: رکوع: ۷]

''وہ جنوں میں سے تھا۔''

اس سے ثابت ہوا کہ ابلیس کے سوا اور بھی جن تھے، جس کی دلیل لفظ مِنْ ہے۔

تاریخ القدس میں حضرت وہب[2] بن منبہؒ سے روایت ہے کہ:

((خَلَقَ اللّٰهُ نَارَ السَّمُوْمِ وَهِيَ دُخَانٌ لَّا حَرَّ لَهَا وَلَا دُخَانَ ثُمَّ خَلَقَ اللّٰهُ مِنْهَا الْجَآنَّ فَذَالِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى : ﴿ وَالْجَآنَّ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴾ قَالَ وَخَلَقَ اللّٰهُ خَلْقًا عَظِيْمًا وَّ سَمَّاهُ مَارِجًا وَّ خَلَقَ مِنْهُ زَوْجَتَهُ وَسَمَّاهَا مَرْجَهُ تَوَلَّدَتِ الْجَآنَّ وُلِدَ لِلْجَآنِّ وَلَدٌ فَسَمَّاهُ الْجِنَّ فَمِنْهُ تَفَرَّعَتْ قَبَائِلُ الْجِنِّ))

---

[1] اثر غریب صحابیؓ کے اس صحیح قول یا فعل کو کہا جاتا ہے کہ جس کی روایت میں کسی جگہ ایک راوی ہو۔

[2] المتوفی ۱۱۴ھ

''اللہ تعالیٰ نے نار سموم کو پیدا اور وہ دخان تھا جس میں نہ گرمی تھی نہ دھواں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے جان کو پیدا کیا۔ یہی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَالْجَآنَّ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴾ (اور جن کو اس سے قبل آگ سے کہ وہ ایک گرم ہوا تھی پیدا کر چکے تھے) اور اللہ تعالیٰ نے بڑی مخلوق پیدا کی اس کا نام مارج رکھا اور اس سے اس کی زوجہ کو پیدا کیا۔ اس کا نام مارجہ رکھا۔ اس نے جان کو جنا اور جان کے بیٹا ہوا اور اس کا نام جن رکھا۔ اسی سے جنوں کے قبیلے پیدا ہوئے۔''

دوسری روایت میں ہے:

((وَكَانَ يَلِدُ مِنَ الْجَآنِ الذَكَرُ وَالْاُنْثیٰ وَمِنَ الْجِنِّ كَذَالِكَ تُوامَيْنِ فَصَارُوْا سَبْعِيْنَ اَلْفًا تَوَالَدُوْا حَتّٰى بَلَغُوْا اَعْدَادَ الرَّمْلِ فَتَزَوَّجَ اِبْلِيْسُ امْرَاَةً مِنْ وُّلْدِ الْجَآنِ فَكَثُرَ اَوْلَادُهٗ وَانْتَشَرُوْا حَتّٰى امْتَلَاَ الْاَقْطَارُ ثُمَّ اَسْكَنَ اللّٰهُ الْجَآنَّ فِي الْهَوَآءِ وَاِبْلِيْسَ وَ اَوْلَادَهٗ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا))

''جان کے نر اور مادہ پیدا ہوئے تھے اور اسی طرح جن کے دو بچے ساتھ ساتھ، پھر وہ ستر ہزار ہو گئے یہاں تک کہ ریت کے ذروں کے برابر ہو گئے۔ پھر ابلیس نے اولادِ جان میں سے ایک عورت کو بیوی بنا لیا۔ اور اس کی اولاد بہت زیادہ ہو کر اطراف میں پھیل گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جان کو ہوا میں اور ابلیس اور اس کی اولاد کو آسمان دنیا میں ٹھہرایا۔''

صاحب حیوۃ الحیوان نے لکھا ہے کہ:

((اِعْلَمْ اَنَّ الْمَشْهُوْرَ اَنَّ جَمِيْعَ الْجِنِّ مِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْلِيْسَ وَفِي الْحَدِيْثِ لَمَّا اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَخْلُقَ لِاِبْلِيْسَ نَسْلًا وَّ زَوْجَةً اَلْقٰى

عَلَيْهِ الْغَضَبَ فَطَرَتْ مِنْهُ شَنْطِيَّةٌ مِنْ نَّارٍ فَخَلَقَ مِنْهَا امْرَأَتَهُ))

''مشہور یہ ہے کہ تمام جن ابلیس کی ذریت سے ہیں اور حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابلیس کی نسل اور زوجہ کو پیدا کرنے کا قصد کیا تو اس پر غصہ ڈالا، اس میں سے چنگاری نکلی، اس چنگاری سے اس کی زوجہ کو پیدا کیا۔''

نیز لکھا ہے:

((أَمَّا إِبْلِيسُ فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَ فِي فَخِذِهِ الْيُمْنٰى ذَكَرًا وَّفِي الْيُسْرٰى فَرْجًا فَهُوَ يَنْكِحُ هٰذَا فَيَخْرُجُ لَهُ كُلَّ يَوْمٍ عَشْرُ بَيْضَاتٍ يَّخْرُجُ مِنْ كُلِّ بَيْضَةٍ سَبْعُوْنَ شَيْطَانًا وَّ شَيْطَنَةٌ))

''اللہ تعالیٰ نے ابلیس کی داہنی ران میں ذکر اور بائیں ران میں فرج پیدا کی وہ ان سے جماع کرتا ہے تو روزانہ دس انڈے پیدا ہوتے ہیں اور ہر انڈے سے ستر شیطان و شیطانہ پیدا ہوتی ہیں۔''

تخلیقِ جنات کے متعلق اقوالِ مفسرین

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ابلیس فرشتوں کے ایک قبیلہ میں سے تھا جنہیں جن کہتے ہیں جو آگ کے شعلوں سے پیدا ہوئے تھے۔ اس ابلیس کا نام حارث تھا اور یہ جنت کا خازن تھا۔ اس قبیلہ کے سوا اور سب فرشتے نوری تھے۔ زمین پر پہلے جن بستے تھے۔ جب انہوں نے سرکشی و نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو فرشتوں کا لشکر دے کر بھیجا تو ابلیس نے ان سب جنات کو لڑ کر اور مار کر مختلف جزیروں اور پہاڑوں کے دامنوں میں بھیج دیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک دوسرا قول یہ ہے کہ ابلیس نافرمانی سے پیشتر فرشتوں میں سے تھا، عزازیل اس کا نام تھا، زمین پر اس کی سکونت تھی، جنت کا خازن تھا، اس کے چار پر تھے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جنت کی نسبت سے یہ جن کہلایا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ ابلیس زمین کا ساکن اور بادشاہ تھا۔ آسمانوں پر آتا جاتا تھا۔ کثرتِ عبادت کی وجہ سے فرشتوں میں شمار کیا جانے لگا اور آسمان پر رہ پڑا۔

لیکن حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ ابلیس کبھی فرشتہ نہ تھا۔ اس کی اصلیت جنات سے ہے۔ اس آخر الذکر قول کی سند صحیح معلوم ہوتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید سے ایسا ہی ثابت ہوتا ہے کہ ابلیس جنات میں سے تھا۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿ كَانَ مِنَ الْجِنِّ ﴾ [پ: ۱۵، الکھف، رکوع: ۷]

''تھا وہ جنوں میں سے''

بعض کا قول ہے کہ رجیم و راندۂ درگاہ ہو کر رحمتِ باری تعالیٰ سے مایوس ہو جانے کے سبب سے اس کا نام ابلیس ہو گیا۔ واللہ اعلم

شیطان کی اولاد و ذرّیات

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شیطان کے پانچ بیٹے ہیں جن میں سے ایک کا نام ثبّر ہے اس کے ذمہ مصیبتوں کا کام ہے، جس سے لوگ واویلا کرتے، کپڑے پھاڑتے، منہ پر طمانچے مارتے، سینہ کوٹتے اور جاہلیت کے سے نوحے کرتے ہیں۔ دوسرا اَعْوَر ہے یہ زنا کا حاکم ہے۔ یعنی لوگوں کو زنا پر اُبھارتا، آمادہ کرتا اور زنا کو اچھا کر کے دکھاتا ہے۔ تیسرا مَسُوط ہے۔ یہ جھوٹ کا حاکم یعنی لوگوں کو جھوٹ اور جھوٹی خبروں پر اُبھارتا ہے۔ چوتھا داسم ہے۔ اس کا کام گھر میں داخل ہو کر گھر والوں کے عیوب ظاہر کر کے غصہ دلانا ہے، پانچواں زَلَنْبُور ہے۔ یہ بازار میں اپنا جھنڈا گاڑتا ہے اور شیطانی کام یعنی بے ایمانی و لڑائی جھگڑا کراتا ہے۔[1]

---

[1] اسی طرح کا مضمون قدر وضاحت و اختلاف کے ساتھ تفسیر اعظم التفاسیر مطبوعہ نامی پریس دہلی ۱۳۱۷ھ ص:۲۳۶ پر تحت آیت: ﴿ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ﴾[پ: ۱۵، الکہف، رکوع: ۷] ''اور جب کہا ہم نے فرشتوں کو سجدہ کرو آدمؑ کو، تو سجدہ میں گر پڑے مگر ابلیس تھا جن کی قسم سے، سو نکل بھاگا اپنے رب کے حکم سے۔ سو کیا تم ٹھہراتے ہو اس کو اور اس کی اولاد کو رفیق میرے سوا؟ حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔'' مرقوم و مسطور ہے کہ اب یہ بات بھی قابل دریافت ہے کہ کیا جس طرح انسان میں توالد و تناسل جاری ہے اسی طرح شیاطین میں بھی جاری ہے یا نہیں؟ بعض علماء کہتے ہیں کہ اُن (شیاطین) میں توالد و تناسل جاری نہیں ہے اور آیت ﴿ وَذُرِّيَّتَهٗ ﴾ سے حقیقی ذریت مراد نہیں ہے بلکہ ذریت تابعداروں کے معنی میں ہے اور تابعداروں کو ذریت کہنا مجاز متعارف ہے۔ مگر اکثر علماء اس بات کے قائل ہیں کہ دراصل شیطان کی اولاد ہے اور اُن کے ہاں بھی اسی طرح توالد و تناسل جاری ہے جس طرح بنی آدم میں۔ چنانچہ ''تبیان'' میں لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو اپنے دربار سے نکال دیا تو اس کی بائیں پسلی سے اُس کی ⇦⇦⇦

مخلد بن حسینؒ کہتے ہیں کہ شیطان ہر اس کام میں کہ جن کی طرف اللہ تعالیٰ بندوں کو بلاتا ہے افراط وتفریط میں مبتلا کرتا ہے اور جو جن کافر ومشرک ہیں اور شیطان کا کام کرتے ہیں وہ اس کی ذریت وعترت میں داخل ہیں۔

علامہ دمیری نے لاقیس، دلہان، ہفاف، ابیض، مطوس، بھی شیطان کے بیٹے بتائے ہیں۔اور بعض نے شیطان کی بیوی کا نام طرطیہ بتایا ہے۔

سنن بیہقی میں بروایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہامہ [1] بن ہیم بن لاقیس بن

(بقیہ صفحہ سابقہ) جوڑو کو پیدا کیا جو "آدھ" کے نام سے مشہور ہوئی اور بیابان کے ریت کی مقدار میں اس سے فرزند پیدا ہوئے۔ اس کی اولاد میں ایک ہرہ نام کا شیطان ہے اور ایک زلنبور اور تیر اور اعور اور مطروس اور لاقیس اور دلہان، آخر الذکر کے دونوں شیطان مسلمانوں کی طہارت ونماز میں وسوسہ انداز ہیں اور زلنبور گلیوں اور بازاروں میں گشت لگاتا پھرتا ہے تاکہ لوگوں کے دلوں میں جھوٹ بولنے اور کم تولنے کا وسوسہ ڈالے اور اعور زنا کی راہوں پر مقرر ہے جو ہر وقت لوگوں کو فحش وزنا میں پھنسانے کا جال بچھائے رکھتا ہے۔ شیطان کا ایک فرزند داسم ہے جو کھانے میں اپنی شرکت کرتا ہے مگر اس شخص کے کھانے میں جو کھانا کھاتے وقت بسم اللہ نہیں کہتا۔ اور ایک موحش ہے جو عالموں کے بہکانے پر مسلط ہے، یہ اُن کو مختلف نفسانی خواہشوں اور لذتوں پر اُبھارتا رہتا ہے، بعض علماء کہتے ہیں کہ شریدہ بھی اس کی اولاد میں سے ہے جو مصیبت کے وقت چلانے، منہ وسر پیٹنے، بال نوچنے، گریبان پھاڑنے اور واویلا کرنے پر آدمیوں کو اُکساتا ہے۔

[1] ہامہ بن ہیم ......الخ کا واقعہ قدرے تفصیل کے ساتھ تفسیر اعظم التفاسیر مطبوعہ دہلی پارہ:۲۶،ص:۲۸ تحت آیت: ﴿ وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ..... الخ ﴾ یوں مرقوم ہیں کہ قاضی (ثناء اللہ پانی پتی) اپنی تفسیر (مظہری) میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ایک دن حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ مکہ کی پہاڑیوں پر گشت کر رہا تھا کہ دفعتہً ایک بوڑھا اور سن رسیدہ آدمی لاٹھی پر تکیہ کیے ہوئے سامنے آیا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھ سے) فرمایا کہ اس کی ساری چال ڈھال اور بول چال جن کی سی ہے، بوڑھے جن نے حضرت کا یہ کلام سن کر کہا: ہاں حضرت میں جن ہی ہوں۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ کون سے جنوں میں سے ہو؟ کہا: میں ابلیس کا پڑپوتا ہیم بن لاقیس کا بیٹا ہامہ ہوں۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ پھر تو تجھ میں اور ابلیس میں صرف دو ہی پشتوں کا واسطہ ہے اس سے تو تیری بہت بڑی عمر معلوم ہوتی ہے۔ ہامہ نے کہا: جی ہاں جس وقت قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تھا اس وقت میں جنگل میں ریتلے ٹیلوں اور پہاڑوں کے دروں میں سیر کرتا پھرتا تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر اس جن نے بہت سے گزشتہ واقعات کا ذکر کیا، منجملہ اُن کے ایک یہ بات بھی بیان کی کہ مجھے مریم کے بیٹے مسیحؑ نے وصیت کی تھی کہ ⇦⇦⇦

ابلیس کی رسول اللہ ﷺ سے ملاقات اور اس کا بہت سے انبیاء (علیہم السلام) سے ملنا اور اُن پر ایمان لانا پھر رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا مذکور ہے۔

علامہ ابن الجوزی نے کتاب ''الصفوۃ'' میں حضرت سہیل بن عبداللہ کا اطرافِ عاد[1] کے ایک محل میں ایک جن سے ملاقات کا ذکر کیا ہے۔ جس کے جسم پر سات سو برس سے ایک اونی کرتا تھا۔ اس جن نے اپنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملنا اور اُن پر ایمان لانا، پھر نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کے ساتھ یہ بھی بتایا کہ جن[2] جنوں کے بارے میں

(بقیہ صفحہ سابقہ) اگر تجھے محمد ﷺ سے ملنے کا اتفاق ہو تو میرا اسلام پہنچا دینا چنانچہ اب میں ان کی پیغام رسانی کرتا اور آپؐ پر دلی اعتقاد کے ساتھ ایمان لاتا ہوں۔ حضرت ﷺ نے فرمایا: کہ میرے بھائی عیسیٰؑ اور تجھ پر اے ہامہ سلام ہو۔ ہامہ! اگر تیری کچھ حاجت ہو تو بیان کرو۔ ہامہ نے کہا: اے پیغمبر آخر الزمان! اے تمام پیغمبروں کے سردار! موسیٰؑ نے مجھے توراۃ سکھائی اور مسیحؑ نے مجھے انجیل کی تعلیم دی۔ اب آپؐ مجھے قرآن کی تعلیم دیجیے۔ حضرت ﷺ نے اُسے قرآن مجید کی دس سورتیں سکھائیں۔۱۲[ابو محمد]

[1] عاد ملک یمن میں ایک ریگستانی علاقہ ہے جس میں حضرت ہود علیہ السلام کی قوم عاد بستی تھی جو کہ اللہ اور اپنے رسول ہود علیہ السلام کی نافرمانیوں کے نتیجہ میں پہلے خشک سالی سے پھر تیز وتند ہوا سے ہلاک ہوئی۔۱۲

[2] مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قارئین حضرات کی ازدیادِ بصیرت کے لیے ان کے بارہ میں بھی ذرا تفصیلاً عرض کر دیا جائے۔ اس واقعہ کے بارے میں مفسرین حضرات نے مختلف روایات بیان کی ہیں۔ میں اس وقت صرف تفسیر ابن کثیر، تفسیر اعظم التفاسیر اور تفسیر فیضی کی مختلف روایات کو مضمون کے تسلسل کے لحاظ سے جمع کر کے پیش کرتا ہوں۔

رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پیشتر جن آسمانوں پر جاتے اور فرشتوں کی باہمی گفتگو جو احکامِ الٰہی سے تعلق رکھتی تھی اس میں سیکڑوں جھوٹی باتیں ملا کر نجومیوں اور کاہنوں کو القاء کرتے، نجومی و کاہن ان جھوٹی باتوں کو بتا بتا کر سادہ لوح لوگوں کا ایمان برباد کرتے (جیسا کہ آج (۱۳۸۴ھ بمطابق: ۱۹۶۵ء) کل کراچی کی عظیم شارع بندر روڈ پر سیکڑوں نجومی و کاہن بیٹھے لوگوں کا ایمان خراب کر رہے ہیں) لیکن جب پیغمبر آخر الزمان ﷺ مبعوث ہوئے تو جنوں کا آسمانوں پر جانا یکسر بند کر دیا گیا۔ اگر جاتے بھی تو ان پر آگ برسائی جاتی، نامراد واپس لوٹ آتے، جب تنگ آ گئے تو ایک دن جمع ہو کر اپنے گرو ابلیس سے شکایت کی۔ ابلیس نے دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے کہا کہ ضرور کوئی خاص بات ہے جس کی وجہ سے تمہارا آسمانوں پر جانا بند کر دیا گیا ہے۔ اس بات کی جستجو اور خبر لگانے کے لیے ابلیس نے زمین کی اطراف و جوانب میں جنات کے کئی وفود بھیج دیے۔ ⇦⇦⇦

سورت قُلْ اُوْحِیَ ..... الخ نازل ہوئی تھی۔ اُن میں سے ایک میں بھی تھا۔

(بقیہ سابقہ صفحہ) چنانچہ ایک وفد مشتمل بر نو جنات شاصر، ناصر، وس، مس، ازدا، ایبا، اخصم، ود، زوبعہ تھا۔ ان میں سے تین (۳) نجران کے، چار (۴) نصیبین کے، اور دو (۲) نینوے یا موصل کے سردار تھے۔ صاحب کشاف کہتے ہیں کہ یہ جنات اپنے تمام قبیلوں میں سب سے بڑے اور بزرگ تر تھے۔ ابلیس کا سارا لشکر انہی سے پھیلا ہے۔ یہ وفد گھومتے گھامتے وادی بطن نخلہ میں جا پہنچا۔ ادھر یہ ہوا کہ جناب رسول اللہ ﷺ زمانہ بعثت سے لے کر پورے دس برس تک مکہ میں اپنی بت پرست و ڈھیٹ قوم کو طرح طرح سے تبلیغ کرتے رہے لیکن اس اثناء میں بجز سرکشی و اصرار نافرمانی کے اور کوئی ثمرہ ظاہر نہ ہوا، آخر آپؐ نے مایوس ہو کر خیال فرمایا کہ اب اجنبی و بیگانوں کو تبلیغ کرنی چاہیے۔ چنانچہ اس ارادہ سے سن 11 نبوت ماہِ ربیع الاوّل میں طائف کی طرف نکل کھڑے ہوئے تا کہ اہل طائف کو اللہ کا کلام سنا کر اسلام کی طرف رغبت دلائیں۔ مگر جب وہاں کے لوگ بھی بدسلوکی سے پیش آئے تب آپؐ وہاں سے سوقِ عکاظ کی طرف تشریف لے گئے، سوق عکاظ ایک بازار، منڈی، مارکیٹ کا نام ہے۔ جس میں اطراف و جوانب کے لوگ بیس شوال سے دس ذیقعدہ تک تجارت کے لیے جمع رہتے تھے۔ سوقِ عکاظ جاتے ہوئے وادی بطن نخلہ میں ایک رات کے لیے قیام فرمایا۔ دوسرے دن صبح کی نماز میں آپؐ نے سورۂ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ کی نہایت خوش الحانی سے تلاوت فرمائی، تو اس نو (۹) جنات پر مشتمل وفد نے آپؐ کی قرأت سنی تو بے ساختہ بول اُٹھے کہ واللہ! یہی کلامِ الٰہی ہمارے آسانوں پر جانے کی ممانعت کا سبب بنا ہے تا کہ کوئی جن اس کلام کو آسمانوں سے چرا کر بے محل نہ پہنچائے۔ جب حضرت ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو جنات کا وفد اپنی قوم کی طرف واپس لوٹ گیا اور اس واقعہ کی اطلاع دے کر کہا: ﴿ قَالُوْا یٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰی مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ یَهْدِیْٓ اِلَی الْحَقِّ وَاِلٰی طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ یٰقَوْمَنَآ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَیُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴾ [پ: ۲٦، رکوع: ٤] ”ترجمہ:...... کہنے لگے اے ہماری قوم! ہم نے یقیناً وہ کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو سچے دین کی اور راہِ راست کی رہبری کرتی ہے۔ اے ہماری قوم! اللہ کے بلانے والے کا کہا مانو اس پر ایمان لاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور تمہیں المناک عذاب سے پناہ دے گا۔“

اس واقعہ کے بعد سورت جن نازل ہوئی ﴿ قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ﴾ [پ: ۲۹، رکوع: ۱۱] ”ترجمہ:...... تو کہہ کہ مجھے وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے قرآن سنا اور کہا ہم نے عجیب قرآن سنا ہے۔“ اب قارئین کرام بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ یہی ہے جنوں کی وہ جماعت جن کے بارے میں سورۃ قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ ..... الخ نازل ہوئی اور یہی ہے وہ جماعت جس کے متعلق اوپر ذکر ہوا ہے کہ حضرت سہلؒ بن عبداللہ کی جن سے ملاقات ہوئی تو اس جن نے کہا کہ جنوں کی جس جماعت کے بارے میں سورۃ قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ..... الخ نازل ہوئی اُن میں سے ایک میں بھی تھا۔

اقسامِ جنات

ابن نعیم سے روایت ہے کہ جنات کی تین (۳) قسمیں ہیں:

- ایک قسم کے لیے عذاب وثواب ہے۔
- دوسرے قسم کے جنات آسمان وزمین میں اُڑتے رہتے ہیں۔
- تیسری قسم کے جنات سانپ اور کتے ہیں۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنات کی تین قسمیں ہیں: ایک تو پردار ہیں، دوسرے سانپ اور تیسرے وہ ہیں جو سواریوں پر سوار ہوتے اور اُترتے ہیں۔

بعض مفسرین نے یہ بھی کہا ہے کہ جنات کی ایک قسم سانپ بنادی گئی تھی، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

((خَلَقَ اللّٰهُ الْجِنَّ ثَلٰثَةَ اَصْنَافٍ صِنْفٌ حَيَّاتٌ وَعَقَارِبُ وَخَشَاشُ الْاَرْضِ وَصِنْفٌ كَالرِّيْحِ فِي الْهَوَاءِ وَصِنْفٌ كَبَنِيْ اٰدَمَ عَلَيْهِمُ الْحِسَابُ وَالْعِقَابُ))

''اللہ تعالیٰ نے جنوں کی تین قسمیں بنائی ہیں: ایک قسم سانپ، بچھوؤں اور زمین کے کیڑے مکوڑوں کی، دوسری قسم ہوا میں ریح کی طرح، اور تیسری قسم بنی آدم کی طرح ہے ان پر حساب وعذاب ہے۔''

دوسری حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے:

((اَلْجِنُّ ثَلٰثَةُ اَصْنَافٍ صِنْفٌ لَّهُمْ اَجْنِحَةٌ يَّطِيْرُوْنَ فِي الْهَوَاءِ وَصِنْفٌ حَيَّاتٌ وَّ صِنْفٌ يَّحِلُّوْنَ وَ يَظْعُنُوْنَ))

''یعنی جنوں کی تین قسمیں ہیں، ایک قسم کے بازو (پر) ہیں، جو ہوا میں اُڑتے ہیں دوسرے قسم کے سانپ ہیں اور تیسری قسم وہ ہے جو قیام کرتے اور سفر کرتے ہیں۔'' (طبرانی) [1]

---

[1] جنوں کے لیے ثواب وعذاب کے متعلق ہم بھی کچھ عرض کرتے ہیں۔ تفسیر اعظم التفاسیر پ:۲۹ سورۃ جن کی ابتدائی آیات کی تفسیر میں صفحہ۱۵۳ پر اسی عنوان کے متعلق رقم ہے کہ مومن جنوں کے باب میں علماء سلف کا کسی قدر اختلاف بھی ہے کہ جس طرح گنہگار جن بدلیل آیت ﴿ وَجَعَلْنَاهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ﴾ [پ: ۲۹، رکوع: ۱] ''اور کیا ہم نے اُن (ستاروں) کو مارنا واسطے شیطانوں کے اور تیار کیا ہم نے واسطے اُن کے عذاب جلنے کا۔'' اور آیت ﴿ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴾ [پ: ۲۹، رکوع: ۱۱] ''اور جو لوگ بے راہ ہیں دوزخ میں داخل ہوں گے۔'' اسی طرح مومن جن جنت میں جائیں گے یا نہیں؟ بعض کہتے ہیں کہ اُن کا جنت میں داخل ہونا اور ثواب پانا یہی ہے کہ دوزخ کی دہکتی آگ سے نجات پائیں گے جیسا کہ سورۃ احقاف:۲۶، رکوع:۴ میں ارشاد ہوا: ﴿ يٰقَوْمَنَا اَجِيْبُوْا ﴾ حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جنوں کے لیے ثواب یہی ہے کہ دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ سے رہائی پا کر بہائم (جانوروں) کی طرح مٹی ہو جائیں گے۔ حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا بھی یہی مذہب ہے، مگر امام مالک علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جنوں کو جس طرح برے اعمال پر عذاب ہوگا، اسی طرح بھلے کاموں پر ثواب بھی ملے گا۔ چنانچہ حضرت ضحاکؒ سے ایک روایت ہے کہ جن لوگ بہشت میں داخل ہو کر اس کی دوامی مزیداریوں سے ہمیشہ شاد رہیں گے۔ امام ابوبکر نقاش رحمہ اللہ تعالیٰ کی تفسیر میں ایک حدیث منقول ہے کہ جن اپنے نیک کاموں کی وجہ سے جنت میں جائیں گے، لوگوں نے ان سے پوچھا کہ وہ جنت کی نعمتیں بھی اُڑائیں گے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ ان کو ایک قسم کی تسبیح اور ذکر کی تلقین فرمائے گا جن سے ان کو وہ لذت وسرور حاصل ہوگا جو انسانوں کو بہشت کی نعمتوں سے حاصل ہوگا۔ تفسیر معالم التنزیل میں حضرت عمرو بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ مؤمن جن بہشت کے اردگرد صحن اور برجوں وغیرہ میں رہیں گے، جنت میں داخل نہ ہوں گے مگر اولیٰ اور صواب بات یہ ہے کہ وہ جنت میں داخل ہوں گے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴾ [پ: ۲۷، سورۃ الرحمٰن] ''ان حوروں سے کوئی انسان یا جن اس سے قبل نہیں ملا۔'' حضرت ضمرہ بن حبیبؒ سے کسی نے پوچھا کہ ایمان والے جنوں کے لیے ثواب ہے؟ فرمایا: ہاں۔ کیونکہ آیت ﴿ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴾ جنوں کے جنت میں داخل ہونے پر صریح دلیل ہے، ہاں اتنی ⇐⇐⇐

سید عبداللہ حسین مصری نے اپنی کتاب " اَلْجِنّ " میں جنوں کی دس قسمیں بتائی ہیں: (۱) ابلیس ، (۲) شیاطین، (۳) مردہ ، (۴) عفاریت ، (۵) اعوان، (۶) غواصون، (۷) طیارون، (۸) توابع ، (۹) قرنا اور (۱۰) عمار۔

(بقیہ سابقہ صفحہ) بات ضرور ہے کہ:...... ((اَلَا نُسِیَاتُ لِلْاِنْسِ وَالْجِنِیَاتُ لِلْجِنِّ))
اس کے علاوہ سورۂ رحمٰن میں بہت سی اس قسم کی آیات ہیں جن سے بداہۃً معلوم ہوتا ہے کہ مؤمن جن ضرور جنت میں داخل ہو کر اس کی جاودانی نعم سے مشرف و معزز ہوں گے۔ [ابو محمد]

جنات کی غذائیں اور خواہشیں

جنات میں تمام وہ خواہشیں ہیں جو انسانوں میں ہیں۔ اُن میں توالد وتناسل ہے اور تمام وہ غذائیں کھاتے ہیں جو انسان کھاتے اور پیتے ہیں۔ ان کے سوا ان کی غذا کوئلہ، ہڈی اور ان کے مویشیوں کی غذا گوبر اور لید ہے۔ اور غذا کے سوا خوشبو بھی غذا کی مثل لازمۂ حیات ہے یا از حد ضروری ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق جب جنات نے آنحضرت ﷺ سے توشہ طلب[1] کیا تو آپ نے انہیں کوئلہ اور ہڈی دی اور فرمایا کہ ذبیحہ والی ہڈی ان کے ہاتھ میں جا کر پہلے سے زیادہ پُر گوشت ہو جائے گی۔

اور کہا گیا ہے کہ اس وجہ سے کوئلہ اور ہڈی سے استنجا کو منع کیا گیا ہے کہ یہ تمہارے

[1] تفسیر اعظم التفاسیر میں سورۂ جن کی ابتدائی آیات کی تفسیر میں صفحہ: ۱۰۴ پر مرقوم ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع میں فرمایا کہ مجھے جنوں پر قرآن مجید پڑھنے کا حکم ہوا ہے تم میں سے کون شخص میرے ساتھ چلنے کو تیار ہے؟ صحابہ سن کر خاموش رہے۔ آپ نے پھر یہی فرمایا مگر صحابہ رضی اللہ عنہم سن کر پھر خاموش رہے۔ تیسری بار آپؐ نے جو فرمایا: تو میں بول اُٹھا کہ جناب فدوی پارکابی کے لیے حاضر ہے۔ حضرتؐ مجھ کو ہمراہ لے کر رات کے وقت شہر کے باہر چلے گئے۔ آپؐ میری نظروں سے اوجھل ہو گئے مگر قرآن مجید پڑھنے کی آواز برابر آتی رہی۔ جب حضرت ﷺ اُن کی تلقین وتعلیم سے فارغ ہو کر میرے پاس تشریف لائے تو فرمانے لگے کہ اے ابن مسعود کیا تو اس وقت میرے پاس آنا چاہتا تھا؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا تو وہاں نہ ٹھہر سکتا تھا کیوں کہ یہ جن تھے، قرآن مجید سننے کے شوق میں آئے تھے۔ جب انہوں نے مجھ سے تبرک کے طور پر توشہ مانگا تو میں نے ہڈی اور مینگنی کا توشہ دے دیا۔ یہ توشہ میری دعا سے ان کے تمام ماکولات ومشروبات سے زیادہ پرلذت وفرحت بخش ہوگا۔ سنو! تم میں سے کوئی شخص بھی ہڈی اور مینگنی سے استنجا نہ کرے۔

مومن بھائیوں کی غذا ہے اور اسی وجہ سے ذبیحہ کی خام ہڈیوں کو بری اور گندی جگہ ڈالنے سے منع کیا گیا ہے۔ نیز ان کی غذا حضرت اُبی [1] بن کعب رضی اللہ عنہ کی کھجوروں کی چوری سے، اور حضرت ابو ایوب [2] انصاری اور حضرت [3] ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کے غلہ چرانے سے ثابت

---

[1] تفسیر ابن کثیر پ:۳، آیت الکرسی کی تفسیر میں مرقوم ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس کھجوروں کی ایک بوری تھی میں نے دیکھا کہ اس میں سے کھجوریں روز بروز گھٹ رہی ہیں۔ ایک رات میں نگہبانی کے خیال سے جاگتا رہا۔ میں نے دیکھا کہ ایک جانور مثل نوجوان لڑکے کے آیا۔ میں نے اُسے سلام کیا۔ اس نے جواب دیا۔ میں نے کہا کہ تو انسان ہے یا جن؟ اس نے کہا: میں جن ہوں، میں نے کہا: ذرا اپنا ہاتھ دے اس نے ہاتھ بڑھایا میں نے اپنے ہاتھ میں لیا تو کتے جیسا ہاتھ تھا اور اس پر کتے ہی جیسے بال تھے۔ میں نے کہا کہ جنوں کی پیدائش ایسی ہی ہے۔ اس نے کہا: تمام جنات میں سب سے زیادہ قوت و طاقت والا میں ہی ہوں۔ میں نے کہا: بھلا تو میری چیز چرانے پر کیسے قادر ہوا؟ اس نے کہا: مجھے معلوم ہے کہ تو صدقہ کو پسند کرتا ہے۔ اس لیے میں نے کہا کہ پھر ہم کیوں محروم رہیں۔ میں نے کہا: تمہارے شر سے بچانے والی کونسی چیز ہے؟ اس نے کہا: آیت الکرسی۔ صبح کو جب میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر رات کا سارا واقعہ بیان کیا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خبیث نے یہ بات تو بالکل سچ کہی۔ [ابو یعلیٰ]

[2] حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا واقعہ بھی اسی جگہ آیت الکرسی کی تفسیر میں یوں ہے کہ میرے خزانہ میں سے جنات چرا کر لے جایا کرتے تھے۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ جب تو اسے دیکھے تو کہنا ((بِسْمِ اللّٰهِ اَجِيْبِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ)) ، جب وہ آیا تو میں نے یہی کیا، پھر اسے چھوڑ دیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تیرے قیدی نے کیا کہا؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے اُسے پکڑ لیا تھا لیکن اس نے پھر نہ آنے کا وعدہ کیا، آپؐ نے فرمایا: پھر آئے گا۔ میں نے اُسے اسی طرح تین بار پکڑا اور اقرار لے کر چھوڑ دیا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ پھر آئے گا، آخری مرتبہ جب میں نے اُسے پکڑا تو میں نے کہا کہ اب تجھے نہ چھوڑوں گا، اس نے کہا: مجھے چھوڑ دے میں تجھے ایسی چیز بتاؤں گا کہ کوئی جن اور شیطان تیرے پاس نہ آ سکے گا۔ میں نے کہا کہ اچھا بتا۔ تو اس نے کہا: وہ آیت الکرسی ہے۔ میں نے آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اُس نے سچ کہا گو وہ جھوٹا ہے۔ [مسند احمد]

[3] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی اسی جگہ اس طرح رقم ہے۔ آپ (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں ماہِ رمضان میں زکوٰۃ کے غلہ پر رات کو پہرہ دے رہا تھا کہ شیطان آیا اور غلہ سمیٹ سمیٹ کر اپنی چادر میں جمع کرنے لگا۔ تیسری مرتبہ پکڑ لینے پر اس نے بتایا کہ اگر رات کو بستر پر جا کر آیت الکرسی پڑھ لے گا تو اللہ کی طرف سے تجھ پر ایک محافظ مقرر ہو گا اور صبح تک شیطان تیرے قریب بھی نہ آ سکے گا۔ [بخاری]

ہے کہ جیسا کہ احادیث میں وارد ہے۔

حضرت اعمش فرماتے ہیں کہ ایک جن ہمارے پاس آیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے اُس سے پوچھا کہ تمام کھانوں میں سے کونسا کھانا تمہیں زیادہ پسند ہے؟ تو اس نے کہا: ''چاول'' پھر میں نے اُسے چاول لا دیے تو دیکھا کہ نوالہ برابر اُٹھ رہا ہے لیکن کھانے والا نظر نہیں آ رہا۔ پھر میں نے پوچھا کہ جو خواہشات ہم میں ہیں وہ تم میں بھی ہیں؟ اس نے کہا: ہاں۔

اور ان خواہشات کا ہونا اولاد شیطان سے بھی ثابت ہے جیسا کہ پہلے ان کے نام بتائے گئے ہیں۔

جنات اور اسلام

جب اللہ تعالیٰ نے جنات کو زمین پر بسایا تو ان کی ہدایت کے لیے ان ہی میں سے رسول بھیجے چنانچہ سورۂ انعام میں انسانوں اور جنوں سے خطاب ہے:

﴿ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴾ [پ: ۸، رکوع: ۳]

''اے جنوں اور انسانوں کے گروہ! کیا تمہارے پاس خود تم میں سے ہی رسول نہیں آئے تھے؟ جو تمہارے سامنے میری آیتیں تلاوت کرتے تھے اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ہوشیار کر رہے تھے، سب کہیں گے کہ ہاں، ہم خود اپنے اوپر گواہ ہیں۔ اُنہیں حیات دنیا نے دھوکہ میں ڈال دیا اور اپنے کافر ہونے کی گواہی خود انہوں نے ہی دے دی۔''

اس آیت میں لفظ مِنْكُمْ دلیل ہے اس پر کہ جنات[1] میں جنوں ہی میں سے

---

[1] جنات میں جن انبیاء کے آنے کے متعلق علامہ ابن حزم اندلسی المتوفی ۴۵۶ھ نے بھی تصریح کی ہے چنانچہ وہ اپنی مشہور کتاب ''الملل والنحل'' مطبوعہ حیدر آباد دکن جلد دوم میں جنوں کے وجود اور ان کے لیے ثواب و عذاب پر بحث کرنے کے بعد صفحہ ۵۸۶ پر لکھتے ہیں کہ: ''لہٰذا ثابت ہوا کہ اُن (جنات) کے پاس جو انبیاء آئے وہ اُن ہی میں سے تھے۔...... الخ ان تصریحات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ حضرت آدم علیہ السلام سے پیشتر زمین پر جن آباد تھے تو ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے جن ہی نبی بھیجے تا کہ اس پر ہم جنس ⇐⇐⇐

رسول و نبی علیہم السلام آئے اور بقول اقوالِ مفسرین جب جنات میں نافرمانی و سرکشی بڑھ گئی تو اُن کو جلا دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ نافرمانی اُن احکامِ شریعت کی خلاف ورزی تھی جو کہ انبیاء نے سکھائے تھے۔ اور یہ معلوم ہے کہ اس وقت تک حضرت آدم علیہ السلام پیدا نہیں ہوئے تھے۔ پس یہ انبیاء بھی جنات ہی میں سے تھے۔ ہاں یہ نہیں معلوم ہوتا کہ جنات میں کون کون سے نبی آئے اور کب تک یہ رسالت و نبوت رہی۔ شاید حضرت آدم علیہ السلام کے بعد انسانی انبیاء کی نبوت انسانوں اور جنوں کے لیے ہوگئی جیسا کہ قرآن مجید سے حضرت سلیمان علیہ السلام پر جنوں کا ایمان لانا اور ان کا تابع فرمان ہونا ثابت ہے:

﴿ يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾

[پ: ٢٦، رکوع: ٤]

(بقیہ سابقہ صفحہ) مخلوق باری جنات کو احکامِ باری تعالیٰ کی تبلیغ کریں۔ اور عملی طور پر بھی نمونہ پیش کریں لیکن جب جنات کی نافرمانی اللہ اور اپنے انبیاء سے بغاوت حد سے بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے زمین پر انسانوں کو آباد کرنے کے لیے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا، ان سے اپنی مخلوق انسانوں کو بڑھایا اور ان کی طرف انسان ہی انبیاء مبعوث فرمائے، نہ جن نہ فرشتے، کیوں کہ اگر انسانوں کی ہدایت و تبلیغ کے لیے کوئی جن یا فرشتہ نبی بن کر آتا جو ناری و نوری مخلوق ہیں تو وہ اس انسان جو خاکی مخلوق ہے کے لیے نمونہ و اسوہ کیسے بن سکتا؟ چوں کہ نبی اپنی اُمت کے لیے ہر کام مثلاً نماز، روزہ، شادی، بیاہ، خوشی، غمی، کھانا پینا، اُٹھنا، بیٹھنا، سونا جاگنا غرض کہ ہر کام میں حسن نمونہ ہوتا ہے۔ اسی لیے جنس انسان کی طرف انسان ہی آئے کیونکہ نوری انبیاء خاکی انسان کے لیے اسوۂ و طرز حیات پیش نہیں کر سکتے تھے کیوں کہ "نور" کھانے پینے، شادی بیاہ، سونے جاگنے وغیرہ اُمور سے بے نیاز ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ پیغمبر ﷺ کی بعثت کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ:

﴿ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ ﴾ [پ: ٢٨، الجمعہ] "یعنی وہی ذات (قابل تعریف) ہے کہ جس نے اَن پڑھوں میں اُن ہی میں سے رسول بھیجا۔" حاصل یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام سے قبل زمین پر جنات تھے اور ان کی طرف جن نبی مبعوث ہوئے۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کے بعد انسانی انبیاء کا سلسلہ شروع ہو کر حضرت محمد ﷺ پر ختم ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضور ﷺ تک جس قدر بھی انبیاء آئے سب انسان تھے۔ بکثرت آیاتِ قرآنی و احادیث رسول اس امر پر شاہد عدل ہیں۔

''اے ہماری قوم! ہم نے ایک ایسی کتاب سنی ہے جو کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل ہوئی ہے، اپنے سے پہلی چیز (کتب آسمانی) کو سچا کرنے والی ہے، حق وسیدھے راہ کی طرف رہبری کرتی ہے۔''

اس آیت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جنوں کا ایمان لانا ثابت ہوتا ہے۔ پھر جب نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو اُن کی نبوت ورسالت تمام انسانوں اور جنوں کے لیے ہوئی جو کہ قیامت تک رہے گی اور اب کوئی نبی انسانوں یا جنوں کے لیے نہیں آئے گا۔

تاریخ الانس الجلیل میں حضرت کعب بن احبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

((فَاَوَّلُ نَبِيٍّ بَعَثَهٗ مِنَ الْجَآنِّ نَبِيًّا مِّنْهُمْ يُقَالُ لَهٗ عَامِرٍ وَابْنُ عُمَيْرِ ابْنِ الْجَآنِّ فَقَتَلُوْهُ ثُمَّ بَعَثَ لَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَامِرٍ صَاعِقَ ابْنَ مَا عِقِ بْنِ مَارِدِ ابْنِ الْجَانِّ فَقَتَلُوْهُ حَتّٰى بَعَثَ اللّٰهُ اِلَيْهِمْ ثَمَانَ مِائَةِ نَبِيٍّ فِى ثَمَانِ مِائَةِ سَنَةٍ فِي كُلِّ سَنَةٍ نَبِيًّا وَّهُمْ يَقْتُلُوْنَهُمْ))

''یعنی پہلا نبی جو کہ جنوں میں سے مبعوث ہوا عامر بن عمیر بن جان ہے جسے انہوں نے قتل کر دیا۔ پھر ان میں عامر کے بعد صاعق بن ماعق بن مارد بن جان مبعوث ہوا۔ اُسے بھی انہوں نے قتل کر دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آٹھ سو برس میں آٹھ سو نبی مبعوث کیے۔ ہر برس میں ایک نبی جسے وہ قتل کر دیتے تھے۔''

قرآن مجید کے تمام احکامات انسانوں اور جنوں کے لیے یکساں ہیں اور ہر خطاب کے مخاطب انسان اور جن دونوں ہی ہیں اور یکساں ہیں جیسا کہ آیات ذیل سے ثابت ہے:

﴿ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ﴾ [پ:۸، ع:۳، پ:۲۷، ع:۱۲]

''اے گروہ جنوں اور انسانوں کے۔''

﴿ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴾ [پ: ۲۷، ع: ۱۱، ۱۲، ۱۳]

''پس کونسی نعمت پروردگار اپنے کی جھٹلاتے ہو۔''

﴿ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ ﴾[پ: ۱۵، ع: ۱۰]

''کہہ البتہ اگر اکٹھے ہو جائیں انسان اور جن۔''

اور جیسے کہ فرمایا:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴾

[پ: ۲۷، ع: ۲]

''میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔''

اور جہاں کہیں صرف انسانوں یا جنوں کو مخاطب کیا ہے وہ بطور تغلیب ہے اور دوسرا اس میں شامل ہے۔ چنانچہ رِجَالٌ مِّنَ الْجِنِّ میں انسانوں کو اور فِي صُدُوْرِ النَّاسِ میں جنات کو مفسرین نے داخل جانا ہے۔

جنات میں مؤمنین و کفار

جس طرح انسانوں میں مومن و کافر ہیں اسی طرح جنوں میں بھی مومن اور کافر ہیں۔ جیسا کہ آیاتِ ذیل سے ثابت ہے:

﴿ اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ٥ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ﴾ [پ: ۲۹، رکوع: ۱۱]

''تحقیق سنا ہم نے عجیب قرآن کہ جو راہ دکھاتا ہے طرف ہدایت کے۔ پس ہم اُس پر ایمان لا چکے ہیں اور ہم ہرگز اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔''

﴿ وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ٥ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ٥ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ٥ ﴾ [پ: ۲۶، ع: ۴]

''اور جس وقت کہ پھیر لائے ہم طرف تیرے جماعت جنوں میں سے سنتے تھے قرآن پس جب حاضر ہوئے اُس (محمد ﷺ) کے پاس، آپس میں کہنے لگے خاموش رہو، پس جب ختم ہوا پڑھنا تو پھر اپنی قوم کی طرف گئے

ڈراتے ہوئے، کہا قوم سے کہ اے ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد اُتاری گئی ہے، سچا کرنے والی ہے، اپنے سے پیشتر کو، ہدایت وراہِ مستقیم کی طرف رہبری کرنے والی ہے۔ اے ہماری قوم! قبول کرو دعوت اللہ کی اور ایمان لاؤ ساتھ اس کے، وہ بخشے گا گناہ تمہارے اور پناہ دے گا تم کو دردناک عذاب سے۔''

دوسری آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جنات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی ایمان لائے تھے اور ممکن ہے کہ دوسرے انسانی انبیاء پر بھی ایمان لائے ہوں اور قرآن مجید میں جہاں کافر انسانوں سے خطاب ہے اُن میں کافر جن بھی داخل ہیں۔ ارشاد ہے:

﴿ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّ مِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ﴾ [پ: ۲۸، التغابن، ع: ۱]

''پس بعض تم میں سے کافر ہیں اور بعض مسلمان ہیں۔''

ایک اور جگہ ہے:

﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ o ﴾

[پ: ۲۶، ع: ۲]

''یہی لوگ ہیں کہ ثابت ہوئی اوپر ان کے بات عذاب کی بیچ اُمتوں کے، کہ گذری ہیں پہلے ان سے جنوں اور آدمیوں سے، تحقیق وہ تھے گھاٹا پانے والے۔''

بعض مفسرین کا قول ہے کہ جنات جنت میں ہوں گے لیکن اس دنیا کے برعکس کہ انسان جنوں کو تو دیکھیں گے لیکن جنات انسانوں کو نہ دیکھیں گے۔

شیاطین جن وانس

اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو اس کی سرکشی و نافرمانی اور کفر کی وجہ سے شیطان کہا۔ پھر دوسرے جنوں کو بھی ان کے کفر کی وجہ سے شیاطین بتایا، بالکل اسی طرح انسانوں میں کافروں کو شیطان یا شیاطین سے موسوم کیا۔ ابلیس کے متعلق ارشاد ہے:

﴿ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ﴾ [پ:۱۵،ع:۱۹]

''تھا جن سے، پس نافرمانی کی اُس نے حکم پروردگار اپنے کے۔''

اور:......

﴿ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ﴾ [پ:۱،ع:۴]

''انکار کیا اور تکبر کیا اور ہو گیا کافروں میں سے۔''

چونکہ ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کر کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور کفر کیا۔ لہٰذا راندۂ درگاہ ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام و اولادِ آدم علیہ السلام کو زمین پر آباد کیا، جنوں کو پہاڑوں اور جزیروں میں دھکیل دیا جس کی وجہ سے اُن کی بادشاہت ختم ہو گئی اسی وجہ سے ابلیس کو انسانوں سے بغض اور عداوت ہو گئی اور اس نے آدم و اولادِ آدم کو گمراہ کرنے کا عہد کیا۔ ارشاد ہے کہ:

﴿ وَلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ ﴾ [پ:۵،رکوع:۱۵]

''اور البتہ گمراہ کروں گا میں اُن کو اور آرزوئیں دلاؤں گا اُن کو اور البتہ حکم

کروں گا اُن کو۔"

اور کہا:

﴿ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ [پ:٥، ع:١٤]

"کہا پس قسم ہے تمہاری عزت کی البتہ گمراہ کروں گا میں ان تمام کو۔"

پھر اس کی اولاد و ذریات اور دوسرے جن جنہوں نے کفر کیا اُن کو بھی شیطان کہا گیا ہے۔ فرمان ہے:

﴿ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴾ [پ:٥، ع:٦]

"اور ارادہ کرتا ہے شیطان یہ کہ گمراہ کرے اُن کو گمراہی دور کی۔"

اور:......

﴿ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴾ [پ:١٥، ع:٦]

"تحقیق شیطان انسان کے لیے کھلا دشمن ہے۔"

ایک مقام پر ان ہی انسانی اور جنی شیاطین کی نسبت فرمان ہے:

﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ﴾

[پ:٨، ع:١]

"اور اسی طرح سے کیے ہم نے واسطے ہر نبی کے دشمن شیطان آدمیوں کے اور جنوں کے، دل میں ڈالتے ہیں بعضے ان کے طرف بعض کے طمع کی ہوئی بات فریب دینے کو۔"

اور دوسری جگہ ہے:

﴿ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ○ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ○ ﴾

[پ:٣٠، ع:٣٩]

''وہ جو وسوسہ ڈالتا ہے بیچ سینے لوگوں کے جنوں میں سے اور انسانوں میں سے۔''

اور قیامت کے ذکر میں ہے:

﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ﴾

[پ: ۲٤، ع: ۱۸]

''اور کہیں گے وہ لوگ جو کافر ہوئے ہیں، اے ہمارے رب! دکھلا ہم کو وہ دو شخص جنہوں نے گمراہ کیا ہم کو جنوں میں سے اور انسانوں میں سے۔''

﴿ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ﴾ [پ: ۱، ع: ۲]

''اور جب اکیلے ہوتے ہیں اپنے سرداروں کی طرف۔''

اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ شیاطین سے سردار اور بڑے بڑے کفار مراد ہیں۔

حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انسان اور جن دونوں ہی میں مومن اور ولی اللہ ہیں کہ جو کہ جنت میں جائیں گے اور دونوں ہی میں کافر و شیطان ہیں جو دوزخ میں جائیں گے۔

سنن ابو داؤد شریف میں ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابو ذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا ابو ذر تم نے شیاطین انس و جن سے تعوذ کر لیا ہے؟ ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا انسانوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں؟ فرمایا: ہاں، انسانوں میں بھی ہوتے ہیں اور جنوں میں بھی۔

اسی وجہ سے یہ دونوں یعنی انسان اور جن دونوں جہنمی ہوتے ہیں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴾ [پ: ۱۲، ع: ۱۰]

''البتہ بھر دوں گا دوزخ میں جنوں سے اور آدمیوں سے۔'' [1]

ان کے کفر و اسلام کا کچھ ثبوت تو گذر چکا اور کچھ آئندہ آئے گا۔ ان شاء اللہ

---

[1] اس عنوان کے تحت جس قدر بھی آیات واحادیث درج کی گئی ہیں ان سے مصنف صاحب کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح جنوں میں شیاطین ہوتے ہیں اسی طرح انسانوں میں بھی شیاطین ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث ابوداؤد سے بالصراحت ثابت ہے۔ عوام الناس کا خیال کہ شیطان صرف انسان سے الگ ہی ایک مخلوق ہے، غلط ہے۔ شیطان کے لغوی معنی دیکھیے: مصباح اللغات مطبوعہ مکتبہ برہان دہلی ص: ۴۱۰ کالم اول پر اَلشَّيْطٰنِ کے معنی لکھے ہیں شیاطین، دیو، ہر سرکش و نافرمان (آدمی ہو یا جن یا جانور) اور اسی سے ہے شیاطین العرب یعنی عرب کے سرکش و نافرمان لوگ۔ اس سے شیطان کے معنی واضح ہوگئے کہ ذی روح ہر سرکش و نافرمان کو شیطان کہتے ہیں جیسے کہ شیطان کے شیطان ہونے کا سبب ہی نافرمانی باری تعالیٰ تھا جو کہ قرآن عزیز کی متعدد آیات سے ثابت ہے کہ اللہ کریم نے حکم دیا تھا کہ ﴿ اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ﴾ ''سجدہ کرو واسطے آدم کے'' تو اس نے ﴿ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴾ [پ: ۸] ''میں بہتر ہوں اُس سے کہ مجھ کو پیدا کیا تو نے آگ سے اور اس کو مٹی سے'' کہہ کر سجدہ آدم سے انکار کیا۔ اس سرکشی و نافرمانی کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے راندۂ درگاہ رب العالمین ہوا، اب ہر شخص اپنے تئیں غور کرے کہ وہ پنج وقتہ نمازوں میں صرف فرائض کی سترہ رکعات کے چونتیس سجدے نہ کر کے شیطان تو نہیں ہے؟ [ابو محمد]

جنات کی صورتیں اور اوصاف

کسی آیت یا حدیث شریف سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ جنات کی اصل صورتیں اور اُن کی صفات کیا ہیں؟ ہندوؤں کی قدیم کتابوں سے یہ ہدایت ملتی ہے کہ ایسی قوم کے لوگوں سے بچو اور ہوشیار رہو جو گرمی کے موسم میں آدھے دن کے بعد اور سردی کے ایام میں نصف رات کے بعد نکلتے ہیں، ان کے ہاتھوں کی ہتھیلیاں سامنے کو اور پاؤں کے پنجے پیچھے کو ہوتے ہیں۔ ثقات کہتے ہیں کہ یہ اکثر انسانی شکلوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔

صحیح بخاری شریف میں ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ:

((اِذَا اسْتَرْجَنَحَ اللَّيْلُ اَوْ كَانَ جَنْحَ اللَّيْلُ كُفُّوا صِبْيَا نَكُمْ فَاِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْتَشِرُ جُنْدُهُ فَاِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِّنَ الْعِشَاءِ فَخَلُّوْهُمْ))

''یعنی جب رات شروع ہو جائے یا رات شروع ہوگئی ہو تو اپنے بچوں کو روک رکھو۔ (یعنی باہر نہ نکلنے دو، اس لیے) کہ شیطان کا لشکر پھیل جاتا ہے اور جب رات کا ایک گھنٹہ ہو جائے تو اُنہیں چھوڑ دو۔ یعنی پھر بچوں کو باہر نکلنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔''

اور جنات کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ قدرت بھی حاصل ہے کہ جب چاہیں کسی ذی روح کی شکل میں سامنے آ جائیں اور جب چاہیں غائب ہو جائیں۔ اور ان کو یہ بھی قدرت ہے کہ چند آدمیوں میں سے بعض کو یا صرف کسی کو جسے وہ چاہیں نظر آ جائیں۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ تبدیلی شکل یا غیبت اس وقت ہوتی ہے جب انسان پلک

مارتا ہے۔ اگر کوئی شخص بغیر پلک جھپکائے دیکھتا رہے تو یہ نہ غائب ہو سکتے ہیں نہ صورت بدل سکتے ہیں۔ اور جنات، سانپ، کتا، ریچھ، بندر اور بلی کی شکل میں زیادہ ظاہر ہوتے ہیں۔ بہت سی احادیث و آثار سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی شیطان سے ملاقات اور گفتگو انسانی صورت میں ثابت ہے۔

نیز دوسری صورتوں میں بھی ملاقات و گفتگو ثابت ہے جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ لیکن یہ نہ معلوم ہو سکا کہ جنات کی اصلی صورتیں کیسی ہیں؟ ان کے جسم واعضاء کیسے ہیں؟ بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اجسام واعضاء اور صورتیں انسانوں جیسی ہیں اور انہیں طرفۃ العین میں اپنے کالبد اور صورتیں بدلنے کی قدرت حاصل ہے اور دور دراز مسافت تھوڑی مدت میں طے کر لیتے ہیں۔ اور جو چیز ان کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور جو کپڑا ان کے بدن پر ہوتا ہے اگر یہ چاہیں تو وہ بھی کسی انسان کو نظر نہیں آتا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ صورتیں بدلنے اور ظاہر و غائب ہونے کا ان میں امکان ہے بھی یا نہیں؟

روح

اس سے قبل کہ ہم جنات کی تبدیلیٔ صور کے بارے میں کچھ عرض کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ''روح'' کے متعلق بھی مختصر بتاتے چلیں۔

یہ بات سب جانتے اور مانتے ہیں کہ تمام جانداروں میں سبب حیات ''روح'' ہے، جب تک کہ وہ جسم کے اندر ہے اور ''روح'' بھی دوسری مخلوق کی طرح ایک مخلوق امر رب سے ہے۔

روحِ انسانی کے متعلق بعض نے کہا ہے کہ ایک نفس ہے اور ایک روح۔ بعض نے کہا ہے کہ روح ہی نفس ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ دو (۲) روحیں ہیں۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ روح نہایت لطیف چیز ہے جو کہ تمام بدن میں جاری وساری ہے۔ اور جو روح ماں کے پیٹ کے اندر بچہ میں فرشتہ پھونکتا ہے وہ جسم سے ملتے ہی نفس بن جاتی ہے اور جسم سے اتصال کے بعد روح کو اعلیٰ روح نہیں کہا جا سکتا۔ اسی طرح نفس بھی نہیں کہا جا سکتا۔ الحاصل روح نفس اور مادہ کی اصل ہے اور نفس اس سے اور اس کے بعد بدن کے ساتھ اتصال سے مرکب ہے۔ پس روح نفس ہے ایک وجہ سے، نہ کہ تمام وجوہ سے۔ یہ تو تھے اقوالِ مفسرین اب میں کہتا ہوں کہ:

﴿ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ ﴾

[پ: ۱۵، ع: ۹]

''کہہ (اے محمد ﷺ) روح میرے رب کے حکم میں سے ہے۔''

اس آیت کے مطابق روح بھی امر رب سے منجملہ دیگر مخلوق کے ایک مخلوق ہے۔ [1]

---

[1] تعیین روح کے متعلق علماء محققین نے کئی قول بیان کیے ہیں جنہیں ہم یہاں نہایت اختصار کے ساتھ بیان کیے دیتے ہیں۔ تفسیر اعظم التفاسیر میں تحت آیت ﴿ يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ ﴾ [پ: ۳۰، ص: ۲۷] پر لکھا ہے کہ:

۱:......روح فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے جو جثہ اور قد میں ساتوں آسمانوں اور زمین سے بڑا ہے اور دنیا کے بڑے بڑے ذی شان پہاڑ اس کے آگے نہایت پست و ذلیل ہیں۔

۲:......شعبی، ضحاک اور سعید رحمہم اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ روح سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

۳:......ابو صالح اور مجاہد فرماتے ہیں کہ روح اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے جو از قسم ملائکہ نہیں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی ایک حدیث مرفوع اسی کے قریب قریب منقول ہے۔ اس میں تنا زعدا تنا ہے کہ ان کے ہاتھ پاؤں اور سر موجود ہیں، جس طرح ہم کھاتے پیتے ہیں اسی طرح وہ بھی کھاتے پیتے ہیں۔

۴:......مقاتل بن حیان کہتے ہیں کہ روح سے اشراف ملائکہ مراد ہیں۔

۵:......ابن نجیح کہتے ہیں کہ وہ جماعت مراد ہے جن کے متعلق فرشتوں کی حفاظت ہے۔

۶:......حسن اور قتادہ رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ روح سے مراد بنی آدم ہیں۔

۷:......بعض کہتے ہیں کہ وہ بنی آدم کی ارواح ہیں جو دونوں نفخوں کے درمیان اپنے اجسام کی طرف رجوع کرنے سے قبل بارگاہِ رب العالمین میں صف باندھ کر کھڑی ہوں گی۔

۸:......زید بن اسلم کہتے ہیں کہ وہ قرآن مجید ہے۔

۹:......ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ روح ایک فرشتہ ہے جو تمام فرشتوں سے پیدائش میں اعظم تر ہے۔

۱۰:......ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ بھی کہتے ہیں کہ روح چوتھے آسمان پر وہ تمام آسمانوں اور زمیوں سے، پہاڑوں اور فرشتوں سے بڑی ہے۔ ہر دن بارہ ہزار تسبیح کیا کرتی ہے اس کی ہر تسبیح سے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے۔ وہ قیامت کے دن تنہا صف باندھ کر رب کے سامنے آئے گی۔ مگر علامہ ابن کثیر نے اس روایت کو غریب کہا ہے۔

۱۱:......ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روح اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے۔ اگر اُسے حکم کیا جائے کہ تو ساتوں زمینوں کو لقمہ بنا جا، تو وہ فوراً ایک لقمہ بنا جائے۔ اس کی تسبیح یہ ہے: ((سُبْحَانَكَ حَيْثُ كُنْتَ))

۱۲:......شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اپنی تفسیر میں تحت آیت ھذا فرماتے ہیں کہ روح اس لطیفہ درّا کہ مستفیط کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات کو عنایت فرمایا ہے خواہ آسمان ہو یا زمین حجر ہوں یا شجر وغیرہ۔

۱۳:......علامہ ابن حزم اندلسی نے اپنی کتاب ''الملل والنحل'' مطبوعہ حیدر آباد دکن جلد سوم از ص: ۴۵۹ تا ص: ۴۸۸ جسم و نفس پر بحث کرتے ہوئے ص: ۴۸۴ پر لکھا ہے کہ نفس و روح ایک ہی مسمی کے دو مترادف نام ہیں اور دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔

ان تیرہ اقوال سے یہ بات تو واضح ہوگئی کہ روح ایک مخلوق ہے جیسا کہ مصنف صاحب نے فرمایا ہے ⇦⇦⇦

اگرچہ بعض مفسرین نے روح سے مراد رُوحُ الْاَمِین یعنی جبرئیل علیہ السلام لی ہے لیکن ہمیں اس سے اختلاف ہے۔

اوّل:...... تو اس وجہ سے کہ جہاں بھی روح سے جبرائیل علیہ السلام مراد ہیں وہاں روح کو لفظ قدس کے ساتھ مقید کر دیا ہے جیسا کہ:

﴿ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ ﴾ [پ: ١٤، ع: ١١]

''کہہ (اے محمد ﷺ) اس کو تو اتارا ہے روح پاک نے۔''

﴿ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ﴾ [پ: ٧، ع: ٥]

''جس وقت کہ قوت دی میں نے تجھ کو ساتھ روح پاک کے۔''

دوم:...... اس وجہ سے کہ بعض مفسرین کے نزدیک مراد اس سے وہ جماعت ہے جو انسانی صورت پر ہے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ فرشتے ہیں کہ اور فرشتوں کو تو وہ دیکھتے ہیں لیکن اور فرشتے ان کو نہیں دیکھتے۔ پس وہ فرشتوں کے لیے ایسے ہی ہیں جیسے ہمارے لیے یہ فرشتے۔

سوم:...... اس وجہ سے کہ سنن ابوداؤد، جامع الترمذی، موطا امام مالکؒ اور مشکوٰۃ میں ہے کہ میدانِ عرفات [1] میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت پر ہاتھ پھیرا تو قیامت تک پیدا ہونے والی تمام روحیں چیونٹیوں کی شکل میں زرد، سفید اور سیاہ نکل آئیں، اور مسند احمد اور مشکوٰۃ میں ہے کہ ان کی الگ الگ جماعتیں نبیوں اور ولیوں کی

(بقیہ سابقہ صفحہ) لیکن اس کے آگے روح کے بارے میں مزید گفتگو کرنا لا حاصل اس لیے ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ایک امر کو مبہم رکھا اور انبیاء علیہم السلام تک کو اس کی حقیقت پر مطلع نہیں فرمایا اور نہ اس کے متعلق سوال کرنے کی اجازت دی تو امتیوں کو اس میں زیادہ غور و خوض کرنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے؟ اس میں زیادہ کاوش اور موشگافی کرنا فعلِ عبث اور حرکت لا طائل ہے۔

[1] تفسیر ابن کثیر میں تحت آیت: ﴿ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ ﴾ بحوالہ مسند احمد موقوف روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ''نعمان'' نامی میدان میں عرفہ کے دن پشت آدم سے تمام اولاد ظاہر فرمائی جو کہ تر زمین پر چیونٹیوں کی طرح تھی۔ ۱۲ [ابو محمد]

قائم کیں، اسی طرح مسلمانوں اور کافروں، نیکوکاروں اور بدکاروں کی الگ الگ کر کے سب کی وہی صورتیں بنائیں جو دنیا میں ہوں گی۔

اس سے ثابت ہوا کہ روح جداگانہ ایک مخلوق ہے جو پیدا شدہ ہے۔ لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ انسانوں کے سوا جو روحیں چوپایوں، پرندوں اور حشرات الارض میں ہیں یا جنوں اور فرشتوں میں ہیں وہ یہی روحیں ہیں یا جداگانہ ہیں اور یہی روح ماں کے پیٹ کے اندر یا انڈے کے اندر بچہ میں پھونک دی جاتی ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

﴿ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي ﴾ [پ: ۱٤، ع: ۳، پ: ۲۳، ع: ۱٤]

''اور پھونک دوں بیچ اس کے روح اپنی۔''

ایک اور جگہ ہے:

﴿ فَنَفَخْنَا فِيهَا مِن رُّوحِنَا ﴾ [پ: ۱۷، ع: ٦]

﴿ فَنَفَخْنَا فِيهِ مِن رُّوحِنَا ﴾ [پ: ۲۸، ع: ۲۰]

''پس پھونک دیا ہم نے بیچ اس کے روح اپنی کو۔''

یہاں یہ بات بھی صاف ہوگئی کہ رُوحِی اور رُوحِنَا کے یہ معنی نہیں کہ روح خداوندی میں سے ایک جزو یا ٹکڑا یا حصہ، بلکہ یہ معنی ہیں کہ ہماری مملوکہ اور مخلوقہ روح میں سے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ جو روح جس جسم میں ڈالی جاتی ہے وہ ازل ہی سے اس کے لیے مخصوص اور نامزد تھی۔ جیسا کہ اوپر بیان کی ہوئی احادیث و آیت:

﴿ وَنَفَخَ فِيهِ مِن رُّوحِهِ ﴾ [پ: ۲۱، ع: ۱٤]

''اور پھونکا اس میں روح اپنی سے۔''

سے ثابت ہے۔ یہ روح جب بچہ کے جسم میں پھونک دی جاتی ہے تو اس کے تمام اعضاء احشاء و جوارح میں سرایت کر جاتی ہے۔ پاؤں کی اُنگلیوں کی اور ہاتھوں کی اُنگلیوں کی ہر پور میں، سر میں، سینہ میں، غرض کہ ہر حصہ میں بھر جاتی ہے اور کالبد کی شکل

روحانی بچہ بن جاتی ہے، یہی روحانی انسان یا روحانی جانور ہے۔ اور روحانی بچہ، بچہ کی نشوونما کے ساتھ بڑھتا رہتا ہے۔ جب بچہ چھوٹا سا ہوتا ہے تو روحانی انسان بھی اسی قدو قامت کا ہوتا ہے اور جب بچہ بڑھ کر پانچ چھ فٹ کا ہوتا ہے تو یہ روحانی انسان بھی اسی قد وقامت کا ہو جاتا ہے اور یہ روحانی انسان ہی حقیقی انسان ہے۔ چنانچہ بعض بزرگوں نے مرنے والے کی روح کو ایک نورانی انسان کی شکل میں دیکھا ہے جو مرنے والے کے منہ سے نکل کر آسمان پر چلا گیا۔

مسلمانوں کا ایک عقیدہ ''مَعَاد'' ہے۔ معاد کے معنیٰ ''جائے بازگشت'' ''لوٹنے اور واپس جانے کی جگہ'' ہیں، اس کے یہی معنیٰ ہیں کہ روح جو آسمان سے آتی تھی وہ پھر اس دنیا سے واپس آسمان پر جائے گی اور جسم جو اس دنیا میں بنا تھا اسی جہاں میں رہ گیا۔ روح ہی سے عہد[1] اَلَسْتُ لیا گیا تھا، اور اسی سے باز پرس اعمال ہوگی۔ ارشاد ہے:

---

[1] عہد اَلَسْتُ، تفسیر ابن کثیر میں تحت آیت: ﴿ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا ﴾ کئی روایات منقول ہیں جن کا ماحصل یہ ہے کہ پیدائش آدم کے بعد اللہ تعالیٰ نے میدانِ عرفات یا نعمان میں عرفہ کے دن داہنے ہاتھ سے آدم علیہ السلام کی پیٹھ کو چھوا تو قیامت تک پیدا ہونے والی جتنی بھی روحیں تھیں سب چیونٹیوں کی مانند کئی رنگوں میں نکل آئیں جن میں کوئی اندھا، کوئی لنگڑا، کوئی خوبصورت، کوئی بہرہ، کوئی گونگا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے رب سے سوال کیا کہ یا رب العالمین! یہ سب برابر کیوں نہیں؟ فرمایا: اس لیے کہ میرا شکر ادا کریں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تمام روحوں سے سوال کیا کہ ﴿ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ﴾ یعنی کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب روحوں نے بیک زبان جواب دیا کہ ﴿ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا ﴾ ''ہاں ہم اقرار کرتے ہیں کہ تو ہمارا رب ہے۔'' پھر رب تعالیٰ نے فرمایا کہ: ﴿ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴾ [پ: ۹، رکوع: ۱۲] یعنی ''یہ عہد تم سے اس لیے لیا کہ کہیں قیامت کے روز تم یہ نہ کہہ دو کہ ہم تو اس سے بالکل بے خبر تھے۔'' ﴿ اَوْ تَقُوْلُوْا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ﴾ ''یا کہنے لگو کہ شرک تو پہلے سے ہمارے بڑے کرتے رہے اور ہم تو ان کے بعد ان کی نسلوں میں تھے۔'' مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تمام ذریات سے اپنے رب العالمین واحکم الحاکمین ہونے کا عہد لے کر اس کی وجہ بیان فرمائی کہ آدمؑ کی یہ ذریات انسان پیدا ہونے کے بعد اپنے کیے ہوئے عہد و پیمان کو مدنظر رکھ کر صرف میری ہی پرستش کرتے رہیں۔ صرف اکیلے مجھ ہی سے ہر قسم کی مرادیں مانگیں۔ ⇐⇐⇐

﴿ يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ﴾ [پ: ۳۰، ع:]

''یعنی اس دن کھڑی ہوگی روح اور فرشتے صف باندھ کر۔''

لیکن اس جہان میں روح نے جو کچھ کیا تھا وہ مشارکت جسم سے کیا تھا اس لیے جزا وسزا بھی جسم ہی کے ساتھ ہوگی۔

غرض کہ روح ایک پہلے سے پیدا شدہ مخلوق لطیف ہے جس میں ہر کالبد و قالب میں ڈھل جانے اور ہر شکل میں متشکل ہو جانے کی قدرت ہے۔ اب اگر قالب بھی لطیف ہے تو وہ روح اور کالبد مختلف اشکال میں متشکل ہو جائیں گے اور اگر جسم کثیف ہے تو متشکل نہ ہو سکے گا مثلاً انسان مٹی سے بنا ہے اس کا جسم کثیف ہے اگرچہ روح لطیف ہے لیکن جسم تبدیلی قبول نہیں کر سکتا۔ اور ملائکہ نور سے، جنات آگ سے بنے ہیں اُن کے اجسام بھی لطیف ہیں یہ متشکل ہو سکتے ہیں۔ پس ملائکہ و جنات کا مختلف شکلوں اور جسموں میں متشکل ہو جانا عقلاً ممکن ہے۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ جس طرح اور مخلوق ہے اسی طرح حوریں، غلمان اور ولدان مخلدون بھی مخلوق ہیں جن کی حقیقت و کیفیات کا ہمیں علم نہیں۔ ﴿ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ ﴾

(بقیہ سابقہ صفحہ) مجھ ہی کو اپنا مالک و خالق، رازق، عالم الغیب والشہادۃ، دور دراز کی خبر گیری کرنے والا، متصرف الامور مانیں۔ اور اگر کسی وقت شیطان کے بہکانے میں آ کر مجھے چھوڑ کر دوسروں کی پرستش کرنے، غیروں سے مرادیں مانگنے، غیروں کو عالم الغیب، غیروں کو متصرف الامور تسلیم کرنے لگیں اور اگر علماء حق میری آیات و فرامین کے ذریعہ ان کو ان غیر اسلامی اُمور سے منع کر دیتے تو ذریات آدم یہ نہ کہہ سکے کہ شرکیہ کام تو پہلے سے ہمارے بڑے کرتے چلے آئے ہیں، اس لیے ہم نے بھی اختیار کیا۔ یا پھر جب دن قیامت کے ذریات آدم انسانوں سے اس عہد شکنی پر میں سوال کروں تو یہ نہ کہہ سکیں کہ ﴿ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴾ ''ہم تو اس سے غافل تھے۔'' اسے کہتے ہیں عہد الست یا عہدِ میثاق اس کے متعلق ایک شاعر نے کہا ہے:

اَلَسْتُ تو نہ گر کہتا تو نہ میں قالوا بلیٰ کہتا
نہ کرتا تو مجھے پیدا نہ میں تجھ کو خدا کہتا

اس عہد کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمام روحوں کو حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ میں واپس لوٹا دیا۔

یہ سارا واقعہ قرآن مجید میں پ:۹، ع:۱۲ میں موجود ہے۔ [ابومحمد]

اسلام میں جنات کی صورتیں اور ان کی قدرت تبدیلی صور

ہم بتا آئے ہیں کہ ملائکہ و جنات میں تبدیلی صور کی قدرت ہے، رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اپنی اصلی صورت میں دو (۲) بار دیکھا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴾ [پ: ۲۷، ع: ۵]

''اُسے تو اس (محمد ﷺ) نے ایک مرتبہ اور بھی دیکھا تھا۔''

آیت ہذا کی تفسیر میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اصلی صورت میں دو (۲) بار دیکھا۔ اوّل تو اس وقت کہ جب شروع جبرائیل علیہ السلام وحی اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ..... الخ لے کر آئے۔ اور دوم اس وقت کہ جب جبرائیل علیہ السلام کی معیت میں معراج پر تشریف لے گئے، حضور ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کو اصلی شکل میں دیکھا تو جبرائیل کے چھ سو پر تھے اور جسامت نے آسمان کے کناروں کو ڈھکا ہوا تھا۔ اور جبرائیل علیہ السلام کا انسانی شکل میں آنا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا ان کو دیکھنا بھی حدیث شریف سے بالصراحت ثابت ہے۔ چنانچہ بحوالہ مسلم، مشکوٰۃ کی سب سے پہلی حدیث جس کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم (چند صحابہ) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے تھے کہ یکا یک ایک آدمی سفید کپڑوں اور سیاہ بالوں والا

آیا جسے ہم پہچانتے نہ تھے، اور نہ اس کی ظاہری حالت سے یہ معلوم ہوتا ہے تھا کہ یہ کوئی مسافر دور دراز سے آیا ہے کیوں کہ اس کے جسم و کپڑوں پر کسی قسم کا غبار نہیں تھا۔ آیا اور آ کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے بالکل قریب باادب دوزانو بیٹھ کر عرض کیا کہ:

((یَا مُحَمَّدُ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِسْلَامِ))

"یارسول اللہ ﷺ مجھے اسلام کی پاکیزہ تعلیم سکھایئے۔"

رسول اللہ ﷺ نے اُسے توحید و رسالت کے بعد اسلام کے دیگر ارکان بتائے تو اس شخص نے فرامین رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کی۔ اس پر ہم (صحابہؓ) متعجب ہوئے کہ سیکھتا ہے اور تصدیق بھی کرتا ہے؟ (یعنی انجان ہونے کی وجہ سے سیکھ رہا تھا تو تصدیق کیسی؟ کیوں کہ تصدیق کرنے کے لیے پہلے جاننا ضروری ہوتا ہے) پھر اس شخص نے ایمان کے بارہ میں سوال کیا تو حضور ﷺ نے ارکانِ ایمان کی تعلیم فرمائی۔ پھر اس شخص نے قیامت کے بارے میں سوال کیا تو حضور ﷺ نے لاعلمی کا اظہار فرمایا۔ (کیوں کہ یہ غیب کی بات ہے جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کب آئے گی؟) پھر اس شخص نے قیامت کی علامات دریافت کیں تو حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی نشانیاں بتائیں۔ اس کے بعد وہ شخص چلا گیا، حضور ﷺ نے تھوڑی دیر خاموشی اختیار فرمانے کے بعد مجھ سے فرمایا کے اے عمر! تو جانتا ہے کہ یہ کون شخص تھا؟ میں نے عرض کیا کہ:

((اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ))

"اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (ﷺ) ہی بہتر جانتے ہیں۔"

حضور ﷺ نے فرمایا کہ:

((فَاِنَّہٗ جِبْرَائِیْلُ اَتَاکُمْ یُعَلِّمُکُمْ دِیْنَکُمْ))

"یہ جبرائیل تھے جو کہ تمہارے پاس تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔"

یعنی تمہارے سامنے مجھ سے اس طرح سوالات کر کے جوابات حاصل کرنے کا مقصد جبرائیل علیہ السلام کا تم لوگوں کو دین سکھانا تھا۔

اسی طرح بکثرت احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ بعض صحابہ کرام کی موجودگی میں جبرائیل وحی لاتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھتے تھے لیکن دوسرے لوگ صرف اندازہ کرتے تھے یا بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کچھ آواز بھی سُن لیتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرشتوں کو دیکھنا اس حدیث سے بھی ثابت ہے کہ جو بخاری شریف میں حضرت رفاء بن رفع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی، آپؐ نے جب ((سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ)) کہا تو پیچھے ایک شخص نے بلند آواز سے یہ کلمات کہے: ((رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ)) بعد نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ کلمات کس نے کہے تھے؟ اس شخص نے عرض کیا کہ میں نے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تیں (۳۰) سے زائد فرشتوں کو دیکھا کہ وہ ان کلمات کو لکھنے کے لیے ایک دوسرے سے جلدی کر رہے تھے۔

نیز فرشتوں کا انسانی شکل میں آنا آیاتِ ذیل سے بھی ثابت ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام کے پاس فرشتہ انسانی شکل میں آیا تھا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاَرْسَلْنَاۤ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴾

[پ:۱٦، ع:۵]

''یعنی پھر ہم نے اس کے پاس اپنی روح (فرشتہ) کو بھیجا اور وہ اس کے سامنے پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا۔''

اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام کے پاس بھی فرشتے انسانی کالبُد میں آئے۔ ارشاد ہے کہ:

﴿ فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوۡطِ ۣالۡمُرۡسَلُوۡنَ o قَالَ اِنَّكُمۡ قَوۡمٌ مُّنۡكَرُوۡنَ o ﴾

[پ: ۱۴، ع: ۵]

''جب بھیجے ہوئے فرشتے آلِ لوط (علیہ السلام) کے پاس آئے تو لوط علیہ السلام نے کہا کہ تم لوگ تو کچھ اجنبی معلوم ہوتے ہو۔''

اسی طرح وہ احادیث کہ جن میں ملک الموت کا اچھی یا بری صورتوں میں آنا اور مرنے والے کا ان کو دیکھنا بتایا ہے، اس پر مزید ثبوت ہیں۔ نیز حضرت جرائیل علیہ السلام اکثر دحیہ کلبی [1] کی صورت میں وحی لایا کرتے تھے۔

حاصل یہ کہ جن مفسرین متقدمین کے نزدیک جنات جنسِ ملائکہ سے ہیں۔ ان کے خیال کے مطابق ان قرآنی و حدیثی حوالہ جات سے اجمالاً جنات میں تبدیلی صورت، ظہور و غیبت اور تھوڑی دیر میں مسافت بعیدہ طے کرنے کی قدرت الٰہیہ موجود ہے۔

جنات کی قدرتِ تبدیلی صور کے متعلق مزید سنئے: فتح الباری [2] شرح بخاری میں

---

[1] طبقات ابن سعد مطبوعہ حیدر آباد دکن حصہ نمبر ۷، صفحہ: ۲۸۹ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اُمیہ کے تین آدمیوں کو تشبیہ دی فرمایا کہ دحیہ کلبی جبرائیل علیہ السلام کے مشابہ ہیں، عروہ بن مسعود الثقفی عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے مشابہ ہیں اور عبدالعزیٰ دجال کے مشابہ ہیں۔ دحیہ کلبی بن خلیفہ زمانۂ قدیم میں اسلام لائے اور جنگِ بدر میں حاضر تھے۔ اس کے بعد بھی تمام غزوات میں آنحضور ﷺ کے ہم رکاب رہے اور حضور ﷺ نے قیصر کو اسلام کا دعوت نامہ بھیجا تھا اسے دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ ہی لے کر گئے تھے۔ خلافتِ معاویہ بن ابی سفیان (رضی اللہ عنہما) تک زندہ رہے۔ [ابو محمد]

[2] جس طرح صحیح بخاری شریف کے متعلق مشرق و مغرب کے جمیع علماء متقدمین و متاخرین کا فیصلہ ہے کہ ''اصح الکتب بعد کتاب اللہ'' کہ قرآنِ عزیز کے بعد روئے زمین پر تمام کتابوں سے زیادہ صحیح ترین حدیث کی مشہور کتاب صحیح بخاری ہے۔ اسی طرح جمہور علمائے سلف و خلف کے نزدیک بخاری شریف کی اُردو، عربی اور فارسی ایک سو ساٹھ شروح میں سے فتح الباری نہایت مستند و معتبر مانی جاتی ہے۔ یہ علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ المتوفی ۸۵۲ھ کی تصنیف لطیف ہے۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایئے کہ جب یہ لکھی جا رہی تھی تو سلاطین وقت نے اسے سونے سے تول کر خریدا تھا۔ چنانچہ ایک کتاب ''مدینہ کانفرنس'' کے نام سے ہے ۱۳۹۷ھ میں بہتر علماء کرام نے مدینہ شریف میں جمع ہو کر اسلام کے اسباب زوال و دافع اختلاف ⇐⇐⇐

ہے کہ:

((وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِي مَنَاقِبِ الشَّافِعِيِّ بِإِسْنَادِهِ عَنِ الرَّبِيعِ سَمِعْتُ الشَّافِعِيَّ يَقُولُ مَنْ زَعَمَ أَنَّهُ يَرَى الْجِنَّ أَبْطَلْنَا شَهَادَتَهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ نَبِيًّا وَهٰذَا مَحْمُولٌ عَلٰى مَنْ يَدَّعِي رُؤْيَتَهُمْ عَلٰى صُوَرِهِمُ الَّتِي خُلِقُوا عَلَيْهَا وَأَمَّا مَنْ يَدَّعِي أَنَّهُ يَرٰى شَيْئًا مِنْهُمْ بَعْدَ أَنْ يَتَصَوَّرَ عَلٰى صُوَرٍ شَتّٰى مِنَ الْحَيَوَانِ فَلَا يَقْدَحُ وَقَدْ تَوَارَدَتِ الْأَخْبَارُ بِتَصَوُّرِهِمْ فِي الصُّوَرِ))

''یعنی بیہقی نے مناقب شافعی میں اُن ہی کی اسناد کے ساتھ ربیع رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے سنا امام شافعی کہتے تھے کہ جو کوئی یہ گمان کرتا ہے کہ اس نے جن کو (اصلی شکل میں) دیکھا ہے تو ہم اُس کی گواہی باطل کر دیں گے، مگر یہ کہ نبی (کہنے والا) ہو۔ یہ بات اس پر محمول ہے کہ جو کوئی اُن (جنات) کو اصلی صورت پر کہ جن پر پیدا ہوئے ہیں، دیکھنے کا دعویدار

(بقیہ سابقہ صفحہ) کے لیے ایک مجلسِ مذاکرہ (کانفرنس) منعقد کی، جس کی مکمل روئداد بزبانِ عربی ''منتخب مختار الکونین'' کے نام سے قلم بند ہوئی۔ اس کا ایک قلمی نسخہ خواجہ غلام فرید کے کتب خانہ واقع چاچڑاں (صوبہ پنجاب) میں موجود ہے مولوی عبدالرحیم بن مولوی رحیم بخش صاحب (مسجد چینیانوالی لاہور) نے لے کر ۱۹۱۴ء میں اس کا اُردو ترجمہ ''مدینہ کانفرنس'' کے نام سے لاہور سے شائع کیا۔ اس کے صفحہ: ۱۸۷ پر تحت حاشیہ نمبر الکھا ہے کہ شیخ الاسلام امام ابن حجر عسقلانی نے جب اپنی شہرۂ آفاق کتاب فتح الباری تصنیف کی اور اس کی شہرت دیگر بلاد تک پہنچی تو اس وقت کے شاہِ اسپین اور والی یمن نے ایک ایک نسخہ سونے سے تول کر لیا۔ ہر آٹھویں روز تک جتنا حصہ کتاب کا تیار ہوتا اسی حساب سے اس کی قیمت ادا کر کے ان سلاطین کے سفراء اپنے اپنے بادشاہوں کو روانہ کر دیتے۔ فتح الباری کے بارے میں علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ اس کی تصنیف سے قبل امام بخاری علیہ الرحمۃ کا امت پر اداءِ حق واجب تھا، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بخاری شریف کی یہ مستند ترین شرح لکھ کر اُمت کی طرف سے بخاری علیہ الرحمۃ کا حق ادا کر دیا ہے۔ یہ کتاب آج ۱۳۸۴ھ بمطابق ۱۹۶۵ء کل مصر سے دو سو (۲۰۰) اور پاکستان میں پانچ سو (۵۰۰) روپے میں دستیاب ہوتی ہے۔ کاش! اب بھی مسلمانوں میں اہل ثروت حضرات ایسی نوادرات خرید کر اپنے دارالعجائب میں اہل تحدث بنعمت اللہ کرتے۔ [ابو محمد]

ہو لیکن جو کوئی یہ کہے کہ اس نے ایسی چیز کو دیکھا ہے کہ مختلف صورتوں میں جانداروں کے تبدیل ہو گئی ہے تو کوئی برا نہیں کیوں کہ اس بات پر احادیث وارد ہیں کہ وہ (جنات) مختلف صورتوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔''[1]

[1] جنات ہمیں دیکھتے ہیں، لیکن ہم جنات کو اُن کی اصلی صورت میں نہیں دیکھ سکتے۔ چنانچہ علامہ ابن حزم اندلسی اپنی کتاب ''الملل والنحل'' مطبوعہ حیدر آباد دکن، جلد سوم، صفحہ: ۲۹۹ میں لکھتے ہیں کہ ''یہ ہمیں دیکھتے ہیں اور ہم انہیں نہیں دیکھتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

﴿ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ﴾ [پ: ۸، ع: ۱۰]

''وہ (شیطان جو از قسم جن ہے) اور اس کا خاندان تمہیں اس طور پر دیکھتا ہے کہ تم لوگ انہیں نہیں دیکھ سکتے۔''

اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبر دی ہے کہ ہم انہیں نہیں دیکھ سکتے اب جو یہ دعویٰ کرے کہ اس نے اُنہیں (ان کی اصلی صورت میں) دیکھا ہے تو وہ کاذب ہے بجز اس کے کہ وہ انبیاء علیہم السلام میں سے ہو تو یہ اُن کا معجزہ ہوگا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے تصریح فرمائی ہے کہ آپؐ کے پاس (ایک مرتبہ) شیطان کود پڑا کہ آپ کی نماز میں خلل ڈالے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے اُسے پکڑ لیا۔ پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان (علیہ السلام) کی دعا یاد آ گئی، اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ ضرور جکڑا ہوا ہوتا کہ اسے اہل مدینہ دیکھتے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شیطان (جن) کے دیکھنے کا یہ حضور ﷺ کا معجزہ تھا۔ آنحضور ﷺ کی وفات کے بعد کسی کے جن کو اصلی شکل میں دیکھنے کی صحیح خبر کا امکان نہیں ہے۔ یہ اخبار یا تو منقطع ہیں (یعنی ان کی سند میں سے جا بجا راویوں کے نام محذوف ہے جس سے یہ مرسل سے بھی زیادہ غیر معتبر ہیں) یا اُن راویوں سے ہیں جن میں خیر نہ تھی بلفظہٖ'' [ابو محمد]

میرا ایک جن کو دیکھنا

میں ایک مرتبہ قصبہ گنور ضلع بدایوں میں اپنے ایک دوست حافظ معصوم علی صاحب کے یہاں مع متعلقین چند روز مہمان رہا، تو اُن کے ہاں ایک لڑکے کو دیکھا جس کا قد معمولی، رنگ سیاہ اور کچھ بدصورت تھا۔ یہ لڑکا گھر کا کام کاج کرتا تھا۔ اس کی عمر تقریباً گیارہ بارہ برس کی ہوگی۔ ضرورت پڑنے پر بازار سے یا دوسری جگہ سے کوئی چیز منگائی جاتی تو یہ صرف چند منٹ میں لے آتا۔ گرم روٹی پکتی ہوئی توے پر سے اُتار کر بلا تکلف منہ میں رکھ کر کھالیتا تھا۔ جب کسی شرارت پر اُسے مارنے کے لیے ہاتھ اُٹھایا جاتا تو یہ چھت پر بیٹھا ہنستا نظر آتا تھا اور جب آنے کو کہا جاتا تو طرفۃ العین میں پاس نظر آتا تھا اور کبھی سامنے سے خود بخود غائب ہو جاتا اور کبھی نہایت لمبا آدمی بن کر سامنے آجاتا پھر اُسی وقت اصلی صورت (لڑکے کی شکل) میں آجاتا۔ جب ہم نے حقیقت دریافت کی، تو گھر والوں نے بتایا کہ ایک چھوٹا سا بچہ لاوارث خود بخود ہمارے ہاں آگیا تھا۔ ہم نے بیٹے کی طرح پال لیا۔ پھر اس نے بتایا کہ اُس کے ماں باپ مرگئے ہیں اور وہ جن ہے۔

اب میرے پاکستان آنے کے بعد کچھ حال معلوم نہیں کہ وہ اب ان کے ہاں ہے یا نہیں۔

﴿ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴾

[پ: ۱۸، ع: ٦]

’’اور دعا کر کہ اے میرے پروردگار! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔‘‘

مسند امام احمد میں آنحضرت ﷺ کی سوتے وقت کی ایک دعاء منقول ہے جس کے آخری الفاظ یہ ہیں:

﴿ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيٰطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنَo ﴾

''اے میرے پروردگار! میں پناہ چاہتا ہوں تیری، شیاطین کے وسوسوں سے اور اس سے کہ وہ میرے پاس آئیں۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کی ایک جن سے ملاقات ہوئی۔ جن نے کہا کہ اگر تو مجھ سے کشتی لڑ کر مجھے گرا دے گا تو میں تجھے ایسی آیت سکھا دوں گا کہ جب تو اُسے پڑھ لے گا تو شیطان تیرے پاس نہیں آئے گا۔ اب کشتی ہوئی تو اُس آدمی نے جن کو پچھاڑ دیا۔ اس شخص نے جن سے کہا کہ تو بہت کمزور و بزدل ہے اور تیرے ہاتھ تو کتے جیسے ہیں۔ کیا سب جنات ایسے ہی ہوتے ہیں یا صرف تو ہی ایسا ہے؟ اس جن نے کہا کہ میں تو سب سے زیادہ قوی ہوں۔ پھر دوبارہ کشتی ہوئی تو دوبارہ بھی جن ہار گیا۔ اِلیٰ اٰخِرِ الحَدِیْث

کہا گیا ہے کہ وہ آدمی حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ دَیْرَبِیُ [1] نے لکھا ہے کہ حضرت سعید بن مسیّب کو مومن جنوں میں سے ایک مومن جن نے ایسا حجاب بتایا تھا کہ جس کے پڑھنے یا پاس رکھنے سے انسان جنوں، شیطانوں، عفریتوں سے محفوظ رہتا ہے۔

حدیث میں ہے کہ بمقام نخلہ نبی علیہ السلام نماز میں قرأت فرما رہے تھے تو نصیبین کے جن آنحضرت ﷺ کے اِردگرد بھیڑوں کی شکل میں جمع ہو کر قرآن سنتے رہے۔

---

[1] دیربی...... پورا نام احمد دیربی ہے۔ مذہباً شافعی ہیں اور قاہرہ (مصر) کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے ۱۱۲۳ھ میں ایک کتاب بنام ''فتح الملك المجيد المؤلف لنفع العبيد و قمع كل جبار عنيد'' لکھی جسے فرم ملک سراج الدین لاہور نے مصری مطبوعہ عربی نسخہ کا مولوی بشارت علی خان کے اُردو ترجمہ کے ساتھ بنام ''مجربات دیربی'' اپنے ہاں سے شائع کیا۔ مصنف محترم کا ذکر کردہ واقعہ اسی دیربی مترجم مطبوعہ لاہور کے ص:۲۱۹ پر موجود ہے۔ [ابومحمد]

اور حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ ایک مقتول (جن) کے جھگڑے کا فیصلہ فرمانے تشریف لے گئے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ساتھ گئے تو دیکھا کہ (کرگس) گدھوں کی طرح کے جانور اُڑتے ہوئے آ رہے ہیں۔ پھر ان میں شور ہونے لگا۔ قرآن مجید میں ہے کہ:

﴿ طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ الشَّيٰطِينِ ﴾ [پ: ۲۳، ع: ۷]

''یعنی (زقوم تھہر کے) خوشے شیطانوں کے سروں جیسے ہوتے ہیں۔''

سب سے آخر میں سورۂ ص کی یہ آیت لکھتا ہوں:

﴿ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَأَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ ﴾

[پ: ۲۳، ع: ۱۲]

''ہم نے سلیمان (علیہ السلام) کی آزمائش کی اور ان کے تخت پر ایک جسم ڈال دیا۔ پھر اس نے رجوع کیا۔''

اس کی تفسیر میں تمام مفسرین نے لکھا ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری کھو گئی یا باختلافِ روایت کسی جن کو مل گئی تو وہ جن سلیمان علیہ السلام کی شکل وصورت میں آ کر اُن کی کرسی پر بیٹھ گیا اور چالیس دن تک بادشاہت کرتا رہا اور کسی شخص نے بھی نہ پہچانا یہاں تک کہ وہ انگوٹھی حضرت سلیمان علیہ السلام کو واپس مل گئی۔

اس آیت سے جنات کا اپنی شکل وصورت بدل لینا اور دوسری کسی شکل یا بھیس میں آ جانا ثابت ہو گیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن ابلیس انسان کی صورت میں آیا، جھنڈا لیے لشکر سمیت تھا۔

شیطان نے جب لشکرِ ملائکہ کو دیکھا تو بھاگا۔ حارث بن ہشام نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تو وہ حارث کے سینہ پر گھونسا مار کر بھاگ گیا۔

کثرتِ جنات

یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ بلحاظ تعداد جن انسانوں سے بہت زیادہ ہیں۔

اس کا ثبوت ایک تو وہ حدیث شریف ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ہر آدمی کے ساتھ ایک شیطان ہے۔

دوسری روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے کہ ہر آدمی کے ساتھ اس کا ایک قرین موکل ہے۔

تیسری ابن ابی حاتم کی یہ عبارت کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ''جا اے شیطان! بنی آدم میں جتنی اولاد ہوگی اتنی ہی تیرے ہاں بھی ہوگی۔''

ان روایات سے اولادِ آدم اور اولادِ شیطان کی تعداد کی مساوات ثابت ہوئی۔ لیکن وہ جنات جو حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے تھے اور ان کی اولاد میں توالد و تناسل بھی ہے یہ سب مل کر انسانوں سے بہت زیادہ ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ سورۂ انعام کی آیت میں اسی کثرت کا ذکر کیا گیا ہے کہ:

﴿ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْإِنْسِ ﴾ [پ: ۸، ع: ۲]

''یعنی اے جماعت جنات! تم انسانوں سے زیادہ ہو گئے ہو۔''

جن اور کالے کُتے

احادیث سے ثابت ہے کہ شیطان سیاہ کتے کے بھیس میں آتا ہے، سیاہ کتا مار ڈالا جائے، سیاہ کتا نمازی کے سامنے سے گزر جائے تو نماز نہیں ہوتی اس لیے کہ وہ شیطان ہوتا ہے اور جن چھ (۶) جانوروں [1] کو فاسق بنا کر اُن کے مار ڈالنے کا حکم ہے، اُن میں سیاہ کتا بھی ہے۔ [مسلم شریف]

شیخ عبدالوہاب شعرانی نے ''الیواقیت والجواہر'' میں مسجد کے اندر جن سے اپنی ملاقات لکھی ہے جس نے کتے کی شکل میں آ کر کچھ علمی سوالات کیے تھے۔

مجھے ایک شخص نے بتایا کہ وہ چند روز تک ایک سیاہ کتے کے سامنے کچھ الفاظ بطورِ عمل پڑھتا رہا، پھر ختم عمل پر مکان کے اندر بند کمرے میں وہی الفاظ پڑھے تو ایک آدمی سامنے آ گیا اور بتایا کہ میں وہی ہوں جو کتے کے بھیس میں تھا۔

دعوتِ سگِ اصحاب کہف:

یہ ایک عمل کا نام ہے جسے بہت سے لوگ جانتے اور کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں بھی جانتے ہیں، میرا بھی کئی مرتبہ کا کیا ہوا ہے۔ وہ یہ کہ جمعرات کو دن میں کسی وقت کسی

---

[1] حرمین شریفین مکۃ المکرمہ اور مدینۃ المنورۃ میں اور ان کے علاقائی حدود میں بارہ مہینے ہر قسم کا شکار کرنا، قتل وخون کرنا یا لکڑی وغیرہ کاٹنا ممنوع ہے لیکن چھ جانوروں چیل، کوا، کتا، چوہا، بچھو اور سانپ کو مار ڈالنے کی شریعت نے صرف اجازت ہی نہیں دی بلکہ حکم صادر فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو: مسلم شریف مطبوعہ مکتبہ سعودیہ، کراچی، ج:۳، ص:۱۹۴ [ابو محمد]

سیاہ کتے سے کہہ آتے ہیں کہ آج ہمارے ہاں قطمیر [1] (اصحاب کہف کے کتے کا نام

[1] قطمیر یہ اصحاب کہف کے کتے کا نام ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں پارہ نمبر ۱۵، سورۃ کہف میں بالتفصیل موجود ہے۔اس کتے کا واقعہ بھی عجیب وغریب ہے۔ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے، تفسیر ابن کثیر میں ہے اسے ملاحظہ فرمایئے۔مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم بھی کچھ کتے کے بارے میں عرض کر دیں۔ کتے کو عربی زبان میں کلب، فارسی میں سگ کہتے ہیں۔ یہ نہایت ہی جان نثار صابر وشاکر، منکسر المزاج، نمک حلال، فرض شناس، آقا نواز، شب بیدار اور از حد وفادار ہوتا ہے۔حضرت حسن بصریؒ (مشہور تابعی) فرماتے ہیں کہ کتے میں دس خصلتیں ایسی ہیں کہ وہ ہر مومن کو اختیار کرنی چاہئیں:

۱:......اکثر اوقات تھوڑی غذا پر قناعت کر کے بھوکا رہتا ہے، یہ علامت صالحین اور صابرین سے ہے۔

۲:......اس کا کوئی مستقل مکان نہیں ہوتا، یہ علات متوکلین سے ہے۔

۳:......رات کو بہت کم سوتا ہے، یہ علامت شب بیداری سے ہے۔

۴:......جب مرتا ہے تو کوئی میراث نہیں چھوڑتا، یہ علامت زاہدین سے ہے۔

۵:......ادنیٰ جگہ رہنے پر راضی ہو جاتا ہے، یہ علامت متواضعین سے ہے۔

۶:......اپنے مالک کو نہیں چھوڑتا گو وہ اس پر کتنی ہی زیادتی کرے، یہ علامت مریدانِ صادقین سے ہے۔

۷:......اس کی جائے رہائش پر اگر کوئی دوسرا قابض ہو جاتا ہے تو اس کو چھوڑ کر دوسری جگہ چلا جاتا ہے، یہ علامت راضیین سے ہے۔

۸:......اس کو ماریں، پھر ٹکڑا ڈالیں فوراً آ جاتا ہے، مار کا کینہ نہیں رکھتا، یہ علامت خاشعین سے ہے۔

۹:......کھانا سامنے رکھا ہوا دیکھتا ہے تو دور بیٹھا تکتا رہتا ہے، یہ علامت مساکین سے ہے۔

۱۰:......کسی مکان سے جب کوچ کر جاتا ہے تو پھر اس کی طرف التفات نہیں کرتا، یہ علامت محزونین سے ہے۔

صحیفۂ اہل حدیث کراچی، مجریہ ۱۹ شعبان ۱۳۸۰ھ

شریعتِ اسلام نے کالے کتے کو مار ڈالنے اور دیگر رنگ کے کتوں کو بوقتِ ضرورت مال وجان اور کھیتی باڑی کی حفاظت کے لیے پالنے یا رکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے لیکن گھر میں رکھنا منع ہے کہ اس کی وجہ سے گھر میں رحمت کا فرشتہ نہیں آتا۔ یورپ میں کتے کو اہم مقام حاصل ہے اسے نہایت شوقیہ طور پر پالا جاتا ہے اور یورپین اور بعض ایشیائی حکومتیں تو اس سے سراغ رسانی کا بھی کام لے رہی ہیں۔ ایشیا کے بعض ممالک مثلاً سیلون، ملایا اور انڈیا وغیرہ میں بھی اسے بڑی اہمیت دی جا رہی ہے۔ چنانچہ ستمبر ۱۹۵۵ء میں پونا (انڈیا) میں کتوں کی نمائش ہوئی جس میں جج کے فرائض اسکاٹ لینڈ کے بیاسی سالہ بوڑھے ''جمیز گرو'' نے انجام دیے اور جمیز گرو اب تک اس طرح کی یورپ وایشیا کی ۲۱۸۲ کتوں کی نمائشوں اور مقابلوں میں جج کے فرائض انجام دے چکے ہیں۔ مینا پولس (امریکہ) کے سرکاری ہسپتال میں مارچ ۱۹۵۵ء میں ایک دن کے مریض کا لڑکا داخل کیا گیا جس کے دل میں تین سوراخ تھے۔ڈاکٹروں نے لڑکے کا آپریشن اس طرح کیا کہ پہلے کتے کو کاٹ کر اس کا ⇦⇦⇦

ہے) کی دعوت ہے تم رات کو آ کر کھانا۔ پھر بعد مغرب مکان میں کسی برتن میں دروازہ کے قریب کھانا رکھ دیتے ہیں وہ کتا آتا ہے اور کھانا کھا جاتا ہے بشرطیکہ کوئی آنے سے مانع نہ ہو یا دروازہ بند نہ ہو۔ الیٰ آخِرِهٖ

غرض کہ شیطان و جنات اکثر کالے کتے کے بھیس میں انسانوں کے سامنے نمودار ہوتے ہیں۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) پھیپھڑا نکال کر لڑکے کے دل کی جگہ رکھ کر دل باہر نکالا، اس کے تینوں سوراخ بند کر کے پھر واپس اپنی جگہ پر رکھ کر کتے کا پھیپھڑا نکال لیا۔ لڑکا دو ماہ میں ٹھیک ہو گیا۔

نیز پلوٹارک المتوفی ۱۲۰ء نے اپنی کتاب السیر جلد اول میں لکھا ہے کہ رومی (غیر اسلامی مذہب والے) اپنے ایک تہوار میں کتے کی قربانی کرتے ہیں، اور یونانی بھی جوان کتوں کو نذر کے طور پر بھینٹ چڑھایا کرتے ہیں۔ (حلال وحرام، ص: ۲۸، ۲۹) [ابو محمد]

جنات اور سانپ

توراۃ وانجیل سے شیطان کے جنت میں داخل ہونے کی شکل بتائی گئی ہے اور اکثر مفسرین نے اسرائیلیات سے لے کر نقل کی ہے، وہ یہ ہے کہ شیطان سانپ بن کر یا سانپ کے منہ میں بیٹھ کر داخل ہوا تھا۔ اس سے قدرت تبدیلیٔ صور کے سوا جنات کا سانپ سے ایک تعلق ثابت ہوتا ہے۔

بعض مفسرین کا یہ بھی قول ہے کہ جنات کی ایک قوم سانپ بنادی گئی تھی۔ اور ایک حدیث ہم پہلے لکھ آئے ہیں جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جنات کی ایک قسم سانپ ہے۔

"دلائل النبوۃ"[1] میں ہے کہ چند صحابہ حج کو جارہے تھے، ان میں صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ راستہ میں ایک سفید سانپ کو لوٹتے ہوئے دیکھا، اس میں سے مشک کی خوشبو آرہی تھی۔ صفوان رضی اللہ عنہ بن معطل کہتے ہیں کہ میں وہیں ٹھہر گیا۔ جب سانپ مر گیا تو میں نے ایک سفید کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا اور رات کے کھانے کے وقت قافلہ میں جا ملا۔ ہمارے پاس چار عورتیں مغرب کی طرف سے آئیں اور پوچھا کہ عمرو کو کس نے دفن کیا ہے؟ میں نے کہا: کون عمرو؟ انہوں نے کہا کہ تم میں سے کسی نے ایک سانپ کو دفن کیا ہے؟ میں نے کہا: ہاں میں نے دفن کیا ہے۔ کہنے لگیں: اللہ کی قسم! تم نے بڑے روزہ دار اور پختہ نمازی کو دفن کیا ہے جو تمہارے نبیؐ کو مانتا تھا جس نے تمہارے نبی کے نبی ہونے سے چار سو سال پہلے آسمانوں پر اُن کی صفت سنی تھی۔

---

[1] یہ کتاب علامہ حافظ الحدیث احمد بن عبداللہ بن احمد اصبہانی المتوفی ۲۰ محرم ۴۳۰ھ کی تصنیف ہے۔ [ابو محمد]

دوسری روایت میں ہے کہ یہ مدفون سانپ اُن نوجنوں میں سے تھا جو وفد بن کر رسول اللہ ﷺ کا وادی بطن النخلہ میں قرآن سننے آئے تھے اور اس مدفون جن کا اُن نو جنات میں سے سب سے آخر میں انتقال ہوا تھا۔

ابو نعیم [1] میں ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگے کہ یا امیر المؤمنین! میں جنگل میں تھا، دیکھا کہ دو (۲) سانپ آپس میں خوب لڑے اور ایک نے دوسرے کو مار ڈالا، پھر میں اس جگہ گیا جہاں بہت سے سانپ قتل کیے ہوئے پڑے تھے۔ مجھے بعض میں سے اسلام کی خوشبو آئی تو میں نے ہر ایک کو سونگھا تو ایک زرد رنگ کے سانپ میں سے اسلام کی خوشبو آنے لگی۔ میں نے اپنے عمامہ (صافہ) میں لپیٹ کر اُسے دفن کر دیا اور چل دیا۔ راستہ میں ایک آواز آئی کہ اے اللہ کے بندے! تجھے اللہ کی طرف سے ہدایت کی گئی، یہ دونوں سانپ جنات کے قبیلہ بنوشیصبان اور بنو قیس میں سے تھے۔ ان دونوں میں جنگ ہوئی۔ جتنے قتل ہوئے وہ تم نے دیکھ لیے۔ ان ہی میں سے ایک شہید جن کو تم نے دفن کیا، یہ وہ تھا جس نے خود رسول اللہ ﷺ کی زبان سے وحی الٰہی سُنی تھی۔

عبداللہ بن برزی کا واقعہ ابن عساکر میں ہے کہ عبداللہ بن برزی بڑے بزرگ ولی اللہ یک چشم تھے۔ سلیمان بن یزدان سے ان کی آنکھ کے جانے کا سبب پوچھا کرتے تھے۔ لیکن وہ بتانے سے انکار کیا کرتے تھے۔ اسی طرح کئی مہینے گزر گئے۔ آخر میں عبداللہ بن برزی نے کہا کہ تم نہیں جانتے ہو تو سنو۔ ایک دن دو خراسانی میرے پاس آ کر کہنے لگے کہ آپ ہمیں برزہ کی وادی میں پہنچا دیں، میں برزہ کی وادی میں لے گیا جو دمشق کے پاس ایک شہر ہے۔ وادی میں پہنچ کر انہوں نے تھیلوں میں سے انگیٹھیاں نکال کر آگ پر بخور جلائے اور کچھ پڑھنے لگے۔ بخور کی خوشبو سے وادی مہک اُٹھی تو ہر طرف سے سانپ

---

[1] یہ کتاب بھی علامہ حافظ الحدیث احمد بن عبداللہ بن احمد اصبہانی المتوفی ۱۰ محرم ۴۳۰ھ کی تصنیف ہے۔ [ابو محمد]

آنے شروع ہو گئے۔ لیکن انہوں نے کسی کی طرف توجہ نہ کی۔ آخر میں ایک سانپ آیا جو ہاتھ بھر لمبا تھا۔ اس کی آنکھیں سونے کی سی تھیں۔ اُسے دیکھ کر اُنہوں نے کہا: اللہ کا شکر ہے کہ ہماری سال بھر کی محنت ٹھکانے لگی۔ پھر انہوں نے سلائی اس سانپ کی آنکھوں میں پھیر کر اپنی آنکھوں میں پھیر لی۔ یہ دیکھ کر میں نے کہا: میری آنکھوں میں بھی سلائی پھیر دو۔ انہوں نے منع کیا۔ آخری میری منت سماجت پر انہوں نے میری سیدھی آنکھ میں وہ سلائی پھیر دی۔ اب جو میں نے دیکھا تو مجھے زمین ایک شیشے کی طرح نظر آنے لگی اور مجھے زمین کے اندر کی تمام چیزیں ایسی نظر آتی تھیں جیسے زمین کے اوپر کی۔ پھر مجھ سے کہا کہ تم ہمارے ساتھ آگے تک چلو۔ میں ساتھ چلا۔ جب جنگل میں پہنچے تو دونوں نے مجھے باندھ کر ڈال دیا اور انگلی ڈال کر میری آنکھ نکال کر پھینک دی اور چلے گئے۔ میں چیختا چلاتا رہا۔ پھر جب ایک قافلہ اُدھر سے گزرا تو انہوں نے مجھے کھولا اور میں واپس آیا۔

سانپوں کی باتیں

یہ بات احادیث وآثار سے ثابت ہے کہ جنات عموماً سانپوں کے بھیس میں ظاہر ہوتے ہیں اور اکثر ظاہر ہو کر غائب ہو جاتے ہیں، سانپ کے کان نہیں ہوتے اس وجہ سے وہ سنتا نہیں اور کانوں کا کام آنکھوں سے لیتا ہے۔ لیکن تجربہ بتاتا ہے کہ سانپ بغیر کانوں کے سنتا ہے۔ چنانچہ بین کی آواز سن کر بل سے باہر نکل آتا ہے۔ اور جب وہ عہد یاد دلایا جاتا ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام سے کیا تھا اور کہا جاتا ہے کہ تم یہاں سے چلے جاؤ ورنہ نقصان اُٹھاؤ گے تو فوراً چلا جاتا ہے۔

۱:...... سی، او، ڈی ہلس [۱] انسپکشن بنگلہ پر میرے خویش رہتے ہیں، جہاں آج کل میں مقیم ہوں، یہاں بکثرت سانپ نکلتے تھے اور شاید ہی کوئی دن خالی جاتا ہو ورنہ دو ایک سانپ ضرور ہی نکلتے۔

ایک مرتبہ میں نے ایک عمل کیا اور سیاہ رنگ کے سانپ سے کہا کہ تم سب یہاں سے چلے جاؤ۔ اس دن سے اب تک تقریباً ایک سال ہو گیا اور کوئی سانپ نہیں نکلا۔

یہ بھی مشہور ہے کہ سانپ خود نہیں مرتا جب تک کہ اُسے کوئی مار نہ ڈالے یا کوئی زخم نہ آ جائے۔ کہا جاتا ہے کہ جب سانپ کی عمر سو (۱۰۰) برس کی ہو جاتی ہے تو اُڑنے لگتا

---

[۱] یہ کراچی نیشنل اسٹیڈیم کے متصل انسپکشن بنگلہ ایک پہاڑی پر واقع ہے، جہاں محترم مصنف صاحب کے داماد عزیز محمد ابراہیم صاحب عثمانی ایگزیکٹو انجینئر فلٹر پلانٹ رہتے ہیں۔ محترم مصنف صاحب جن دنوں یہ کتاب لکھ رہے تھے وہیں کچھ دن بطورِ مہمان کے قیام فرمایا۔ یہ بنگلہ پرشکوہ وہموار ایک اونچی پہاڑی پر ہے جہاں سے تقریباً کراچی کی آبادی بڑے اچھے طور پر نظر آتی ہے۔ [ابو محمد]

ہے۔

۲:......ایک مرتبہ سردی کے موسم میں تقریباً دس (۱۰) بجے دن کے سانپ کے اُڑنے کا شور ہوا تو میں نے دیکھا کہ سیاہ سانپ تقریباً ڈیڑھ گز لمبا شمال سے جنوب کو اس طرح اُڑتا ہوا جا رہا ہے جس طرح زمین پر لہراتا ہوا جاتا ہے اور منتہائے نظر تک لوگوں نے اپنی قوتِ بینائی کے مطابق دیکھا۔ ان دیکھنے والوں میں عورتیں، مرد، جوان، بوڑھے اور بچے سبھی شامل تھے ان ہی میں مولانا یوسف حسین صاحب ساکن خانپور ضلع ہزارہ بھی تھے۔

۳:......ایک مرتبہ اسی مدت میں سی، او، ڈی ہلس انسپکشن بنگلہ پر تھا کہ ایک سانپ اُڑتا ہوا آیا اور فلٹر پلانٹ پر کھڑے ہوئے ایک شخص کے سینہ سے ٹکرا کر زمین پر گر گیا۔ لوگوں نے اُسے مار ڈالا۔ یہ سانپ تین فٹ لمبا سفید رنگ کا تھا۔ اس کے چھوٹے چھوٹے دو پر تھے۔

۴:...... پرانے لکھے پڑھے لوگوں میں یہ قصہ بہت مشہور ہے کہ شاہ اہل اللہ برادر شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ بیٹھے ہوئے لکھ رہے تھے کہ ایک چھوٹا سانپ ان کے قریب آ گیا۔ انہوں نے قلم سے اس کا سر کچل کر باہر پھینک دیا، تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص نے آ کر نمازِ جنازہ پڑھا دینے کی درخواست کی۔ یہ ساتھ ہو لیے، اس نے شہر سے باہر لے جا کر ایک خیمہ میں جو عدالت کی طرح تھا حاکم کے سامنے پیش کر کے کہا قاتل حاضر ہے۔ پھر اُن (شاہ اہل اللہ) سے قتل کا سوال کیا، ان کے انکار پر ایک جنازہ دکھایا گیا جس کے سر پر زخم تھے، انہوں نے پھر بھی انکار کیا، تو پوچھا گیا کہ کیا تم نے آج کوئی سانپ مارا ہے؟ تو انہوں نے اقرار کیا، اس پر کہا گیا کہ وہی مقتول ہے جو سانپ کے بھیس میں تھا۔ انہوں نے اپنی بریت کے لیے یہ حدیث پڑھی:

((مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ))

''کہ جو جس قوم کی مشابہت کرے وہ اسی میں سے ہے۔''

اس پر حاکم نے کہا کہ جس وقت نبی ﷺ نے یہ فرمایا تھا میں اس وقت حاضر خدمت تھا۔[1]

اس کے بعد شاہ صاحب کو بری کر کے انہیں گھر تک پہنچانے کا حکم دیا۔ بعض لوگ اس قصہ کو شاہ ولی اللہ صاحب اور بعض اسے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی طرف بھی منسوب کرتے ہیں۔ اس قصہ سے جنات کے سانپ بھیس میں آنے کے سوا جنوں کی بڑی بڑی عمریں ہونے کا بھی ثبوت ملتا ہے۔

۵:......تذکرہ غوثیہ مصنفہ حسن گل پشاوری میں لکھا ہے کہ غوث علی شاہ[2] کے دادا

---

[1] محترم الحاج مفتی عبدالجبار صاحب دہلوی نے ماہِ فروری ۱۹۶۵ء بمطابق ماہِ شوال ۱۳۸۴ھ میں ایک خوشی کے موقع پر اپنے پرانے رفیقوں محترم حاجی محمد اسحاق صاحب چاندی والے ساکن فارمیسی بلڈنگ عقب ملک ٹینٹ ہاؤس، برنس روڈ کراچی و حاجی عبدالخالق صاحب بن حاجی محمد اسحاق صاحب چاندی والے ساکن پراچہ مینشن گلی نمبرا، برنس روڈ کراچی۔ وغیرہ کی دعوت طعام کی۔ کھانے کے بعد معزز مہمانوں اور میزبانوں کے مابین گفتگو ہوئی اس وقت راقم بھی بحیثیت خادم موجود تھا۔ محترم مہمانوں نے بتایا کہ ایک طالب علم عبدالرحمٰن نامی بنگالی مدرسہ دارالکتاب والسنۃ صدر بازار دہلی میں مولانا عبدالوہاب صاحب کے پاس پڑھتا تھا اور جنوں کے اُتارنے کا ماہر تھا یہاں تک کہ لوگ اُسے عبدالرحمٰن جنی کہتے تھے۔ اپنے اہل حدیث ہونے کا واقعہ بیان کیا کرتا تھا کہ ایک مرتبہ میں نے ایک صاحب پر سے جن کو اُتارا اور اس جن سے پوچھا کہ تیری عمر کتنی ہے؟ اس نے بتایا کہ میں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بچشم خود دیکھا ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ بتاؤ وہ نماز کس طرح پڑھتے تھے یعنی عندالرکوع و عندالرفع رفع الیدین کرتے تھے یا نہیں؟ جن نے کہا کہ تمام صحابہ کرام رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رفع الیدین کرتے تھے لہٰذا میں نے اسی دن سے اہل حدیث طریقہ پر نماز شروع کر دی اور میں اہل حدیث ہوگیا۔ اس روایت کے راوی دونوں متقی و پرہیز گار ہیں۔ [ابومحمد]

[2] یہ نام اور اس قسم کے دیگر نام رکھنے عنداللہ وعندالرسول ممنوع ہیں۔ غوث صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور کوئی غوث نہیں ہے۔ غوث کے معنی مصباح اللغات ص:۵۹۸ میں فریادرس، مدد کرنے والا، اعانت کرنے والا لکھے ہیں اور اللہ کے علاوہ کسی کو فریادرس کہنا اور سمجھنا شرک ہے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ: ((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الذَّنْبِ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ قَالَ اَنْ تَدْعُوَا لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ))[مشکوٰۃ :باب الکبائر] ''عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ کہا ایک شخص نے ⇐⇐⇐

کے بھائی برطانیہ کی فوج میں ملازم تھے۔ کہیں ایک مقام پر پڑاؤ ہوا وہاں دو فوجیوں کو ایک سانپ نے کاٹ لیا، وہ مر گئے۔ اس پر انہوں نے بہت سے برتنوں میں دودھ بھر کر رکھوایا اور ایک چوکی پر کپڑا بچھا کر چینی کے پیالہ میں دودھ رکھ کر سبز رنگ کا ریشمی رومال ڈھک دیا اور کچھ پڑھا تو ہزار ہا سانپ آ کر جمع ہو گئے لیکن کسی نے دودھ نہ پیا۔ آخر میں ایک چھوٹا سا سانپ سیاہ سانپ پر سوار ہو کر آیا۔ یہ سانپوں کا بادشاہ تھا۔ یہ سانپ پر سے اُتر کر چوکی پر آ گیا، انہوں نے پیالہ پر سے رومال ہٹایا تو اس نے دودھ پینا شروع کر دیا۔ اُس وقت اُن تمام سانپوں نے بھی دودھ پینا شروع کر دیا۔ جب بادشاہ نے دودھ پی لیا تو انہوں نے (عامل نے) مجرم سانپ کے بلانے کو کہا، اُسی وقت دو سانپ واپس گئے اور تیسرے سانپ کو اپنے بیچ میں لے کر آ گئے تو عامل نے اس سبز رومال کو بیچ میں سے چیر کر دو کر دیا۔ اور رومال کے چیرنے کے ساتھ وہ مجرم سانپ بھی چر کر دو ہو گیا اور مر گیا۔ اس کے بعد تمام سانپ اسی طرح واپس چلے گئے جس طرح آئے تھے۔

۶:...... Doctor Pole Brinton (ڈاکٹر پول برنٹن) اپنی کتاب A Search In Secret Egybt (اے سرچ ان سکریٹ ایجپٹ) میں لکھتے ہیں کہ مصر میں مجھے ایک سانپ پکڑنے والے مصری نے سانپ پکڑنے کا عمل بتایا تھا۔ جب میں وہ الفاظ پڑھتا تھا تو تمام سانپ اس جگہ کے بلوں میں سے نکل آتے تھے اور میں انہیں پکڑ لیتا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے سانپ کے سامنے اس عبارت کا انگریزی ترجمہ پڑھا تو سانپ غصہ میں آ گیا۔ مجھے اندازہ ہونے لگا کہ اب یہ حملہ کرنا چاہتا ہے۔ پھر میں نے وہ الفاظ عربی زبان میں پڑھے تو سانپ کی نگاہیں بدل گئیں، سر زمین پر رکھ دیا تو میں

(بقیہ سابقہ صفحہ) یا رسول اللہ ﷺ! اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تیرا پیدا کرنے والے اللہ کے مقابلہ میں اوروں کو پکارنا اور فریاد رس سمجھنا۔، مقصد یہ ہے کہ مصیبت و تکلیف، خوشی و غمی کے وقت صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارنا اور فریاد رس اور غوث سمجھنا چاہیے، غوث ہونے کی نسبت اللہ ہی کی طرف ہو سکتی ہے نہ کہ کسی انسان وغیرہ مخلوق کی طرف۔ [ابو محمد]

نے اُسے پکڑ لیا۔

۷:...... یہ بات اکثر لوگ جانتے و مانتے ہیں کہ اگر کوئی شخص سانپ کو مار ڈالتا ہے تو سانپن بدلہ ضرور لیتی ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ سانپ کی آنکھوں میں تصویر اُتر آتی ہے اسے دیکھ کر سانپن مارنے والے کو پہچان لیتی ہے۔ اسی خیال سے بعض سانپ مارنے کے بعد اس کا منہ جلا دیتے ہیں یا زمین میں گاڑ دیتے ہیں، لیکن ناگن پھر بھی بدلہ لیتی ہے اور مارنے والا گھر یا گاؤں چھوڑ کر چلا جاتا ہے تو کئی کئی میل دور ناگن وہیں چلی جاتی ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ یہ سانپ بھی حقیقت میں جن ہیں۔ جب کوئی انہیں مارتا ہے تو وہ دوسرے جن جو وہاں موجود ہوتے ہیں اور آدمیوں کو نظر نہیں آتے وہ مقتول سانپ کی مادہ کو سب کچھ بتاتے ہیں۔ اس علم کی بنا پر ناگن بدلہ لے لیتی ہے۔ [1]

---

[1] سانپوں کے بارے میں ہم بھی کچھ عرض کیے دیتے ہیں۔ مصنف محترم نے گزشتہ صفحات میں لکھا ہے کہ شیطان حضرت آدم وحوا علیہما السلام کو بہکانے کے لیے سانپ کے منہ میں بیٹھ کر جنت میں داخل ہوا تھا۔

۱:...... سانپ اس سے پیشتر اونٹ جیسے چار ہاتھ پاؤں رکھتا تھا اور تمام جانوروں سے زیادہ خوبصورت تھا مگر جب اُس نے شیطان کا ساتھ دیا تو وہ بھی مستحق لعنت ٹھہرا، اس جرم کی پاداش میں اس کے چاروں ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے۔

۲:...... جب حضرت آدم وحوا علیہما السلام کو جنت سے زمین پر اُتارا گیا تو بقول اکثر مفسرین حضرت آدم علیہ السلام مقام سراندیپ (لنکا) میں اُترے۔ حضرت حوا علیہا السلام بحسب کثر روایات جدہ میں اتریں۔ شیطان دہشت بلیسان (جو شہر بصرہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہے) اور سانپ اصفہان میں اُترا۔ (اعظم التفاسیر پ ۱:)

۳:...... کتاب "تریاق مسموم" مصنفہ محمد حبیب الدین احمد سوزان مطبوعہ نولکشور میں لکھا ہے کہ محققین نے دو سو اُنیس (۲۱۹) قسم کے سانپ تحقیق کیے ہیں۔

۴:...... ایک سانپ اگن جھاڑ نامی ہوتا ہے۔ رات کے وقت اس کے منہ سے آگ اور دن کو دھواں نکلتا ہے۔ جب یہ پانی میں گر جاتا ہے تو پانی پکنے لگتا ہے۔ اگر خدانخواستہ کسی کو کاٹ لے تو نصف گھنٹہ کے بعد لاش میں آگ لگ جاتی ہے۔

۵:...... ایک سانپ ہرن توتیا نامی ہوتا ہے۔ جو دس گز کے فاصلہ سے چھلانگ لگا کر کاٹتا ہے۔ اس کا زخمی دیوانہ ہو جاتا ہے۔ ⇦⇦⇦

ان واقعات سبعہ سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ جنات سانپوں کے بھیس میں آتے ہیں اور جب چاہتے ہیں غائب ہو جاتے ہیں۔

(بقیہ سابقہ صفحہ)

۶:...... ایک سانپ اصلہ نامی ہے جہاں رہتا ہے قرب وجوار میں گھاس پیدا نہیں ہوتا، جانور اس کے قریب آنے سے مر جاتا ہے، تیر مار کے فاصلہ پر سے صرف دیکھ کر ہلاک کرتا ہے، اگر گھوڑے کے سم میں کاٹے تو گھوڑا معہ سوار کے فوراً مر جاتا ہے، جہاں جہاں سے گزرتا ہے آگ لگ جاتی ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ ایک ہزار سال بعد اس کا چہرہ انسان جیسا بن جاتا ہے جسے انسان دیکھتے ہی مر جاتا ہے۔

۷:...... سانپ کے کاٹے ہوئے کی علامات یہ ہوتی ہیں: زخم سے مختلف رنگ کا خون نکلتا ہے، پھر پیپ بھی نکلتی ہے، زخم والی جگہ سرخ ہو جاتی ہے، ورم بھی آ جاتا ہے، منہ اور زبان خشک ہو جاتی ہے، زخم میں سوزش ہو جاتی ہے، بدن گرم اور کبھی بدن سرد اور چہرہ کا رنگ سبز یا زرد ہو جاتا ہے، جی متلاتا ہے، غش آتا ہے، درد ہوتا ہے، زخم والی جگہ کا رنگ شروع میں سرخ پھر سیاہ ہو جاتا ہے، منہ سے قے آنے لگتی ہے، ضعف طاری ہوتا ہے۔

۸:...... اگر جانور کو سانپ کاٹ لے لیکن معلوم نہ ہو کو معلوم کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ جانور کے کان سے چند قطرے خون نکال کر پانی میں ڈالیں۔ اگر خون پانی کی تہ میں منجمد ہو کر بیٹھ جائے تو سمجھنا چاہیے کہ سانپ نے کاٹا ہے اور اگر خون پانی میں مل جائے تو سانپ نے نہیں کاٹا۔

۹:...... جب سانپ کسی کو کاٹ لے تو آسان علاج یہ ہے کہ اس مقام سے جسم کی طرف فوراً چار چار انگل کے فاصلہ سے مضبوط بندھ باندھ لیں، اور اس مقام پر نشتر سے زخم لگا کر خون نکال ڈالیں یا کوئی قوی جوان زخم پر منہ رکھ کر زہر و خون کو چوس کر تھوکتا جائے۔ (تریاق مسموم)

زہر کے چوسنے میں میرے برادر محترم ملک سلطان محمود صاحب (ساکن بستی ٹنڈ ونشیب ڈاک خانہ ٹبہ غینہ والا تحصیل بھکر ضلع میانوالی) بڑے ماہر ہیں۔ کچھ روز ایک سنیاسی سے دوستانہ رہا ہے۔ اس سے سانپوں کے پکڑنے اور ان کے کاٹے ہوئے کا زہر چوسنے کا فن حاصل کیا ہے۔ اپنے علاقہ میں کافی دور دور تک شہرت رکھتے ہیں۔ [ابو محمد]

دریا میں جنات

صحیح مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

((قَالَ اِنَّ فِی الْبَحْرِہٖ شَیٰطِیْنَ مَسْجُوْنَۃٌ اَوْ ثَقَھَا سُلَیْمٰنُ بْنُ دَاوٗدَ یُوْشِكُ اَنْ تَخْرُجَ فَتَقْرَأَ عَلَی النَّاسِ قُرْآنًا))

''یعنی دریا میں شیاطین مقید ہیں جنھیں سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے قید کر دیا ہے۔ قریب ہے کہ وہ نکل کر لوگوں کو قرآن سنائیں۔''

اس حدیث کے تحت علامہ نووی شارح مسلم نے لکھا ہے کہ:

((تَقْرَأُ شَیْئًا لَّیْسَ بِقُرْآنٍ وَّ تَقُوْلُ اِنَّہٗ قُرْآنٌ یَغْتَرُوْنَ عَوَامُ النَّاسِ فَلَا یُغْتَرُوْنَ))

''یعنی لوگوں کو بہکانے کے لیے ایسی چیز پڑھیں گے جو کہ قرآن معلوم ہوگا حالاں کہ وہ قرآن نہ ہوگا۔''[1]

---

[1] اکثر لوگ دریا میں حضرت خضر علیہ السلام کے بھی قائل ہیں۔ کہ خضر دریاؤں کے بادشاہ ہیں جہاں حکم دیتے ہیں وہاں دریا بہتے ہیں۔ چنانچہ اس بارے میں عرض ہے کہ عرصہ ہوا کہ میرے ایک مہربان عبدالحمید بن سلیمان باول والے مرحوم نے خضر علیہ السلام کے متعلق چند سوالات لکھ کر میرے پاس بھیجے تھے جن کے جوابات میں نے لکھے تھے وہ یہ ہیں:

سوالات:

(۱) خضر علیہ السلام نبی تھے یا نہیں؟ (۲) خضر علیہ السلام اب تک زندہ ہیں یا نہیں؟ (۳) خضر علیہ السلام کب پیدا ہوئے؟ (۴) خضر علیہ السلام کا نام ونسب کیا ہے؟ (۵) زندہ ہیں تو کہاں ہیں؟ (۶) کب تک زندہ رہیں گے؟ (۷) اگر نبی تھے تو اس کا ثبوت کیا ہے؟ ⇦⇦⇦

....

....

(بقیہ سابقہ صفحہ)

جوابات:

۱:......بعض لوگ حضرت خضر علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ رسول تھے، ایک قول یہ ہے کہ یہ فرشتہ تھے لیکن اکثر بزرگوں کا فرمان یہ ہے کہ یہ ایک ولی اللہ تھے۔ امام نوویؒ شارح مسلم نے تہذیب الاسماء میں لکھا ہے کہ یہ ایک شاہ زادہ تھے۔

۲:......امام نووی اور ابن صلاح کہتے ہیں کہ وہ اب تک زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے۔ گو بعض احادیث میں بھی اس قسم کا ذکر آیا ہے لیکن اُن میں سے ایک بھی صحیح نہیں ہے، اس لیے اکثر محدثین حیاتِ خضر علیہ السلام کے قائل نہیں ہیں۔ خضر کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جس کا ذکر قرآن مجید پ:۱۵ میں موجود ہے۔ اگر زندہ ہوتے تو ضرور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام (اتباع شریعت محمدی) قبول فرما کر صحابہؓ میں داخل ہوتے کیوں کہ آنحضور ﷺ تمام انسانوں اور جنوں کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔

۳:......تاریخِ پیدائش کسی معتبر کتاب میں مرقوم نہیں۔

۴:......نام ونسب کے متعلق امام ابن تیمیہ نے معارف میں لکھا ہے کہ: ان کا نام بلیا بن ملکان بن خالغ بن عاج بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام ہے۔

۵:......جب زندہ ہونے کا ثبوت ہی نہیں تو مقامِ رہائش کا کیا پتہ۔

۶:......اس کا جواب نمبر ۲ میں گذر چکا ہے۔

۷:......اس کا جواب بھی نمبر 1 میں گذر چکا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر تحت آیت: ﴿ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ...... الخ ﴾ واللہ اعلم بالصواب

شہابہ

بعض مقامات پر جنگل یا کھیتوں میں جگہ جگہ رات کو خود بخو د روشنی ہوتی ہے اور ختم ہو جاتی ہے اور کبھی یہ سلسلہ دور تک اور مدت تک قائم رہتا ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ فاس فورس [1] ہوتا ہے جو جل اُٹھتا ہے لیکن تعجب تو یہ ہے کہ یہ ایسے مقام پر بھی ہوتا ہے جہاں ہڈیاں نہیں ہوتیں، نہ مرگھٹ ہوتا ہے نہ قبرستان۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ جنات ہوتے ہیں جو کسی شادی یا موت کے موقعہ پر اکٹھے ہو کر ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہیں۔ میں نے اپنے لڑکپن کے زمانہ میں دو ایک مرتبہ بعد مغرب ایسا دیکھا ہے۔ سہسوان، ضلع بدایوں میں میرے مکان کے سامنے ڈھنڈ نامی ایک جھیل تھی، وہاں ایسا ہوتا تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ لوگ بولتے ہوئے ہاتھوں میں مشعلیں لئے ہوئے چل رہے ہیں اور یہ مشعلیں پچاس پچاس سو سو کی تعداد میں متفرق جگہوں سے یکبارگی جل اُٹھتیں اور چلتی تھیں آخر میں سب ایک جگہ جمع ہو کر مشرق کی طرف کو چلی جاتی تھیں، بوڑھے لوگ اسے شہابہ کہتے تھے۔

میرے ایک عزیز دوست قاضی محمد رفیع صاحب جو کہ نہایت سچے، محتاط اور ثقہ تھے

---

[1] یہ ایک قسم کا مادہ ہے جو انسانی اور حیوانی ہڈیوں میں ہوتا ہے یہی مادہ انسان میں گرمی پیدا کرتا ہے یا اسی کی وجہ سے انسان میں گرمی ہوتی ہے، اگر یہ نہ ہوتو انسان بالکل سرد پڑ کر ختم ہو جائے یعنی یہ ایک قسم کا لازمہ حیات ہے۔ پانی میں تر رہتا ہے اگر اسے پانی یا تری سے باہر نکالیں تو اس میں سے آگ نکلتی ہے۔ اکثر قبرستانوں میں مردوں کی ہڈیاں جب خشک ہو جاتی ہیں تو اس میں آگ نکلتی ہے، اگر قبر میں سوراخ ہو جائے تو یہ آگ باہر دکھائی دیتی ہے۔ یہی مطلب ہے محترم مصنف صاحب کا۔ [ابو محمد]

کہتے تھے کہ سہسوان کے قریب موضع مصطفیٰ آباد میں تھے۔ رات کو ایسی روشنی ہوئی جس سے لوگوں نے سمجھا کہ آگ لگی ہے، لوگ اس روشنی کی طرف گئے تو دیکھا کہ آبادی سے باہر زمین سے دو گز اونچی ہزاروں کی تعداد میں مشعلیں روشن ایک طرف سے دوسری طرف ایسی ہی ہیں جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں۔ یہ مختلف سمتوں سے آتی ہیں اور ایک جگہ جمع ہوتی ہیں اور لوگوں کے بولنے جیسی آوازیں آتی ہیں لیکن کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔

مختصر یہ کہ ان کی تعداد چھ سات ہزار ہوگئی اور دو گھنٹے تک یہی کیفیت رہی۔ پھر یہ تمام مشعلیں باقاعدہ لائنیں بن کر ایک طرف چلی گئیں۔ اس تماشہ کو دیکھنے کے لیے تمام مرد، عورتیں اور بچے گھروں سے باہر آگئے اور تقریباً دو گھنٹے تک یہ تماشا دیکھتے رہے۔

بگولہ یا زوبعہ

بعض مقامات پر ہوا کے ساتھ مٹی گھوم کر اوپر کو اُٹھتی ہے اسے گرد باد یا بگولہ کہتے ہیں کہ ہوا اور مٹی میں گرہ پڑ جانے کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے۔ بعض جگہ ایک بگولہ اُٹھتا ہے اور بعض جگہ بہت سے بگولے گردش کرتے ہوئے آگے کو بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ عوام اسے بھوت یا پریوں کا اُترنا بھی کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو شخص اس میں پھنس جاتا ہے اسے بھوت اُڑا لے جاتے ہیں۔

یہ بھی مشہور ہے کہ ایک بگولے میں کسی نے پرچہ پر مبارک باد لکھ کر ڈال دی تو اس کے پاس مٹھائی اور نقدی آ گئی۔ اس (بگولے) میں کسی کی شادی تھی۔ پھر کسی نے ایسے ہی موقعہ پر مبارک باد لکھ کر ڈال دی تو وہ بے ہوش ہو گیا، اچھلنے لگا، تمام جسم زخمی ہو گیا۔ اس لیے کہ بگولے میں کسی کا جنازہ تھا۔

قبائلی علاقہ کا ایک شخص K.D.A (کے ڈی اے) کراچی میں ملازم ڈرائیور ہے۔ اس نے C.O.D-Hills (سی او ڈی ہلس) پر مجھے بتایا کہ اس کی بہن جس کی عمر بارہ تیرہ سال کی تھی وہ اسی طرح بگولے کے بیچ میں آ کر غائب ہو گئی۔ لوگ بگولے کے ساتھ دور تک دوڑے لیکن اس کا پتہ نہ چلا۔ پھر دس (۱۰) دس (۱۰) بارہ (۱۲) بارہ (۱۲) میل کے جنگلوں، پہاڑوں اور آبادیوں میں تلاش کیا لیکن آج تک پتہ نہ چلا۔

عربوں کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ وہ اسے زوبعہ کہتے ہیں۔ اس کی جمع زوابع ہے۔ میرے نزدیک اس میں بھی جنات کا تعلق خاص ہے جو خوشی یا غمی کے موقعہ پر خاک اُڑاتے ہوئے اِدھر سے اُدھر جاتے ہیں۔ حقیقت کا علم اللہ ہی کو ہے۔

کسی آدمی پر جن یا بھوت کا آنا

یہ بات تحقیق طلب ہے کہ لوگوں میں کسی مرد، عورت یا بچہ پر جن یا بھوت کا آنا جو مشہور ہے اس کی کچھ اصلیت بھی ہے یا نہیں؟

اس بارے میں عوام الناس مختلف الخیال ہیں۔ بعض لوگ تو کہتے ہیں کہ انسان پر جن کا آنا غلط اور سراسر غلط ہے۔ یہ محض عورتوں یا مردوں کا مکر ہوتا ہے حقیقت کچھ نہیں۔

میرے مہربان محترم قاری حافظ سلطان احمد صاحب میانوالوی نے سی او ڈی ہلس پر قیام کے دوران مجھے بتایا کہ:

> ''غالباً ۱۹۵۷ء کا واقعہ ہے کہ دہلی سے مولانا محمد یوسف صاحب مشہور واعظ دیوبندی حنفی المسلک کراچی تشریف لائے تو ان کی ایک تقریر اورنگ آباد (ناظم آباد کراچی ۱۸) میں ہوئی۔ جس میں انہوں نے علی الاعلان یہ بات کہی کہ انسان پر جنات کا اثر ہونا بالکل غلط و بہتان بازی اور خالص مکاری ہے...... الخ۔''

قاری صاحب موصوف کی اس خبر و دیگر بے حد اصرار پر بندہ نے یہ چند سطور سپردِ قلم کی ہیں۔

اور اکثریت اس طرف ہے کہ انسان پر جنات کا اثر ہو جاتا ہے اور حقیقتاً ہوتا ہے۔ میں بھی اسی دوسرے طبقہ کا ہم خیال ہوں، چنانچہ اسلامی نقطہ نظر سے ہم اپنی تائید کی غرض سے نہیں بلکہ اصل مسئلہ سے عوام الناس کو آگاہ کرنے کی غرض سے اس کے واضح دلائل

پیش کرتے ہیں۔

جس انسان پر جن کا اثر ہوتا ہے بعض لوگ اسے مرگی یا جنون سمجھتے ہیں یا وہم کہتے ہیں۔ یہ بات اپنی جگہ ہے کہ یہ امراض ہیں، ان کے اسباب و علامات اور علاج بھی ہیں۔ لیکن جہاں یہ اسباب و علامات موجود نہ ہوں اور انسان کو آرام بھی نہ ہو تو کیا کیا جائے اور کیا سمجھا جائے؟ ماننا پڑے گا کہ اس پر جن کا اثر ہے۔ اور یہ حقیقت ہے چنانچہ علامہ سید نذیر حسین [1] صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کسی آدمی پر جن کے اثر ہونے کا اس آیت سے استدلال کیا ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ﴾ [پ: ۳، ع: ٦]

''سود خور لوگ نہ کھڑے ہوں گے مگر اسی طرح جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان چھو کر خبطی کر دے۔''

تفسیر کشاف میں ہے ((كَمَا يَقُوْمُ الْمَصْرُوْعُ)) جیسے مصروع کھڑا ہوتا ہے۔

اس آیت سے مس شیطان سے انسان کے خبطی ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ

---

[1] شیخ الکل علامہ سید نذیر حسین صاحب محدث ہند رحمہ اللہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کے بعد وہ شخصیت ہیں کہ جن کی بدولت ہندوستان میں علم حدیث پروان چڑھا۔ آپ کی ولادت ۱۲۲۰ھ بمطابق ۱۸۰۵ء کو ہوئی۔ نام محمد نذیر حسین بن سید جواد علی بن سید عظمت اللہ ہے۔ آپ اور آنحضور ﷺ کے درمیان بذریعہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ۳۴ واسطے ہیں۔ آپ مذہباً سلفی یعنی قرآن وحدیث کے عامل تھے۔ تقلید شخصی سے کوسوں دور، آپ نے ۱۰ رجب ۱۳۲۰ھ بمطابق ۱۳ اکتوبر ۱۹۲۰ء بروز دوشنبہ وفات پائی۔ آپ جملہ علوم وفنون میں مہارت رکھتے تھے، آپ کو شمس العلماء کا خطاب دیا گیا تھا۔ آپ نے تمام عمر درس وحدیث میں گذاری۔ آپ کے حلقۂ درس میں متحدہ ہندوستان کے جملہ صوبہ جات کشمیر، تبت، ملتستان، کابل، نجد وحجاز تک طلباء شریک ہو کر آپ کے فیض سے مستفیض ہوئے۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد کم وبیش ۵۰۰ ہے جو آپ سے علوم وفنون میں مہارت تامہ حاصل کر کے آسمانِ علم پر نصف النہار سورج کی طرح چمکے۔ آپ کے فتاویٰ نذیریہ دو ضخیم جلدوں میں عرصہ ہوا شائع ہو چکے ہیں۔ جواب کمیاب ہے۔ آپ کی دوسری کتاب معیار الحق ہے جس نے تقلیدی دنیا میں ہلچل مچا دی۔ [ابو محمد]

دوسری آیت سے مس شیطان اور مس شیطان سے تکالیف میں مبتلا ہونا بھی ثابت ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴾ [پ: ۹، ع: ۱٤]

''یقیناً جو لوگ پرہیز گار ہیں جب اُن کو کوئی گروہ شیطان چھو لیتا ہے..... تو وہ یاد (باری تعالیٰ) میں لگ جاتے ہیں۔ سو یکا یک اُن کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔''

بعض مفسرین نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے:

''شیطان نے آ کر آسیب زدہ کر دیا ہے۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انسان کو شیطان بھی چھوتا ہے اور فرشتہ بھی۔ قرآن مجید میں حضرت ایوب علیہ السلام کا قول ہے:

﴿ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّ عَذَابٍ ﴾

[پ: ۳، ع: ۱۳]

''جب کہ اُس (ایوب علیہ السلام) نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے شیطان نے چھو کر رنج اور دکھ پہنچایا ہے۔''

اس آیت سے مس شیطان کے ساتھ تکالیف و عذاب میں مبتلا ہونے کا ثبوت ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں تحت آیت ہذا یہ ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے پیچھے جو شیطان پڑا ہوا تھا اس کا نام مسبوط تھا۔

نیز بخاری، مسلم، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ اور مشکوٰۃ وغیرہ کتب احادیث میں سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے ایک شخص دوسرے کو گالیاں دے رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازالہ غضب کے لیے اسے ((اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ)) پڑھنے کو فرمایا، تو اس نے کہا ((لَسْتُ بِمَجْنُوْنٍ))

"کہ مجھ پر جن کا اثر نہیں ہے۔"

اس حدیث شریف سے انسانوں پر جن کے اثر ہونے اور اثر سے غضب وغصہ ہونے کا ثبوت ملتا ہے اور اس حدیث میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

﴿ وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ﴾

[پ: ۹، ع: ۱٤، پ: ۲٤، ع: ۱۹]

"اور اگر آپ کو کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے آنے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو۔"

ان مختصر حوالہ جات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ انسانوں پر جنات کا اثر ہوتا ہے۔[1]

---

[1] جنات کا انسانوں پر اثر ہونا کتاب وسنت کے قوی دلائل سے ساتھ ثابت ہے، جس پر مشاہدہ بھی گواہ ہے، میرے آبائی گاؤں بستی ٹنڈونشیب (ڈاکخانہ شبہ نیبہ والا تحصیل بھکر، ضلع میانوالی صوبہ پنجاب) سے کوئی تیس میل مغربی جانب پہاڑ کے دامن میں ایک بستی "بلوٹ" کے نام سے مشہور ہے۔ اس بستی میں لاکھوں پرانی قبریں ہیں، یہاں "کوکارہ" قوم کے زیادہ تر افراد رہتے ہیں۔

میرے ایک دوست مسمی فدا حسین کچھ عرصہ قبل قتل کے سلسلہ میں پھانسی کی سزا پر کر انتقال کر گئے ہیں، جنات کے معاملہ میں بڑے ماہر تھے، ان کے والد صاحب ہمارے بڑے بزرگوں کے پیر مانے جاتے تھے۔ ان کے آباء واجداد بھی بلوٹ کے رہنے والے تھے۔ فدا حسین کے پاس دور دراز کے جنات کے اثر والے لوگ آتے، جن کا یہ علاج کرتے، میں پہلی مرتبہ بچپن میں اپنے والد بزرگ کے ہمراہ برائے زیارت بلوٹ گیا تھا۔ پھر دوبارہ تقریباً دس گیارہ برس کی عمر میں ایک دوست محمد بخش نامی کے ساتھ برائے زیارت بلوٹ گیا۔ میں نے وہاں پر فدا حسین صاحب کے سامنے بہت سے مرد وعورتوں کو حال کھیلتے ہوئے دیکھا۔ فدا حسین صاحب کچھ پڑھتے تو آسیب زدہ مرد وعورتیں فوراً بے ہوش ہو جاتیں اور سر اِدھر اُدھر نہایت تیزی کے ساتھ پھیرتیں۔ ایک مرتبہ ایک بچہ تقریباً چار پانچ برس کا آیا جس کے والدین نے فدا حسین صاحب کو بتایا کہ اس پر جن کا اثر ہے بہت علاج وغیرہ کیا لیکن جن جان نہیں چھوڑتا۔ چنانچہ فدا حسین نے فوراً کھجور کی خشک ٹہنیاں جمع کرنے کا حکم دیا جو تھوڑی دیر میں جمع ہوگئیں تو انہیں آگ لگا دی۔ جب آگ کے شعلے نہایت تیزی کے ساتھ دس دس فٹ اونچے ہونے شروع ہوئے تو فدا حسین نے اس بچہ کو اٹھا کر اس آگ میں ڈال دیا، جس پر بچہ کے والدین جو پاس کھڑے دیکھ رہے تھے بڑے چیخے چلائے لیکن فدا حسین نے ⇐⇐⇐

اسلام کی رو سے یہ بات برحق ہے اور اس سے انکار معصیت و جہالت کا زندہ

(بقیہ سابقہ صفحہ) اُن کو دور ہٹوا دیا۔ بچہ آگ میں جیسے گیا خوب چیخا، چلایا اور کہتا جاتا کہ اللہ کے لیے چھوڑ دو، پھر نہیں آؤں گا، کبھی نہیں آؤں گا، لیکن فدا حسین پاس کھڑا کچھ پڑھتا جاتا اور اس کو گالیاں بھی دیتا جاتا، جب بچہ کی طرف سے بہت عجز و معذرت ہوئی تو فدا حسین نے خود ہاتھ پکڑ کر باہر نکالا اور کہا کہ اب بھی جان چھوڑے گا یا نہیں؟ جواب ملا کے چھوڑ دوں گا، پھر پوچھا گیا کہ تو کمسن بچہ پر کیوں مسلط ہوا؟ جواب ملا کہ اس کا باپ تھانیدار ہے، اس نے ایک مرتبہ یتیم بچوں پر ناجائز ظلم و ستم کیا، میں دیکھ رہا تھا، مجھے غصہ آ گیا تو میں نے اس کا بدلہ لینے اور اسے دلی تکلیف پہنچانے کے لیے اس بچہ پر قبضہ کیا ہے، اگر تو مجھے تکلیف نہ دیتا تو مجھے کوئی بھی اس بچہ سے نہیں چھڑا سکتا تھا۔ اب میں جاتا ہوں لیکن واضح رہے کہ آج سے تیرا دن بعد تم کو بھی اس تکلیف کا وہی مزہ چکھاؤں گا۔ یہ کہہ کر چلا گیا۔ بچہ ہوش میں آ گیا، بچہ بالکل صحیح سالم تھا، کپڑوں کا ایک تار بھی نہیں جلا۔

بچہ کے والد سے جب دریافت کیا گیا تو اس نے اقرار کیا کہ واقعی مجھ سے ضرور ایک مرتبہ ایسی غلطی ہو چکی ہے۔ ادھر تیرہ دن کے بعد یہ ہوا کہ فدا حسین صاحب دوپہر کے وقت قریبی نہر پر نہانے گئے جب نہا کر باہر نکلنا چاہتے تو کنارہ پر سے زور کا دھکا لگتا، واپس پانی میں گر جاتے، پھر نکلنے کی کوشش کرتے، پھر گر جاتے۔ اسی طرح چار پانچ مرتبہ ہوا، آخر کار کسی نہ کسی طرح باہر نکل آئے تو اسی وقت گلا بند ہو گیا بولنے سے بالکل معذور ہو گئے۔ اس معاملہ کو فوراً سمجھ گئے کہ آج اس واقعہ کو تیرہ دن ہو چکے ہیں، یہ اُسی جن کی حرکت و شرارت ہے جو ستا رہا ہے۔ کپڑے پہن کر فوراً چچا کے پاس گئے۔ سارا معاملہ لکھ کر بتایا۔ انہوں نے کچھ پڑھا تو فدا حسین صاحب ٹھیک ہوئے۔ اسی طرح میں نے فدا حسین کے پاس کئی آسیب زدہ مردوں عورتوں کو دیکھا کہ جب اُن پر جن کا اثر ہوتا، آگ کے انگارے ہاتھوں میں لے کر کھا جاتے، مٹی کا تیل پی جاتے، اور ایسی ایسی حرکات کرتے جو انسانی طاقت سے باہر ہیں۔ فدا حسین صاحب جنات کے زبردست عامل تھے بلکہ بہت سے جنات ان کے تابع بھی تھے جن سے وہ اکثر کام لیا کرتے تھے۔

دوسرا واقعہ:...... اسی دوران کہ جب میں فدا حسین صاحب کے پاس تھا ایک نہایت حسین و جمیل عورت کو دیکھا جو فدا حسین کے پاس عقیدت مندانہ طور پر نذرانہ پیش کرنے آئی تھی، ضلع میانوالی کے علاقہ تھل کی رہنے والی اعوان قوم کی تھی۔ اس کے بارے میں فدا حسین صاحب نے مجھے بتایا کہ یہ عورت مر کر زندہ ہوئی ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ میں کسی کام سے اس عورت کے شہر سے گزر رہا تھا کہ سڑک کی ایک جانب دوپہر کے وقت ایک جنازہ دیکھا جسے مرد و عورتیں جنازہ ہو چکنے کے بعد آخری مرتبہ دیکھ رہے تھے۔ میں نے جوں ہی اُدھر کو دیکھا اور انگلیوں پر حساب لگا کر غور کیا تو سخت حیران ہوا۔ میں فوراً جنازہ کے پاس گیا اور تمام لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ لوگو! یہ مردہ نہیں، زندہ ہے۔ لوگ میری بات سن کر بڑے غصہ ہوئے۔ مجھے مارنے پر تل گئے۔ لیکن چند سمجھ دار آدمیوں نے میری بات پر کان دھرتے ہوئے مجھ سے حقیقت حال دریافت کی تو میں نے بتایا کہ یہ زندہ ہے مردہ نہیں ہے۔ ابھی چند منٹ میں بتائے دیتا ہوں۔ تم لوگ اللہ کے لیے صرف ⇦⇦⇦

ثبوت ہے۔ اور جو لوگ اس سے انکاری ہیں وہ یا تو ہٹ دھرم ہیں یا کتاب وسنت کے علم سے یتیم ہیں۔ انسانوں پر جنات کے اثر ہونے کا کچھ ثبوت آئندہ ابواب میں آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ

(بقیہ سابقہ صفحہ) دس منٹ جنازہ کو یہیں رہنے دو۔ لوگ متعجب ہو کر جنازہ کے پاس سے ہٹ کر میرے قریب آ گئے۔ میں نے کہا کہ کچھ لوگ یہاں ٹھہریں اور چند آدمی میرے ہمراہ چل کر مجھے اس مردہ کے سونے کی جگہ بتائیں۔ چنانچہ میت کے گھر پر آئے شہر میں بہت شہرت ہوگئی، دور دور کے لوگ میت کے گھر پر جمع ہو گئے۔ مجھے اس کے سونے کی چارپائی دکھائی گئی تو میں نے چارپائی کے چاروں پایوں کی جگہ کھودنے کا آرڈر دیا، اور اُدھر میت کے پاس ایک آدمی بھیج کر اسے ہدایت کر دی کہ تم میت کے منہ کو برابر دیکھتے رہنا۔ چنانچہ جب جگہ کھودی گئی تو چاروں مقام سے چار مٹی کے آبخورے نکلے جن کے منہ کپڑے سے بند تھے۔ اور اُن کو کھولا گیا تو اُن میں ایک ایک مرغی کا بچہ تھا جن کے منہ میں ایک ایک تعویز دیا ہوا تھا اور اس پر سوئی لگی ہوئی تھی۔ جیسے ہی میں نے ایک بچہ کے منہ سے سوئی نکالی اور تعویذ نکالا تو اُدھر میت نے سانس لیا، اسی طرح چاروں چوزوں کے منہ سے سوئیاں نکال کر تعویذ نکالنے پر اُدھر میت کو اچھی طرح سانس جاری ہو گیا۔ لوگ جو وہاں جمع تھے بھاگ بھاگ کر میرے پاس آ گئے۔ میت جو اب میت نہیں تھی بلکہ مریضہ تھی کو گھر اُٹھا کر لائے۔ اس کام میں تقریباً بیس منٹ لگ گئے چونکہ مجھے آگے ایک ضروری کام جانا تھا میں نے اُن سے رخصت چاہی تو انہوں نے انکار کر دیا کہ اب تو نہیں جانے دیں گے جب تک مریضہ مکمل تندرست نہ ہوگی۔ میں نے بہت عرض معذرت کی آخر طے پایا کہ ہمارا ایک آدمی تمہارے ہمراہ جائے گا کام کرنے کے بعد تم کو واپس یہاں لائے گا۔ چنانچہ کام کے بعد میں واپس وہاں پہنچا۔ مریضہ اب اچھی خاصی ٹھیک ہو چکی تھی، ہوش آ گیا تھا۔ میں وہاں چند روز رہا۔ مریضہ چلنے پھرنے کے قابل ہوگئی۔

معلومات کرنے پر پتہ چلا کہ مریضہ کی بھاوج نے یہ سب کچھ کرایا تھا۔ مریضہ کے اہل خانہ نے مجھ سے کہا کہ جو مانگو ہم دینے کو تیار ہیں۔ وہ لوگ بڑے زمیندار تھے۔ میں نے کچھ لینے سے انکار کیا، آخرکار انہوں نے خود ہی اپنی مرضی سے یہ سمجھ کر کہ میں اکثر کام کاج سے اِدھر اُدھر دور دراز سے سفر پیدل طے کرتا ہوں مجھے ایک اونٹ سواری کے لیے دے دیا۔ جسے میں اس وقت اپنے گھر لے گیا لیکن کچھ دن بعد فروخت کر دیا۔ یہ وہ عورت ہے جو ہر سال اس میلہ کے دنوں میں میرے پاس آیا کرتی ہے۔

ان دیدہ واقعات سے جنات کا انسانوں پر اثر ہونا اور اثر کا جان لیوا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ [ابو محمد]

جنات کا انسانوں کے جسم میں داخل ہونا

اب یہ بات تحقیق طلب ہے کہ جنات کا انسانوں پر صرف اثر ہوتا ہے یا اُن کے اجسام میں بھی دخول ہوتا ہے؟ کتاب وسنت کے مطالعہ سے یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ جنات انسانوں کے جسم میں بھی داخل ہوتے ہیں، چنانچہ صحیح مسلم میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

((اِذَا تَثَآّبَ اَحَدُکُمْ فَلْیُمْسِكْ بِیَدِهٖ عَلٰی فَمِهٖ فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ یَدْخُلُ))

”جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھ لے کہ شیطان (پیٹ میں) داخل ہو جاتا ہے۔“

اسی طرح ایک دوسری روایت حضرت ام المومنین صفیہ بنت حيّ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔

سورۃ بنی اسرائیل میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر بزرگی عطا فرمائی تو شیطان نے کہا:

﴿ قَالَ اَرَاَیْتَكَ هٰذَا الَّذِیْ کَرَّمْتَ عَلَیَّ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَاَحْتَنِکَنَّ ذُرِّیَّتَهٗۤ اِلَّا قَلِیْلًا ۝ ﴾ [پ: ۱۵، ع: ۷]

”اچھا دیکھ لے کہ تو نے مجھ پر اس کو بزرگی تو دی ہے لیکن اگر مجھے بھی قیامت تک ڈھیل دی تو میں اس کی اولاد کو بجز بہت تھوڑے لوگوں کے اپنے بس میں کرلوں گا۔“

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

﴿ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴾ [پ: ۱۵، ع: ۷]

''ان میں سے جسے بھی تو اپنی آواز سے بہکا سکے بہکا لے اور ان پر اپنے سوار و پیادے دوڑا لے اور ان کی اولاد و مال میں اپنا حصہ بھی کر لے اور انہیں دل بہلاوے دیا کر۔ ان سے شیطان جس قدر بھی وعدے کرتا ہے سب کے سب فریب ہوتے ہیں۔''

ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ بن عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابلیس ملعون نے کہا:

''اے میرے رب! تو نے مجھے آدم کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے جنت سے نکالا ہے۔ میں اس پر بغیر تیری اجازت کے غلبہ نہیں پا سکتا۔ باری تعالیٰ نے فرمایا کہ جا تو ان پر مسلط ہے۔ اس ملعون نے کہا کہ باری تعالیٰ! کچھ اور بھی مجھے زیادتی عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جا بنی آدم میں جتنی اولاد پیدا ہو گی اتنی ہی تیرے ہاں بھی ہو گی۔ اس نے پھر التجا کی باری تعالیٰ! کچھ اور بھی مجھے زیادتی عطا فرما۔ پروردگار عالم نے فرمایا کہ بنی آدم کے سینہ میں تیرے لیے مسکن بنا دوں گا اور تم ان کے جسم میں خون کی طرح پھرو گے۔ اس نے پھر کہا کچھ اور بھی مجھے زیادتی عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جا تو ان پر اپنے سوار و پیادے دوڑا اور ان کے مال و اولاد میں اپنا ساجھا کر۔''

اس حدیث سے انسان کے جسم میں شیطان یا جن کا حلول کرنا یا داخل ہونا ثابت ہو گیا۔ اب ہم ذیل میں دو واقعے درج کرتے ہیں جن سے اس حدیث و دیگر احادیث کی تائید ہوتی ہے۔

دو (۲) عجیب واقعے:

۱۔ بریلی (انڈیا) میں ایک پینسٹھ (۶۵) سالہ بزرگ کو دیکھا، اُن کی یہ کیفیت تھی کہ کچھ دن نابینا ہو جاتے تھے اور کچھ دن بعد بصارت آ جاتی تھی تو اُن کا پیشاب بند ہو جاتا تھا۔ حقیقت میں ان پر آسیب تھا۔ جب میں نے اس (جن) کو بلایا تو اس نے کہا کہ میرا نام مٹھوا ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ ایک دیہاتی عورت پر جن آ گیا تھا تو اس (مریض) عامل نے اسے ہانڈی میں بذریعہ عمل بند کیا لیکن ہاتھ ڈھیلا ہو جانے کی وجہ سے وہ جن ہنڈیا سے نکل گیا۔ میں اُدھر سے جا رہا تھا تو اس جن نے مجھے ان (بزرگ) کے پیٹ میں گھسا دیا۔ جب میں اوپر سینہ کی جانب آ جاتا ہوں تو یہ اندھے ہو جاتے ہیں اور جب میں نیچے کے حصہ کی طرف جاتا ہوں تو ان کا پیشاب بند ہو جاتا ہے۔

میری اور جن کی اس گفتگو کے بعد جب اس بزرگ کو ہوش آیا تو انہوں نے بھی یہ ہی واقعہ بتایا اور دوسرے لوگوں نے اس کی تصدیق کی۔

۲۔ شیر کے شکار کا بین الاقوامی مسلّم وشہرت یافتہ انگریز مسٹر جم کاربٹ (Mr,Jem Carbet) اپنی کتاب دی ٹینسل ٹانگر مطبوعہ اوکسفورڈ یونیورسٹی پریس لندن The Tensal Tingr Printed at Oxford University Press London۔ ۱۹۵۰ء میں لکھتا ہے کہ قیصر جرمنی کی جنگ کے کچھ عرصہ بعد میں اور میرا دوست رابرٹ پیلرز...... (Robert Peelers) کمایوں (Kamayon) کے اندرونی حصوں میں شکار کھیل رہے تھے۔ ستمبر کی ایک شام کو ہم نے مقام ترسیل (Tresal) کے دام میں خیمہ لگایا۔ میرے ہمراہ پندرہ (۱۵) پہاڑی جوان ایک بالا سنگھ نامی جو برسوں سے میرے ساتھ تھا اور ایک میرا پچیس سالہ ملازم موتی سنگھ تھا۔ بالا سنگھ کی عمر تیس سال کی تھی۔ یہ نہایت چست و چالاک اور طاقتور، خوش مزاج انسان تھا۔ مجھے بتایا گیا کہ اس مقام پر ایک بدروح ہے جس پر

سالانہ آٹھ سو بکریاں بھینٹ چڑھائی جاتی ہیں۔

ایک دن صبح کو لوگوں نے مجھے بتایا کہ رات کو الاؤ جلا کر اس کے گرد سب لوگ گا بجا رہے تھے لیکن جب کہ بالا سنگھ گا رہا تھا تو وہ بدروح بالا سنگھ کے منہ سے پیٹ میں گھسنے لگی جسے ہم سب نے اور خود بالا سنگھ نے بہت روکنے کی کوشش کی لیکن وہ بالا سنگھ کے پیٹ میں پھسل پڑی۔ اس کی وجہ سے سب لوگ خوف زدہ اور خاموش تھے۔ خود بالا سنگھ بھی خاموش اور ست تھا۔ اس نے بھی یہی بات بتائی۔ مجھے یقین نہ آیا لیکن میں نے بالا سنگھ کو نینی تال کے سول سرجن کرنل کرکوک کے پاس لے گیا تو انہوں نے دیکھ کر بتایا کہ یہ تندرست ہے یعنی اسے بظاہر کوئی مرض نہیں۔ پھر میں نے مزید تسلی کے لیے ایک ہوشیار و تجربہ کار ہندوستانی ڈاکٹر کو دکھایا تو انہوں نے بھی یہی بتایا۔ ہم نے اُس ہندوستانی ڈاکٹر کو رات کے وقت بدروح کے گھسنے کا واقعہ کہہ سنایا۔ ڈاکٹر سن کر علاج کو منع کرتے ہوئے فوراً واپس ہو گیا۔

پھر میں نے دو آدمیوں کے ساتھ بالا سنگھ کو اس کے گھر بھیج دیا۔ دو ہفتہ کے بعد اُن دو آدمیوں نے واپس آ کر بتایا کہ جب ہم بالا سنگھ کو لے کر اس کے مکان کے قریب پہنچے تو بالا سنگھ اپنے گھر کے باہر بیٹھ گیا۔

اور جب عزیز و اقارب اس کے پاس جمع ہو گئے تو بالا سنگھ نے کہا کہ وہ روح اب آزاد ہو کر اسی مقام پر واپس جانا چاہتی ہے جہاں سے وہ آئی ہے اور اس کی واحد صورت میری موت ہے۔ اس کے بعد چت لیٹ کر فوراً مر گیا۔ ہم لوگ اس کی کریا وغیرہ کر کے واپس آ گئے۔"

ان دونوں واقعات سے پیٹ میں شیطان کے داخل ہونے والی احادیث کی تصدیق ہو گئی۔ خصوصاً وہ فرمانِ نبوی ﷺ کہ جس میں بتایا گیا ہے کہ جب جمائی آئے تو منہ پر ہاتھ رکھ لو! کہ شیطان (پیٹ میں) داخل ہو جاتا ہے۔

مجنون

یہ بات تو ہم بدلائل بتا آئے ہیں کہ انسانوں پر جنات کا اثر ہوتا ہے، یہ حق و راہ نجات ہے یعنی یہ اسلامی عقیدہ کے عین مطابق ہے۔ اب یہ عرض کیا جاتا ہے کہ جس انسان پر جن کا اثر ہوتا ہے ایسے شخص کے لیے چند الفاظ بطورِ اصطلاح کے بولے جاتے ہیں۔

ا......مصروع:

صرع سے یعنی مرگی کا مریض۔ چونکہ یہ شخص یعنی مرگی والا دورہ کی حالت میں بے ہوش ہو کر گر پڑتا ہے اور جس پر آسیب (جن کا اثر) ہوتا ہے وہ بھی بے ہوش ہوتا اور گر پڑتا ہے اس لیے اسے بھی مصروع کہتے ہیں۔

۲......ملموم:

جس میں اثر لَمَّ ہو یعنی تھوڑی سی دیوانگی ہو۔ اور آسیب زدہ میں ایسا ہوتا ہے اس لیے اسے ملموم بھی کہتے ہیں۔

۳......مقرون:

جس پر قرین یعنی ہمزاد کا اثر ہو یعنی اس جن کا اثر ہو جو انسان کے ہمراہ پیدا ہوتا ہے۔

۴......مجنون:

جس پر جن کا اثر ہو اور جن کے اثر سے خلافِ عقل یا خارج از عقل یا زائد از قوت بشری باتیں کرتا ہو اسی نظریہ سے کفارِ عرب رسول اللہ ﷺ کو ساحر، مسحور، کاہن یا مجنون کہتے تھے حالانکہ یہ بات سب جانتے اور مانتے ہیں کہ دیوانے کو اچھے برے کا امتیاز نہیں ہوتا وہ کپڑے پھاڑتا، گالیاں بکتا اور آوارہ گردی کرتا ہے۔ اس کی باتیں مضحکہ خیز ہوتی ہیں اور بعض دیوانگیاں کسی امر خاص کے ساتھ مخصوص ہوتی ہیں، جسے مالیخولیا کہتے ہیں۔ لیکن انبیاء اللہ تو ایسے نہ تھے، خود پاکیزہ رہتے اور دوسروں کو پاکیزگی کی تعلیم دیتے تھے، عدل وانصاف کرتے تھے، حقوق اور فرائض کی ادائیگی کے ساتھ دوسروں کو بھی بتاتے تھے، باوجود ان تمام اوصاف حمیدہ کے ان کو بھی مجنون کہا جاتا تھا۔

چنانچہ نوح علیہ السلام کے بارے میں قوم نے کہا کہ:

﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ ﴾ [پ:۱۸، ع:۲]

"یقیناً اس شخص کو جنون ہے"

اسی طرح دوسرے انبیاء کے لیے کہا جسے اللہ تعالیٰ نے دہرایا یا اس کا رد کیا۔ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کہا کہ:

﴿ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ﴾ [پ:۲۲، ع:۷]

"ہم نہیں کہہ سکتے کہ خود اس نے ہی اللہ پر جھوٹ باندھ لیا ہے یا اسے دیوانگی ہے۔"

دوسری جگہ ہے:

﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ﴾ [پ:۱۸، ع:۴]

"یا یہ کہتے ہیں کہ اسے جنون ہے۔"

اللہ تعالیٰ کفارِ عرب سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ:

﴿ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ﴾ [پ: ٢٢، ع: ١٢]

''یعنی تمہارے رفیق (محمدؐ) پر کوئی جنون نہیں۔''

ایک اور جگہ ہے:

﴿ فَذَكِّرْ فَمَا اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ﴾

[پ: ٢٧، ع: ٤]

''تو سمجھاتا رہ کیوں کہ تو اپنے رب کے فضل سے نہ تو کاہن ہے اور نہ دیوانہ۔''

بات یہ ہے کہ کفار کا خیال تھا کہ ان مدعیانِ نبوت (انبیاء اللہ) پر جن کا اثر ہے۔ اور یہ مدعی نبوت وہی کہتا ہے جو اس کا جن کہلواتا ہے اور یہ جن ہی دعویٰ نبوت کراتا ہے۔ اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ وہ لوگ آسیب زدہ کو مجنون کہتے تھے۔

ان مختصر حوالہ جات سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ جس شخص پر جن کا اثر ہو اُسے مجنون کہتے ہیں۔ مجنون اس لیے کہتے ہیں کہ یہ دیوانوں جیسی حرکات کرتا ہے۔

جن وانس کے اختلاط کی حیرت انگیز باتیں

مجھے آسیب زدہ اشخاص سے بہت کچھ واسطہ رہا ہے اور لوگوں نے مختلف عجیب عجیب باتیں سنائی ہیں جن میں سے صرف چند باتیں ہدیہ قارئین کرتا ہوں:

۱ ایک ہندو حجام نے بتایا جس کی عمر پینتیس (۳۵) سال کی تھی اس کے ساتھ ایک شخص آ کر اغلام کرتا ہے۔

۲ ایک شریف ادھیڑ عمر عورت کے ساتھ کوئی شخص ان کے شوہر کی صورت میں زنا کرتا تھا۔ ایک روز اسی حالت میں ان کا شوہر آ گیا تو وہ غائب ہو گیا۔ بیوی نے شوہر کو واقعہ بتایا۔

۳ ایک عورت نے بتایا کہ اس کے پاس تین شخص آتے ہیں ایک زنا کرتا ہے، دو کھڑے رہتے ہیں۔ جب تینوں زنا کر لیتے ہیں تو چلے جاتے ہیں۔ ایسی تمام عورتوں نے بالاتفاق بتایا کہ اس سے انہیں سخت تکلیف ہوتی ہے اور تمام بدن میں آگ پڑ جاتی ہے۔

۴ ایک شخص نے بتایا کہ ان کے پاس ایک نا معلوم شخص آ کر ان کے عضو تناسل کو سہلاتا ہے جس سے انہیں انزال ہو جاتا ہے۔

۵ ایک شخص نے بتایا کہ ان کے پاس ایک عورت لہنگا پہنے ہوئے آ کر ان پر سوار ہو جاتی ہے اور زنا کراتی ہے۔ جب انہیں انزال ہو جاتا ہے تو وہ چلی جاتی ہے اور یہ بات رات کے سوا دن میں بھی کئی کئی بار ہوتی ہے۔ جب یہ میرے پاس آئے تھے

تو کمزور اور دبلے تھے، رنگ زرد تھا۔

۶ ایک عورت کا بیان ہے کہ جب اس کا شوہر اس کے پاس آتا ہے تو رنگ سیاہ، بال سفید، بڑے بڑے دانت والا، بدشکل ہو جاتا ہے اور کبھی چیتے کی صورت میں نظر آتا ہے اور مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ (یہ اصل میں جن تھا جو کبھی چیتے کی ڈراؤنی صورت میں ہوتا تھا۔)

اب ہم ایسے ہی چند واقعات متقدمین سے نقل کرتے ہیں:

۱ علامہ دمیری صاحب حیٰوۃ الحیوان میں ایک حدیث لائے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

''ایک جن ایک عورت کے پاس آتا اور زنا کیا کرتا تھا۔ ایک روز وہ جن آیا اور دیوار پر پیر لٹکا کر بیٹھ گیا۔ عورت نے کہا: آج کیا بات ہے؟ جو تو پاس نہیں آتا اور وہ نہیں کرتا جو کیا کرتا تھا۔ اس جن نے کہا کہ میں ابھی ابھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی ہے:

﴿ الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ﴾

[پ: ۱۸، ع: ۷]

''زنا کار عورت و مرد کو ہر ایک کو سو کوڑے مارے جائیں۔''

۲ مفسرین نے آیت:

﴿ وَكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ...... الخ ﴾ [پ: ۱۹، ع: ۱۸]

''اس نے اپنی پنڈلیاں کھول دیں۔''

کے تحت بلقیس ملکۂ سبا کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان کی ماں ایک جنیہ عورت تھی۔ اور بلقیس کے پاؤں کا پچھلا حصہ ایڑی کی طرف کا چوپایوں کے کُھر کی طرح تھا۔ اس بات کو معلوم کرنے کے لیے حضرت سلیمان علیہ السلام نے شیشہ کا فرش

بنوایا تھا جس کا ذکر اس آیت میں ہے لیکن دوسری جگہ تفسیر میں پاؤں کا حصہ کھر کی طرح ہونے کا انکار کیا ہے۔ مگر جنیہ کی اولاد ہونے کا انکار نہیں کیا۔

۳ صاحب حیوۃ الحیوان نے لکھا ہے کہ:

''مجھ سے ایک ثقہ شخص نے کہا کہ میں نے چار جنیہ عورتوں سے پے در پے نکاح کیا ہے، تو مجھے یقین نہ آیا۔ پھر کچھ دن بعد وہ شخص ملا تو اس کے سر میں پٹیاں بندھی تھیں۔ میں نے دریافت کیا تو کہا کہ جنیہ عورت سے جھگڑا ہو گیا تھا اس نے میرا سر پھوڑ دیا۔''

۴ طبرانی اوسط میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ میں ایک عورت کے تابع جن تھا۔ ایک روز وہ پرندہ کی شکل میں دیوار پر آ کر بیٹھ گیا۔ عورت نے پاس بلایا، تو کہا کہ مکہ میں ایک نبی مبعوث ہوا ہے جس نے زنا کو حرام کر دیا ہے۔

۵ ابونعیم میں ایک روایت ہے کہ ارطاۃ بن منذر کہتے ہیں کہ میں نے ضمرہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ مدینہ میں ایک عورت سے جن جماع کیا کرتا تھا، پھر کچھ دن وہ نہ آیا، پھر ایک دن مکان کے روشندان سے اس نے جھانکا، تو عورت نے پاس نہ آنے کا سبب پوچھا، اس نے کہا کہ مکہ میں ایک نبی پیدا ہوا ہے اور اس نے زنا حرام کر دیا ہے۔ پھر وہ جن سلام کر کے واپس چلا گیا۔

ممکن ہے یہ دونوں روایتیں ایک ہی واقعہ کی ہوں، ایک نے مجمل بیان کیا اور دوسرے نے اسے مفصل بیان کر دیا ہو۔

۶ تفسیر خازن میں ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے کہا کہ میری بیوی جاگی تو اس کی فرج سے ایک شعلہ نکلا۔ انہوں نے کہا یہ شیطان کے جماع کی وجہ سے ہوا۔

٭7 علامہ تلمسانی نے کنز الاسرار میں اسماعیل وزیر شاہ سے جنات کی ملاقات اور ان کا قول لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

''جنوں کی ایک قسم وہ ہے جو مردوں اور عورتوں کو مصروع کر دیتی ہے۔ ان کے لاکھوں قبیلے ہیں، اگر آسمان سے سوئی پھینکی جائے تو ان ہی پر پڑے گی۔ ان میں عفاریت چشموں اور کنوؤں میں رہتے ہیں، شیاطین آبادیوں اور انسانی قبرستانوں میں، طواغیت اس جگہ جہاں خون پڑا رہتا ہے، زوابعہ ہوا میں، کبار شیاطین آتش خانوں میں، تواقیف وعقاریت جو عورتوں کی شکل میں ہیں بڑے بڑے درختوں اور باغوں میں اور سیاسب پہاڑوں اور ویرانوں میں، ان کی کثرت مردوں وعورتوں کو نقصان دہ ہے۔ اور عفاریت شیاطین میں وہ ہیں جو انسانی عورتوں سے جماع کرتے ہیں اور بعض انسانی زوجہ کو پسند کرتے ہیں اور بعض انسانی پیدائش کو بگاڑ دیتے ہیں اور ان کے اعضاء کو بیکار کر دیتے ہیں۔''

٭8 بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام سے قبل جنوں اور انسانوں میں نکاح ہو جاتا تھا۔ اس بنا پر بعض علماء نے جواز بتایا ہے اور تائید میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول پیش کیا جاتا ہے۔

نیز جنات اور انسانوں کے مابین نکاح کے متعلق ''فتاویٰ سراجیہ'' میں جواز بتایا ہے۔

واقعات بالا پر غور کرنے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسانوں اور جنوں میں امکانِ جماع وصحبت ہے بھی یا نہیں؟

میں اس کا امکان تسلیم کرتا ہوں۔ جن مردوں اور عورتوں نے واقعات میرے سامنے بیان کیے وہ بلا شک مبنی بر حقیقت اور جو روایات ہم متقدمین سے لکھ آئے ہیں وہ بلا شک صحیح ہیں۔ جنوں اور انسانوں میں باہم صحبت و جماع اسلامی نقطۂ نگاہ سے صحیح عقیدہ

ہے چنانچہ دلیل یہ آیت ہے جو سورۂ رحمٰن میں دو بار آئی ہے:

﴿ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴾ [پ: ۲۷، الرحمٰن]

''ان حوروں سے کوئی انسان یا جن اس سے قبل نہیں ملا۔''

اگر ایسا نہ ہوتا تو ﴿ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ قَبْلَهُمْ ﴾ کہنا کافی ہوتا۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ یہ حوروں کے لیے ہے جو خود بھی جنات کی طرح ہیں، تو میں کہوں گا کہ یہ تو انسانوں کے لیے بھی ہیں۔ کیونکہ حوروں اور انسانوں میں بھی تو وہی فرق ہے جو انسانوں اور جنوں میں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جنات جو کہ آگ سے پیدا شدہ ہیں انسانی عورتوں سے جو مٹی سے پیدا شدہ ہیں، جماع وصحبت ممکن ہے جس طرح بموجب آیت بالا انسانی مردوں جو مٹی سے پیدا شدہ ہیں کا حوروں سے جو نور سے پیدا شدہ ہیں جماع وصحبت ممکن ہوگا۔

علاج و اِحراقِ جن

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ آسیب زدہ کا علاج "القول الجمیل" میں ان الفاظ میں لکھتے ہیں:

((وَلِمَنْ خَبَطَهُ الشَّيْطٰنُ يُقْرَأُ فِي أُذُنِهِ الْيُسْرٰى سَبْعَ مَرَّاتٍ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ))

"جس کسی کو شیطان نے خبطی کر دیا ہو تو اس کے بائیں کان میں سات بار آیت ﴿ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ..... الخ ﴾ پڑھنا چاہیے۔"

پھر لکھتے ہیں:

((فَإِنَّ الشَّيْطٰنَ يَحْرُقُ))

"اس عمل سے شیطان جل جائے گا۔"

اس سے ثابت ہوا کہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ انسان پر شیطان کا اثر ہونا اور اس کے اثر سے انسان کا خبطی ہو جانا اور عمل سے شیطان کا جل جانا مانتے ہیں۔

علامہ نواب صدیق الحسن خان صاحب والی بھوپال رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "کتاب التعویذات" میں لکھتے ہیں کہ:

"حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک اعرابی پر اثر لَمم یعنی جنون تھا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے سامنے بٹھا کر ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تا مُفْلِحُوْنَ ﴾ پڑھ کر دم کیا۔" [اخرجه الحاكم وقال صحيح]

''اس روایت کو امام حاکم نے بیان کر کے صحیح کہا ہے۔''

اس کے بعد نواب صاحب نے یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں کہ:

((فَقَامَ الرَّجُلُ كَانَّهُ لَمْ يَشْكُ قَطُّ)) [رواه ابن ماجه و احمد]

''پس کھڑا ہو گیا وہ آدمی گویا کہ مشکوک (مصروع) ہی نہیں ہوا تھا۔''

پھر نواب صاحب نے لکھا ہے کہ:

''یہ حدیث دلیل ہے مشروعیت رقیہ جنوں پر، اور یہ حدیث اس پر بھی دلیل ہے کہ بعض انواع جنون شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں۔''

پھر لکھا ہے کہ:

((وَبِهٖ يَنْدَفِعُ قَوْلَ مَنْ قَالَ اِنَّهُ لَا سَبِيْلَ لِلشَّيْطٰنِ اِلٰى مِثْلَ ذَالِكَ قَالَ الشَّوكَانِيُّ))

''امام شوکانی کہتے ہیں کہ اس روایت سے اُن لوگوں کا رد ہو گیا جو کہتے ہیں کہ شیاطین کو ایسے کام کرنے کی قدرت نہیں۔''

اور لکھا ہے کہ:

''علاقہ بن صحار کا گذر ایک قوم پر ہوا، وہاں ایک دیوانہ تھا، جسے زنجیر میں باندھ رکھا تھا۔ علاقہ بن صحار نے اس دیوانے کو سورۃ الفاتحہ سے رقیہ (دم) کیا تو وہ دیوانہ اچھا ہو گیا۔ ورثاء نے علاقہ بن صحار کو سو (۱۰۰) بکریاں دیں۔ یہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سارا واقعہ کہہ سُنایا تو آنحضور ﷺ نے فرمایا:

((هَلْ هٰذَا اِلاَّ فَلَعُمْرِیْ مَنْ اَكَلَ بِرُقْيَةٍ بَاطِلٍ لَقَدْ اَكَلْتَ بِرُقْيَةٍ مِنِّیْ۔ هٰذا لَفْظُ اَبِیْ دَاوٗدَ اِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ))

''یہ درست ہے، بہت سے لوگ باطل رقیہ کے ساتھ کھاتے ہیں اور تم نے

رقیہ حق کے ساتھ کھایا۔"

امام غزالی نے اپنی کتاب ''خواص القرآن'' میں لکھا ہے کہ ایک جاریہ (لڑکی) نے رات کو اُٹھ کر ایسی جگہ پیشاب کر دیا کہ جو معتاد (یعنی جہاں پہلے پیشاب کرنے کی عادت) نہ تھی تو وہ مصروع ہوگئی۔ بعض صلحاء نے اس پر یہ پڑھا:

﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ الٓمٓصٓ ۝ طٰهٰ ۝ طٰسٓمٓ ۝ كٓهٰيٰعٓصٓ ۝ يٰسٓ ۝ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيْمِ ۝ حٰمٓ ۝ عٓسٓقٓ ۝ قٓ ۝ نٓ ۝ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝ ﴾

وہ فی الفور ہوش میں آ گئی، پھر عود آسیب کا نہ ہوا۔

ابن عجیل مصروع پر یہ آیت پڑھتے تھے:

﴿ قُلِ اللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ۝ ﴾ [پ: ۱۱، ع: ۱۲]

''آپ پوچھیے کہ کیا تم کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے یا اللہ تعالیٰ پر افترا ہی کرتے ہو؟''

شیطان نکل جاتا پھر نہ آتا۔ انتہیٰ

سنن ابوداؤد شریف میں رسول اللہ ﷺ کی ایک دعاء منقول ہے جس کا آخری ٹکڑا یہ ہے:

((وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ يَّتَخَبَّطَنِيَ الشَّيْطٰنُ عِنْدَ الْمَوْتِ))

''یعنی اور اس سے پناہ مانگتا ہوں کہ مرتے وقت مجھے شیطان خبطی کر دے۔''

مشکوٰۃ میں بحوالہ مسلم ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث مروی ہے:

((قَالَ اِنَّ ضِمَادًا قَدِمَ مَكَّةَ وَكَانَ مِنْ اَزْدِ شَنُوْأَةَ وَكَانَ يَرْقِيْ هٰذَا الرِّيْحَ فَسَمِعَ سُفَهَاءُ اَهْلِ مَكَّةَ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ مُحَمَّدًا مَّجْنُوْنٌ فَقَالَ لَوْاَنِّيْ رَأَيْتُ هٰذَاالرَّجُلَ لَعَلَّ اللّٰهَ يَشْفِيْهِ عَلٰى يَدَيَّ فَلَقِيَهُ

فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَرْقِیْ مِنْ هٰذَا الرِّیْحِ فَهَلْ لَّكَ))

''ضماد ساکن ازدشنواہ آسیب زدہ کا رقیہ کرتا تھا، جب وہ مکہ آیا تو سفہاء مکہ سے سنا کہ محمد (ﷺ) مجنون ہیں۔ اس نے کہا کہ اگر میں اس شخص کو دیکھوں تو شاید اللہ میرے ہاتھ سے اُسے آسیب زدگی سے شفا دے دے۔ پھر جب آنحضور ﷺ سے ملاقات ہوئی تو کہا اے محمدؐ! میں آسیب زدہ کا علاج کرتا ہوں، تمہیں اس علاج کرانے میں کچھ عذر ہے؟

شراح حدیث نے رِیْح کا ترجمہ ''جن'' کیا ہے اور کہا کہ چوں کہ ریح (ہوا) نظر نہیں آتی اور جن بھی نظر نہیں آتے اس لیے جن کو (ریح) ہوا کہتے ہیں۔

ہمارے ہاں بھی اکثر اُردو دان عوام الناس ہوا سے جن مراد لیتے ہیں اور آسیب کے اثر کو ہوا کا اثر بولتے ہیں۔

تفسیر ابن کثیر میں بحوالہ تفسیر ابن جریر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعۂ صلیب میں لکھا ہے کہ ''یہ بطور طعنہ زنی کہتے جاتے تھے کہ آپ (عیسیٰؑ) تو مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے اور جنات کو بھگا دیا کرتے تھے۔ اب کیا بات ہے کہ خود اپنی ذات کو بھی نہیں بچا سکتے۔'' پھر واقعۂ صلیب کے بعد کے حال میں لکھا ہے کہ ''پھر سات دن کے بعد حضرت مریم علیہا السلام اور وہ عورت جس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جن سے نجات دلائی تھی وہاں آئیں اور گریہ زاری کرنے لگیں۔''

کتب سیر، تفسیر ابن کثیر میں سورۂ حٰم سجدہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جب سردارانِ قریش نے آنحضرت ﷺ کے پاس عتبہ بن ربیعہ کو بھیجا تو منجملہ اور باتوں کے اس نے یہ بھی کہا کہ:

((وَاِنْ كَانَ هٰذَا الَّذِیْ یَأْتِیْكَ رِئْیًا مِّنَ الْجِنِّ لَا یَسْتَطِیْعُ رَدَّهٗ عَنْ نَّفْسِكَ طَلَبْنَا لَكَ الطِّبَّ وَ بَذَلْنَا فِیْهِ اَمْوَالَنَا حَتّٰی نُبْرِئَكَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ

رُبَّمَا غَلَبَ التَّابِعُ عَلَى الرَّجُلِ حَتَّى يُدْ وٰى))

تفسیر ابن کثیر مترجم اُردو میں اس کا ترجمہ لکھا ہے کہ:

''اور اگر آپ کو کوئی جن وغیرہ کا اثر ہے تو ہم اپنا مال خرچ کر کے بہتر سے بہتر طبیب اور جھاڑ پھونک کرانے والے مہیا کر کے آپ کا علاج کراتے ہیں۔ ایسا ہوتا ہے کہ بعض مرتبہ تابع جن اپنے عامل پر غالب آجاتا ہے تو اسی طرح چھٹکارا حاصل کیا جاتا ہے۔''

اس کے جواب میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

''سنو! بحمد اللہ مجھے کوئی دماغی عارضہ یا خلل آسیب نہیں ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام سے پہلے بھی لوگ کسی جن کا آنا اور قرین کا تابع ہونا مانتے تھے۔ نیز جس پر جن آتا تھا اسے مجنون کہتے تھے، اسی وجہ سے کفار انبیاء اللہ کو ساحر یا مسحور یا کاہن یا مجنون کہتے تھے۔ چنانچہ قرآن عزیز میں اس پر شہادت موجود ہے:

﴿ كَذَالِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْمَجْنُوْنٌ ﴾ [پ: ۲۷، ع: ۲]

''اسی طرح جو لوگ اُن سے پہلے گزرے ہیں اُن کے پاس بھی جو رسول آیا انہوں نے کہہ دیا کہ یہ یا تو جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔''

ایک اور جگہ ہے:

﴿ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهُ لَمَجْنُوْنٌ ﴾ [پ: ۲۹، ع: ٤]

''کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو ضرور دیوانہ ہے۔''

سنن ابوداؤد شریف میں آنحضرت ﷺ کی یہی دعا منقول ہے:

((اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْسِهٖ))

''شیطان کے اثر سے اور اس کے سانس کے اثر سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔''

مسند احمد میں رسول اللہ ﷺ کی سوتے وقت کی یہ دعا مرقوم ہے:

((بِسْمِ اللّٰهِ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيٰطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنِ))

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بڑوں کو یہ دعا سکھاتے اور بچوں کے گلے میں لکھ کر ڈالتے تھے۔ مسند بزار میں ہے کہ جب حسنین کو نظر لگی اور آنحضرت ﷺ رنجیدہ خاطر ہوئے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر کہا کہ آپ نے یہ دعا کیوں نہ پڑھی جس کے آخری الفاظ یہ ہیں:

((مِنْ اَنْفُسِ الْجِنِّ وَاَعْيُنِ الْاِنْسِ))

تفسیر ابن کثیر میں اس کا ترجمہ یوں لکھا ہے:

''تمام جنات کی ہواؤں سے اور تمام انسانوں کی آنکھوں سے اپنی پناہ دے۔''

ان بالا حوالہ جات سے کسی انسان پر جن یا شیطان کا آنا، اس کے اثرات سے انسان کا خبطی ہو جانا یا مجنون ہو جانا اور آیات کے اثر سے اس کا جل جانا واضح طور پر ثابت ہو گیا اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ مجنون وغیرہ سے مراد آسیب زدہ ہی ہے۔ نیز یہ کہ نواب صدیق حسن خاں صاحب، شاہ ولی اللہ صاحب، امام غزالی اور قاضی شوکانی وغیرھم تمام ارباب مذاہب اس کے قائل ہیں۔

مزید تائید یہ کہ مجھے آسیب زدہ اشخاص سے بہت کچھ واسطہ رہا ہے اور لوگوں نے عجیب عجیب باتیں بتائی ہیں جن میں سے صرف چند لکھتا ہوں:

1. ایک لڑکے کا علاج کیا یعنی لڑکے کو سامنے بٹھا کر فلیتے جلوائے تو اس نے بتایا کہ

چراغ کی لو میں ایسی عورتیں جل رہی ہیں جن کے سروں کے بال ایڑیوں تک ہیں اور ہاتھوں کی ہتھیلیاں سامنے کو، پیر کے پنجے پیچھے کو ہیں یہ مجھے پرستان میں چلنے کو کہتی ہیں۔

۲ تین مختلف عورتوں نے بتایا کہ ایک دیو جل رہا ہے جس کے سر پر دو سینگھ ہیں۔ اس پر مجھے حدیث قرن الشیطان[1] یاد آئی۔

۳ ایک عورت نے جلتا ہوا ایسا شخص بتایا کہ اس کی ناک پر ایک سینگھ تھا۔

۴ چند عورتوں نے سانپ، اژدھے اور بن مانس جلتے ہوئے بتائے۔

۵ ایک عورت پر جب آسیب کا اثر ہوتا تھا تو سب کے سامنے اس کی پیشانی پر بکثرت نشانات ہو جاتے جیسا کہ کسی نے چاقو سے گود دیا ہو اور اُن میں خون آ جاتا تھا۔

۶ ایک ہندو قوم کمہار کی ناخواندہ لڑکی پر جب آسیب کا اثر ہوتا تو حسب فرمائش قرآن مجید کی چند سورتیں پڑھ کر سنا دیتی اور بعض سورتوں کی فرمائش کے جواب میں اس نے کہا کہ جس طرح تم میں بہت سے لوگ تمام قرآن مجید کے حافظ نہیں اسی طرح ہم بھی نہیں۔

۷ ایک آسیب زدہ عورت کو یکا یک کوڑے لگنے شروع ہو جاتے جس سے وہ چیختی چلاتی اور جس جگہ کوڑا لگتا بتاتی۔ اس جگہ کوڑے کا نشان ہوتا تھا۔

یہ چند واقعات عرض کر دیے ہیں ورنہ تو سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں واقعات ہیں جن کے لیے یہ صفحات متحمل نہیں ہیں۔ اب یہ بھی بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ عاملینِ جنات کسی سے اثر جن کے اُتارنے یا جن کو جلانے کے مختلف طریقے اختیار کرتے ہیں۔ چنانچہ بعض طریقے یہ ہیں:

[1] حدیث شریف میں ہے کہ شیطان کے دو سینگھ ہیں۔ (مشکوٰۃ:۱۲)

۱۔ عامل آسیب زدہ کو ایک انگوٹھی پہناتا ہے جس پر نقش کندہ ہوتا ہے جس سے آسیب قول واقرار کر کے چلا جاتا ہے، یا جل جاتا ہے۔

۲۔ عامل کچھ پڑھ کر مریض کے منہ پر یا کان میں دم کرتا ہے، مریض کو باذن اللہ تعالیٰ شفا ہوتی ہے۔

۳۔ عامل جن کو اپنے عمل کے ذریعے سے آدمی پر سے اُتار کر ہانڈی یا بوتل میں بند کر لیتا ہے۔

۴۔ عامل کچھ پڑھتا ہے تو جن جانور کی شکل میں اُڑ جاتا ہے۔

۵۔ مریض کو جلتی ہوئی آگ میں ڈالا جاتا ہے جس سے آسیب جل جاتا ہے۔

۶۔ عامل کچھ پڑھ کر ایک لکیر کھینچتا ہے جو زمین پر آگ کی دیوار بن جاتی ہے اس میں مریض جا کر شفایاب ہو جاتا ہے۔

۷۔ کوئی کپڑے یا کاغذ کی بتی جلا کر مریض کو دھونی دیتا ہے۔

۸۔ کوئی فلیتہ چراغ میں جلواتا ہے جس سے آسیب جل جاتا ہے۔ (میرا اکثر اسی پر عمل ہے)

۹۔ کوئی تیل پڑھ کر مریض کے دونوں کانوں میں ڈلواتا ہے جس سے مریض اچھا ہو جاتا ہے۔

۱۰۔ کوئی پانی پڑھ کر مریض کو پلاتا ہے یا منہ پر چھینٹے مارتا ہے۔ ان میں سے سوائے چند کے باقی تمام پر میرا عمل رہا ہے۔

جنات کا جل جانا

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جن آگ سے بنے ہیں تو آگ سے کس طرح جل سکتے ہیں؟ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک جگہ کی مٹی کو دوسری جگہ کی مٹی میں اور ایک جگہ کے پانی کو دوسری جگہ کے پانی میں ڈال دینے سے کیا فرق پڑتا ہے؟

جواب:...... بظاہر تو یہ بات ٹھیک معلوم ہوتی ہے لیکن جب ہم غور و تدبر کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ پانیوں میں بھی فرق ہوتا ہے کوئی کھاری ہے تو کوئی میٹھا تو کوئی پھیکا اور ان کے رنگوں میں بھی فرق ہے۔ چنانچہ مختلف اللون ہونے کی وجہ سے ان کے نام بحر ابیض[1]، بحر اسود[2]، بحر احمر[3] ہیں۔ پھر ایک ہی جگہ مختلف دریا بن کر بہتے ہیں چنانچہ اس پر فرمانِ رب العالمین شاہد ہے:

﴿ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴾

[پ: ۲۷، الرحمٰن]

”اسی (اللہ) نے دو دریاؤں کو ملایا کہ باہم ملے ہوئے ہیں ان دونوں کے درمیان ایک حجاب ہے کہ دونوں بڑھ نہیں سکتے۔“

یہ باوجود اتصال کے ایک دوسرے سے جدا ہیں پھر کوئی سرد ہے، کوئی گرم، اسی طرح سرخ و سفید اور زرد و سیاہ ہیں، ان میں کچھ شور ہیں۔ ان کی تاثیریں اور پیداوار جدا ہیں۔ کہیں ریت ہے کہیں سنگریزے۔ اب اگر ایک قسم کے پانی یا مٹی کو دوسرے میں

---

[1] سفید [2] سیاہ [3] سرخ۔ [ابو محمد]

ڈال دیا جائے تو فعل وانفعال اور کسر وانکسار ہو کر ان کی تاثیریں اور خاصیتیں بدلنے میں جو تبدیلی یا تکلیف ہوگی ہمیں اس کا احساس نہ ہوگا۔

جانداروں میں سببِ احساسِ روح ہے۔ اگر مٹی اور پانی میں بھی روح ہوتی تو انہیں بھی احساس ہوتا اور ان کی حرکاتِ اضطراری سے اندازہ ہوتا۔ پھر یہ کہ انسان جس مٹی سے بنا ہے اس میں تبدیلی کی گئی ہے اسی وجہ سے وہ اصل مٹی سے ممتاز ہے چنانچہ گوشت پوست، ہڈی، رگ، پٹھے، ناخن، بال، دل، جگر، خود علیحدہ علیحدہ انواع واقسام ہو کر ہر ایک اصل مٹی سے جدا کوئی دوسری چیز بن گئی ہے اور بوجہ روح ذی حس ہے اسی طرح جنات میں جس آگ سے بنے ہیں اُس آگ میں بھی تبدیلی کر کے ان کے اعضاء وجوارح بنائے گئے ہیں۔ یہ آگ بھی اپنی اصلی حالت پر نہیں ہے اور ان میں بھی روح ہے جس کی وجہ سے حس ہے۔ پس یقیناً اس تبدیل شدہ آگ کو اس اصلی آگ میں اذیت ہونا چاہیے۔

ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ علماء متقدمین ومتاخرین جنات کے آگ میں جل جانے کے قائل ہیں۔ نیز مفسرین کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے جنات کو زمین پر آباد کیا تھا۔ پھر اُن کو بوجہ سرکشی ونافرمانی کے جلا دیا۔

تفسیر ابن کثیر میں سدی کا قول ہے کہ جو جنات حضرت سلیمان علیہ السلام کی نافرمانی کرتے تھے انہیں فوراً آگ میں جلا دیا جاتا تھا۔ نیز علامہ دیربی بونی اور سنوسی نے اپنی اپنی کتب مجربات میں آیات واعمال سے جنوں کا جل جانا اور آگ میں جل جانا لکھا ہے۔

میں آسیب زدہ کے علاج میں ایک فتیلہ آگ میں جلواتا ہوں تو عموماً مریض ایک یا چند اشخاص کو جلتا ہوا نظر آ نا بتاتا ہے۔

یہ بات سب جانتے ہیں کہ اسلام جن وانس دونوں ہی کے لیے آیا ہے اور دونوں

ہی قرآن کے مخاطب و مامور ہیں اور دونوں میں سے مومن جنت میں اور کافر دوزخ میں جائیں گے۔ اب اگر یہ آگ میں نہ جلیں گے تو ان کا دوزخ میں جانا بے کار ہوگا، حالاں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴾

[پ: ۱۲، ع: ۱۰]

"میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سے پر کروں گا۔"

اور جلنے کا حال اس طرح بیان فرمایا کہ:

﴿ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ﴾ [پ: ۵، ع: ۵]

"جب ان کی کھالیں پک جائیں گی ہم ان کے سوا اور کھالیں بدل دیں گے تاکہ عذاب چکھتے رہیں۔"

ان تمام باتوں کے ساتھ اس جل جانے کی حقیقت کا علم اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کو ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں بحوالہ ابن ابی حاتم ہے کہ ایک بیمار جسے جن ستاتا تھا وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے سورۃ مومنون کی آیات ﴿ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ.....الخ ﴾ پڑھ کر اس کے کان میں دم کیا تو اچھا ہو گیا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم نے کیا پڑھا تھا؟ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بتانے پر آپ نے فرمایا کہ تم نے یہ آیتیں کان میں پڑھ کر اُس (جن) کو جلا دیا۔

علامی دیربی نے امام غزالیؒ سے نقل کیا ہے کہ ابن قتیبہؒ کہتے ہیں کہ بنی کعب کے ایک شیخ نے مجھ سے کہا کہ میں چھوہارے فروخت کرنے کے لیے بصرہ گیا۔ بصرہ میں رہنے کے لیے مجھے ایک ایسا مکان ملا جس میں بکثرت مکڑی کے جالے بنے تھے۔ میں

نے جب اس کے مالک سے کرایہ پر لینے کے لیے کہا تو اس نے کہا کہ تم اپنی جان کی خیر مناؤ، یہ مکان مت لو کیوں کہ اس میں ایک عفریت (دیو) نے اپنا ٹھکانہ بنا لیا ہے، جو کوئی اس مکان میں رہتا ہے اُسے مار ڈالتا ہے۔ میں نے کہا کہ تم اس کی فکر نہ کرو، مجھے کرایہ پر دے دو۔ اور میں جانوں اور عفریت جانے۔ چنانچہ مجھے مکان دے دیا گیا اور میں اس میں ٹھہر گیا۔ جب رات ہوئی تو ایک شخص نہایت سیاہ جس کی دونوں آنکھیں آگ کے شعلوں کی مانند تھیں آیا۔ اور اس کے آگے سیاہی تھی جو میری طرف بڑھتی اور مجھ سے قریب ہوتی جاتی تھی تو میں نے آیت الکرسی ﴿ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ..... الخ ﴾ پڑھنی شروع کر دی۔ جو کلمہ میں پڑھتا تھا، وہی کلمہ وہ پڑھتا جاتا تھا یہاں تک کہ میں نے ﴿ وَلَا يَؤُدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴾ پڑھا تو اس نے اسے نہ دہرایا۔ تو میں نے ان کلمات کی تکرار شروع کر دی یہاں تک کہ وہ تاریکی غائب ہوگئی۔ اس کے بعد میں ایک گوشہ میں سو گیا۔ جب صبح ہوئی تو میں نے اس مکان میں آگ کے جلنے کا نشان دیکھا اور راکھ بھی پائی۔ پھر میں نے سنا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ تو نے بہت بڑے عفریت (دیو) کو جلا دیا ہے۔ میں نے کہا کہ میں نے کاہے سے جلا دیا۔ آواز آئی کہ اللہ تعالیٰ کے قول ﴿ وَلَا يَؤُدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴾ سے۔

ان حالات و واقعات سے جنات کا بذریعہ عمل بالکتاب والسنۃ جل جانا ثابت ہو گیا۔ فہو المراد

جنوں کو موت

یوں تو گذشتہ معروضات سے جنات کی موت قوی دلائل کے ساتھ ثابت ہو چکی ہے تاہم اس عنوان کے تحت ہم جنوں کی موت کے بارے میں صحیح و صریح فرمان نبوی ﷺ پیش کرتے ہیں۔

چنانچہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں رسول اللہ ﷺ کا ایک استعاذہ منقول ہے جس کا ایک ٹکڑا یوں ہے کہ:

((أَنْتَ الْحَيُّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ يَمُوْتُوْنَ))

"(اے اللہ) تو وہ زندہ ہے کہ جسے کبھی موت نہیں اور جن و انس سب کو موت ہے۔"

اور فرمانِ رب العالمین ہے:

﴿ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴾ [پ: ۲۷، الرحمٰن]

"(اس زمین پر) جو ہے سب فانی ہے۔"

اس میں جن و انسان دونوں داخل ہیں۔

جنات اور شرک

یہ بات بتائی جا چکی ہے کہ انسانوں کا سب سے بڑا دشمن شیطان ہے۔ اس نے انسانوں کو گمراہ کرنے کا اللہ تعالیٰ سے قول کیا ہے۔ اب یہ اور اس کی ذریات، دن رات اپنے قول کو پورا کرنے کی فکر میں لگی ہوئی ہے۔ اس نے خود بھی کفر کیا جیسا کہ آیت ﴿ اَبٰی وَاسْتَكْبَرَ..... الخ ﴾ سے ثابت ہے، اور دوسرے لوگوں کو بھی کفر و شرک میں مبتلا کرنے کے لیے نئی نئی باتیں نکالیں۔ چنانچہ اس کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ جب جنوں کی بادشاہت زمین سے ختم کر کے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو زمین پر بسایا تو اس لعین نے ہر ممکن طریقہ سے انسانوں کو ڈرایا دھمکایا اور ان کو نقصان پہنچایا۔ کبھی تو سانپوں کے بھیس میں آ کر پریشان کیا اور کبھی کسی بھیس میں آ کر فریب دیا۔

چوں کہ جن مختلف بھیسوں اور شکلوں میں سامنے آ کر غائب ہو جاتے تھے، اس وجہ سے انسانوں نے ان کو اپنے سے بڑا طاقتور مانا اور چوں کہ یہ بعض آیندہ باتوں کی خبریں بھی دیتے تھے، کبھی وہ سچی بھی ہو جاتی تھیں، تو اس سے انسانوں نے ان کو عالم الغیب بھی ماننا شروع کر دیا۔ پھر شیطان نے ان کے (انسانوں کے) دلوں میں یہ بھی ڈالا کہ یہ ان کے معبود ہیں اور شیطان نے انسانوں کے دلوں میں یہ بھی ڈالا کہ تم ان کی پرستش کرو، نذر و نیاز ان کے نام کی لاؤ، ان کے نام پر قربانیاں کرو، کیوں کہ یہ تمہاری حاجتیں پوری کریں گے ان سے منتیں مانگو، سفر و حضر میں ان کی حفاظت میں آنے کا اقرار کرو، چنانچہ جب لوگ سفر کرتے اور کسی جنگل میں ہوتے تو وہاں کے بڑے جن کی

حفاظت طلب کرتے اور امن مانگتے۔ تفسیر ابن کثیر میں تحت آیت:

﴿ وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ﴾ [پ: ۲۹، الجن]

"یعنی بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے۔"

لکھا ہے کہ پہلے جن انسانوں سے ڈرتے تھے اور جہاں انسان جاتے تھے وہاں سے جن خوف کی وجہ سے بھاگ جاتے تھے۔ پھر انسان جس جنگل یا ویرانے میں جاتے تو جنوں سے پناہ طلب کرنے لگے اور کہتے تھے کہ اس جگہ کے سب سے بڑے جن کی پناہ میں ہم آ گئے اب وہ، ان کا مال واسباب، ان کی بیوی اور بچے ہر بات سے محفوظ ہو گئے، اب انہیں کسی طرح کا اندیشہ نہ رہا اور اسے اس طرح سمجھتے تھے کہ جس طرح جاہلیت والے کسی نئے مقام پر وہاں کے بڑے شخص کی پناہ میں آ کر مامون ومحفوظ ہو گئے۔ جب جنوں نے انسانوں کا یہ ڈر اور تعوذ دیکھا تو جن انسانوں کو اور زیادہ ڈرانے اور ستانے لگے اور ان کی سرکشی اور زیادہ ہو گئی۔

اسی طرح تفسیر ابن کثیر میں تحت آیت:

﴿ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ وَ قَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ ﴾ [پ: ۸، ع: ۲]

"اے جماعت جنوں کی تم نے انسانوں میں بڑا حصہ لیا، جو انسان ان کے ساتھ تعلق رکھنے والے تھے وہ کہیں گے کہ ہمارے پروردگار! ہم میں ایک نے دوسرے سے فائدہ حاصل کیا تھا۔"

بحوالہ تفسیر ابن جریر لکھا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں کوئی شخص سفر کرتا ہوا کسی وادی میں بھٹکتا تھا تو کہتا تھا کہ میں اس وادی کے سب سے بڑے جن کی پناہ لیتا ہوں۔ یہ ہوتا تھا

کہ انسانوں کا استمتاع، اور جنوں کا انسانوں سے فائدہ اُٹھانا یہ ہے کہ انسان ان کی تعظیم کرتے تھے اور ان سے مدد طلب کرتے تھے اور انسانوں ہی سے اُنہیں بزرگی ملتی تھی، کردم بن ابو سائب انصاری کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ہمراہ کسی کام کے لیے مدینہ سے باہر نکلا۔ اس وقت مکہ میں پیغمبر ﷺ کی بعثت ہو چکی تھی۔ رات کو جنگل میں ہم ایک چرواہے کے پاس ٹھہرے، آدھی رات کے وقت ایک بھیڑیا آیا اور ایک بکری کو لے گیا، چرواہا پکارتا ہوا بھاگا، اے جنگل کو آباد رکھنے والے تیری پناہ میں آیا ہوا شخص لٹ گیا، اس کے ساتھ ہی آواز آئی کہ اے بھیڑیئے اس بکری کو چھوڑ دے، لیکن بولنے والا کوئی شخص نظر نہ آیا۔ تھوڑی دیر بعد وہی بکری دوڑتی ہوئی آئی اور ریوڑ میں مل گئی۔ اس کے کوئی زخم بھی نہ تھا۔

پھر لکھا ہے کہ ممکن ہے جن ہی بھیڑیا بن کر آیا ہو اور اس دہائی کو سن کو اس لیے بکری کو چھوڑ دیا ہو کہ چرواہے کا اور دوسرے لوگوں کا اس بات کو سن کر اور عقیدہ پختہ ہو جائے کہ جنات کی پناہ میں آ کر نقصان سے محفوظ ہو جاتے ہیں اور لوگ زیادہ گمراہ ہو جائیں۔

غرض کہ اس طرح جنوں کو بڑا مان کر فریاد رس و مددگار سمجھ کر رفتہ رفتہ ان کی پرستش کرنے لگے۔ ثابت ہوا کہ شرک کی ابتدا جنات نے کرائی۔ اس سے ان کا مقصد انسانوں کو گمراہ کرنا تھا اور باری تعالیٰ کی عبادت کا عقیدہ ختم کرا کے غیر اللہ کی پرستش قائم کرانی تھی جس میں وہ کافی حد تک کامیاب ہوئے۔

پرستشِ جنات

قرآن عزیز میں ہے کہ:

﴿ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ ..... الخ ﴾[پ: ۷،الانعام]

''اور لوگوں نے شیاطین کو اللہ کا شریک قرار دے دیا ہے حالانکہ ان لوگوں کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔''

تفسیر ابن کثیر میں تحت آیت:

﴿ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى..... الخ ﴾

[پ: ۲۳،ع: ۱۵]

''ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نزدیکی کے مرتبہ تک ہماری رسائی کر دیں۔''

لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو جمع کر کے فرشتوں سے سوال کرے گا کہ کیا یہ لوگ تمہیں پوجتے تھے۔ وہ جواب دیں گے کہ تو پاک ہے، ایسا نہیں ہے بلکہ ہمارا اللہ تو ہی ہے۔ یہ لوگ تو جنات کی پرستش کیا کرتے تھے اور ان میں سے اکثر کا عقیدہ و ایمان ان ہی پر تھا۔

اسی طرح آیت:

﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ.....الخ ﴾

[پ: ۱۵،ع: ٦]

''جن کو یہ لوگ پکارتے رہتے ہیں خود وہ اپنے رب کی نزدیکی کی جستجو میں رہتے ہیں۔''

اس کے تحت بخاری شریف میں مرقوم ہے کہ جنات کی مشرکین پرستش کرتے تھے، وہ جن تو خود مسلمان ہو گئے تھے لیکن یہ لوگ اب تک اپنے کفر پر جمع ہوئے ہیں اس لیے انہیں خبردار کیا گیا ہے کہ تمہارے معبود اللہ تعالیٰ کی طرف جھک گئے لیکن تم نادان اپنی ہٹ دھرمی پر اڑے ہوئے معبودِ حقیقی کو چھوڑ کر ان کی پرستش کیے جا رہے ہو۔

ان حوالہ جات سے انسانوں کا جنوں کی پرستش کرنا اظہر من الشمس ہے۔

جنات اور بت پرستی

چوں کہ جنات لوگوں کو آسمانی باتوں کی خبریں دیتے تھے اور بعض باتیں ان میں سے سچ ہو جاتی تھیں، اس لیے ان کو عالم الغیب سمجھنے لگے۔ اور دوسرا یہ کہ جنات انسانوں کی امور دنیاوی میں امداد کرتے اور انسان ان سے استمداد کرتے تھے اس لیے جنات کو متصرف وقادر ماننے لگے۔ اسی طرح رفتہ رفتہ ان کی پرستش شروع ہوگئی۔ پرستش کرنے والے دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک تو وہ جو صرف ان کے نام پر ہی ان کی پوجا کرتے، دوسرے وہ جنہوں نے ان کے بت بنا کر پوجا کی۔ پھر جنہوں نے بت بنائے وہ بھی دو قسم کے تھے۔ ایک تو وہ جو ان بتوں کو فرشتوں، آسمانی روحوں اور جنات سے نسبت دیتے تھے، دوسرے وہ جو ان بتوں کو کسی بھی حیثیت سے بڑی شخصیت مانتے تھے۔

اس بت پرستی کو اس طرح بتایا گیا ہے:

﴿ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّ تَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴾

[پ: ۲۳، ع: ۸]

''یعنی کیا تم بعل[1] نامی بت سے دعائیں کرتے ہو اور سب سے بہتر خالق

[1] تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام کی قوم اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کرتی تھی۔ اہل یمن اور قبیلہ ازد اور شنوہ رب کو بعل کہتے تھے۔ بعل نامی جس بت کی یہ پوجا کرتے تھے وہ ایک عورت تھی۔ اس کے پجاری جس شہر میں رہتے تھے اس شہر کا نام بعلبک تھا۔ تفسیر اعظم التفاسیر میں لکھا ہے کہ بعل ہر شخص کی بات کا جواب دیا کرتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ اللہ نے شیطان کو اس پر قدرت دے رکھی تھی وہ بعل کے اندر داخل ہو کر بولتا اور ہر سائل کو اس کی بات کا جواب دیتا۔ [ابو محمد]

کو چھوڑ دیتے ہو۔''

اور کافر کہتے تھے:

﴿ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ﴾

[پ: ۲۳، ع: ۱۰]

''(کافر کہتے تھے کہ) کیا اس (رسولؐ) نے اتنے سارے معبودوں کا ایک ہی معبود کر دیا۔ واقعی یہ بہت ہی عجیب بات ہے۔''

کافر لوگ اپنی بت پرستی کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ:

﴿ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ﴾ [پ: ۲۳، ع: ۱۵]

''یعنی ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ بزرگ اللہ تعالیٰ کی نزدیکی کے مرتبہ تک ہماری رسائی کر دیں۔'' (غرض کہ بت پرستی کی بنیاد اور جڑ جنات پرستی سے ہوتی ہے۔)

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ جو لوگ پتھروں یا دھاتوں کے بنائے ہوئے بتوں کو پوجتے تھے وہ لوگ صاحب عقل و دانش اور چالاک و ہوشیار، جنگ آزماو مدبر اور کاروباری لوگ تھے۔ اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ یہ بت انہی کے بنائے ہوئے ہیں جن میں حس و حرکت نہیں، قدرت و قوت نہیں، گویائی نہیں، پھر بھی انہیں پوجتے تھے تو کیا یہ فعل عبث کرتے تھے؟ نہیں یہ بات نہیں ہے بلکہ وہ سمجھتے تھے کہ ان کی اس بت پرستی سے جنات خوش ہوتے اور ان کی امداد کرتے ہیں اور ان کی خواہشوں کو پورا کرنے میں وعدے کرتے ہیں اور اُمیدیں دلاتے ہیں جیسا کہ شیطان نے کہا تھا کہ

﴿ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ ﴾ [پ: ۵، رکوع: ۱۵] ''اور میں باطل اُمیدیں دلاتا رہوں گا۔''

ان ہی لوگوں کو اور جنوں کو ایک دوسرے کا دوست بتایا گیا ہے۔ فرمان ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ..... الخ ﴾ [پ: ۳، ع: ۲]

''وہ لوگ جو کافر ہیں ان کے دوست شیاطین ہیں۔''

دوسری جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾

[پ: ۸، ع: ۱۰]

''ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو اپنا رفیق بنالیا ہے۔''

اور یہی شیاطین وجن ان پر القاء والہام کرتے تھے۔ فرمان ہے:

﴿ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ﴾

[پ: ۸، ع: ۱]

''اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کو تعلیم دے رہے ہیں کہ تم سے جدال کریں۔''

نیز شیطان کے الہام والقاء اور وساوس سب کو تسلیم ہیں اور فرمانِ رب العالمین ہے کہ:

﴿ اَلَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴾

[پ: ۳۰، الناس]

''جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے خواہ وہ جن ہو یا انسانوں میں سے۔''

اور جگہ ہے:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ﴾

[پ: ۱۷، ع: ۱۴]

''ہم نے تجھ سے پہلے جس رسول اور نبی کو بھیجا اس کے ساتھ یہ ہوا کہ جب وہ (اپنی قوم) میں کوئی بیان کرنے لگا تو شیطان نے (قوم کے دلوں) میں

وسوسہ ڈال دیا، پس شیطان کے وسوسہ کو اللہ تعالیٰ دور کر دیتا ہے۔''

ہم نے جو کچھ لکھا ہے اس کی توضیح و تشریح یہ ہے کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا قرین[1] جو باقی رہتا ہے وہ اس بت پرستی کے وقت اس بت سے متعلق رہتا ہے اور وہی پجاری کو اُمیدیں دلاتا ہے، وعدے کرتا ہے، الہام والقاء کرتا ہے۔

﴿ اَفَرَاَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی ﴾ [پ: ۲۷، النجم]

''کیا پس تم نے لات و عزیٰ کو دیکھا۔''

کے تحت سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عزیٰ کو توڑنے کے لیے حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کو بھیجا۔ یہ ببول کے تین درختوں پر تھا۔ خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے اسے توڑ دیا، درخت کاٹ دیے، قبہ ڈھا دیا، پھر واپس آ کر رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے کچھ نہیں کیا، پھر واپس جاؤ۔ انہوں نے واپس جا کر دیکھا تو ایک عورت برہنہ، بال بکھیرے اپنے سر پر مٹی ڈال رہی ہے۔ خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے اسے تلوار سے ختم کر دیا اور واپس آ کر آنحضرت ﷺ کو اطلاع دی، آپ ﷺ نے فرمایا: عزیٰ[1] یہی تھی۔

بعض احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی سفر میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو پانی لینے کے لیے بھیجا۔ اور فرمایا کہ کوئی شخص تمہیں پانی بھرنے سے

---

[1] قرین کا مفصل بیان آئندہ صفحات میں آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ۔ [ابو محمد]

[2] اسلام سے پہلے کفار عرب عزیٰ اور بہت سے دیگر بتوں کی عبادت و پوجا پاٹ کرتے تھے۔ قارئین کی ازدیاد بصیرت کے لیے بت پرستی کے متعلق مختصر طور پر یہاں عرض کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

[1] عزیٰ: ...... مکہ اور طائف کے درمیان ایک درخت تھا۔ اس پر قبہ بنا ہوا تھا۔ چادریں چڑھی ہوئی تھیں۔ قریش اس کی عظمت و پوجا کرتے تھے۔ زمانہ اسلام میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے اسے ختم کیا اور کہتے جاتے تھے کہ ((یَاعُزّٰی کُفْرَانَكِ لَا سُبْحٰنَكِ اِنِّیْ رَأَیْتُ اللّٰهَ قَدْ اَهَانَكِ))''اے عزیٰ! میں تیرا منکر ہوں، تیری پاکی بیان کرنے والا نہیں ہوں، میرا ایمان ہے کہ تیری عزت کو اللہ نے خاک میں ملا دیا ہے۔'' پجاری اس سے آواز بھی سنا کرتے تھے۔ دراصل عزیٰ نامی ایک شیطانیہ عورت ⇦⇦⇦

روکے گا۔ جب یہ کنویں پر پہنچے تو ایک سیاہ فام شخص نے انہیں پکڑ لیا لیکن انہوں نے

(بقیہ صفحہ سابقہ) تھی جو ایک درخت پر تھی۔

۲۔ لات:...... یہ ایک بزرگ شخص تھا جو موسمِ حج میں حاجیوں کو ستو اور روغن زیتون ملا کر پلایا کرتا تھا۔ جب مر گیا تو قبیلہ ثقیف نے اس کی صورت پر پتھر کا ایک بت بنا کر اس کا نام لات رکھا۔ اس کی بھی پوجا شروع ہوئی۔ اس پر بھی غلاف و چادریں چڑھائیں۔ قبہ بنایا، مجاور مقرر ہوئے، اس کے آس پاس کی جگہ مثل حرم مانی جانے لگی۔ اہل طائف کا یہ بت کدہ تھا۔ اس کی تولید قبیلہ بنو معتب میں تھی۔ زمانہ اسلام میں رسول اللہ ﷺ نے اس کو ختم کرنے کے لیے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت صخر بن حرب رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا۔ جنہوں نے اسے معدوم کر کے اس کی جگہ مسجد بنا دی تھی۔

۳۔ منات:...... مکہ و مدینہ کے درمیان مقام ''حدید'' کے پاس یہ بت تھا۔ قبیلہ خزاعہ، قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج، زمانہ جاہلیت میں اس کی پرستش کرتے تھے۔ یہیں سے احرام باندھ کر حج بیت اللہ کو جاتے۔ یہ تینوں بت بہت مشہور تھے۔ لوگ ان کا طواف کرتے، ان پر جانور چڑھاتے (جیسا کہ آج کل پیروں کے نام مزاروں پر دنبے و بکرے چڑھائے جاتے ہیں اور پیروں کی نذر و نیاز کی جاتی ہے مثلاً گیارھویں وغیرہ۔ یہ سب امور کفار عرب کی اندھی تقلید اور کفر و شرک ہیں) ان کے نام کی قسمیں کھاتے، منات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فنا ہوا۔

۴۔ ھُبل:...... یہ بت خانہ کعبہ کے اندر تھا۔ آدمی کی شکل کا سرخ یاقوت کا بنا ہوا تھا اور دایاں ہاتھ کٹا ہوا تھا۔ بعد میں قریش نے سونے کا ہاتھ بنا کر لگایا۔ سب سے پہلے اسے خزاعہ بن مدرکہ نے نصب کیا۔ اس بت کے آگے سات لکڑیاں مثل تیر کے رکھی تھیں۔ ایک لکڑی پر صریح دوسری پر ملصق لکھا ہوا تھا۔ کفار کے ہاں جب بچہ پیدا ہوتا تو ہبل پر چڑھاوا لے جاتے اور ان تیروں سے پانسہ پھینکتے۔ اگر صریح نکلتا تو بچہ کو الفت سے رکھتے، بصورتِ دیگر بچہ کو ضائع کر دیتے۔ سفیان بن حرب نے احد کی لڑائی کے دن مسلمانوں کے مقابلہ میں کہا تھا: اُعْلُ ھُبَل ''اے ہبل تیرا دین بلند ہو۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم جواب دو کہ: اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَلُّ ''اللہ تعالیٰ برتر اور بزرگ ہے۔''

۵،۶۔ اساف اور نائلہ:...... اساف مرد اور نائلہ عورت تھی۔ دونوں قبیلہ جرہم سے تھے۔ ان کو اساف بن یعلیٰ اور نائلہ بنت زید کہتے تھے۔ دونوں کا عشق یمن سے شروع ہوا۔ پھر قافلہ کے ہمراہ دونوں حج کو آئے۔ ایک رات دونوں نے خانہ کعبہ میں داخل ہو کر تنہائی پا کر بدکاری کی تو مسخ ہو کر پتھر ہو گئے۔ صبح لوگوں نے مسخ پا کر خانہ کعبہ سے باہر نکال کر ایک کو کعبہ کے متصل دوسرے کو زمزم کے مقام پر نصب کیا تا کہ لوگ عبرت حاصل کریں۔ کچھ مدت گزرنے کے بعد دیگر بتوں کے ساتھ ان کی بھی پوجا پاٹ شروع ہو گئی۔

۷۔ ذوالخلصہ:...... سفید پتھر کا بنا ہوا تھا، سر پر تاج کی شکل نقش تھی، مکہ و مدینہ کے درمیان مکہ سے ⇦⇦⇦

اسے مار دیا اور پتھر سے سر کچل دیا۔ جب پانی لے کر آئے تو رسول اللہ ﷺ کے پوچھنے

(بقیہ صفحہ سابقہ) سات یوم کی مسافت پر ایک مکان میں رکھا گیا تھا، اسے جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے ختم کیا۔

۸۔ ذو الکفین:...... قبیلہ دوس کا بت تھا۔ جب یہ قبیلہ اسلام لے آیا تو حضور ﷺ نے طفیل بن عمر کو بھیجا۔ انہوں نے اسے ختم کر دیا۔

۹۔ ذو الشری:...... یہ قبیلہ بنی حارث بن یشکر کا بت تھا۔

۱۰۔ اُقَیْصِر:...... یہ بت قبیلہ قزاعہ، لخم، جذام، عاملہ اور غطفان کا تھا۔

۱۱۔ نَھْم:...... یہ قبیلہ مزینہ کا بت تھا۔ پجاری اکثر اپنے نام عبد نہم رکھتے تھے۔ (عبد کے معنی بندے کے ہوتے ہیں، عبد نہم یعنی نہم کے بندے چوں کہ کل انسان اللہ تعالیٰ کے بندے ہوتے ہیں، اس لیے ماسوا اللہ تعالیٰ کے کسی اور کی طرف عبدیت منسوب کرنا کسی اور کا بندہ بننا عند اللہ و عند الرسول ﷺ کفر و شرک ہے۔ لہٰذا آج کل جو مسلمان اپنا نام عبد النبی، عبد الرسول، عبد المصطفیٰ یا عبد الحسین وغیرہ رکھتے ہیں ان کو چاہیے کہ وہ اپنے نام بدل کر عبد اللہ یا عبد الرحمٰن وغیرہ جیسے محبوب نام رکھیں۔)

۱۲۔ سُعَیر:...... قبیلہ غزہ کا بت تھا۔

۱۳۔ فَلس:...... قبیلہ طی کا بت تھا۔

۱۴۔ وَدّ:...... اس بت کو عوف بن عذرہ نے وادی القریٰ کے قریہ دومۃ الجندل میں رکھا۔ اور اس نے اپنے ایک بیٹے کا نام عبد وَدّ رکھا۔ ایک دوسرے بیٹے عامر کو اس کا مجاور مقرر کیا (جیسا کہ آج کل مزاروں اور خانقاہوں پر بے نماز، مشرک، مشٹنڈے عوام الناس کا مال کھا کر جہنم کا ایندھن بن رہے ہیں، نہ نماز پڑھیں نہ روزہ رکھیں نہ حقوق اللہ و حقوق العباد کا پاس، بھنگ و چرس میں مست۔ ان سے زیادہ تو ان لوگوں پر رونا آتا ہے جو مسلمان کہلا کر ایسے غنڈہ فطرت لوگوں کو اللہ کے پیارے سمجھ کر ان کو نذرانے پیش کر کے عند اللہ مجرم بنتے ہیں۔ قبروں پر مجاور بن کر بیٹھنے سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ (مشکوٰۃ) اس لیے کہ یہ عادت بیہودہ ہے)

مالک بن حارث کہتے ہیں کہ میں نے ود کو دیکھا ہے۔ میرا باپ مجھے دودھ دیتا اور کہتا کہ جا کر ود کو پلا تو میں خود راستہ میں پی جاتا۔

یہ بت ایک مرد کی صورت تھا ایک تلوار لٹکائے کندھے پر کمان لگائے آگے ایک نیزہ بطور جھنڈا کے لیے، ترکش میں تیر تھے، اسے حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے غزوۂ تبوک والے دن جہنم رسید کیا۔

۱۵۔ سواع:...... قبیلہ مضر بن مزار کے حارث بن تمیم نے اس بت کو بطن نخلہ کی زمین رباط میں رکھا تھا اور اس کی پرستش کی، یہ بت عابدہ عورت کی صورت پر تھا۔

۱۶۔ یغوث:...... قبیلہ مذحج کے ایک آدمی انعم بن عمرو المرادی نے اسے یمن کے ایک ٹیلہ پر رکھا اور اس قبیلہ کے لوگوں نے اس کی پوجا پاٹ کی۔ یہ شیر کی شکل پر تھا۔ ⇦⇦⇦

پر واقعہ سنایا تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ شیطان تھا۔

(بقیہ صفحہ سابقہ)

۱۷۔یعوق:...... قبیلہ ہمدان کے ایک شخص مالک بن مرثد نامی نے اس بت کو ایک گاؤں خیوان میں نصب کیا اور اس کی پوجا کی، یہ بت گھوڑے کی شکل پر تھا۔

۱۸۔نسر:..... اسے قبیلہ ہمدان کے ایک آدمی معدیکرب نے زمین سبا کے موضع بلغ میں رکھا اور اس کی پرستش کی۔ یہ فربہ گدھ کی ہیئت میں تھا۔

آخر الذکر پانچ بتوں، ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ حضرت ادریس علیہ السلام سے قبل بندگانِ صالح ایک ہی زمانہ میں گزرے ہیں۔ پانچوں نے ایک ہی ماہ میں انتقال کیا تو ان کی برادری کو بہت صدمہ ہوا۔ چنانچہ اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے شیطان نے قبیلہ بنی قابیل میں سے ایک شخص کو سکھایا تو اس نے ان کے رشتہ داروں کو اُن پانچوں کی مورتیں بنا کر دے دیں۔ اہل برادری، ان مورتیوں کی بے حد تعظیم و تکریم کرتے جو آہستہ آہستہ عبادت و پرستش کی شکل اختیار کرتی چلی گئی۔ چند پشتوں بعد مستقل طور پر اُن پانچوں کی مورتوں کو معبود ٹھہرا لیا گیا۔ ان کی عبادت اور ان کی نذر و نیاز ہونے لگی۔ اِدھر غیرت باری تعالیٰ کو جوش آیا تو اللہ تعالیٰ نے اُن بت پرستوں کی طرف حضرت ادریس علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ انہوں نے توحید کا وعظ سنایا لیکن کسی نے نہ مانا اور یہی کہتے رہے کہ چوں کہ ہمارے باپ دادان کی پرستش کرتے چلے آئے ہیں لہٰذا اب ہم نا خلف بن کر ان کو نہیں چھوڑ سکتے۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام مبعوث ہوئے، جب حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ۴۸۰ برس ہوئی تو نبوت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ۱۲۰ سال تک اس بت پرست قوم کو توحید سنائی لیکن ان کی بھی نہ مانی۔ جب حضرت نوح علیہ السلام ۶۰۰ برس کے ہوئے تو طوفان آیا۔ طوفان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام ۳۵۰ برس زندہ رہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ۹۵۰ برس ہوئی۔ حضرت آدم و حضرت نوح علیہما السلام کے مابین ۲۲۰۰ برس کا فاصلہ ہے۔

طوفانِ نوح علیہ السلام سے یہ پانچوں بت اِدھر اُدھر ٹھوکریں کھاتے رہے، آخر کار پانی کے طوفانی تھپیڑوں نے ان کو سرزمین جدہ میں لا ڈالا۔ پانی خشک ہونے کے بعد یہ بت کنارے پر کافی عرصہ پڑے رہے۔ پھر ریت کے نیچے دب گئے۔ عمرو بن لحي مشہور کاہن تھا اس کی کنیت ابوثمامہ تھی، اس کا ایک جن مؤکل تھا۔ اس جن نے کاہنوں کے لہجہ میں عمرو سے کہا کہ: ((عَجِّلْ بِالْمَسِيرِ وَالظَّعْنِ مِنْ تِهَامَةَ بِالسَّعْدِ وَالسَّلَامَةِ ايتِ ضَفَّ جَدَّةَ تَجِدْ فِيهَا اَصْنَامًا مُعَدَّةً فَاوْرِدْهَا تِهَامَةَ وَلَا تُهَابْ سَادَتَهَا ثُمَّ ادْعُ الْعَرَبَ اِلٰى عِبَادَتِهَا تُجَابُ)) ''تہامہ سے کجاوہ کس کے جلد اپنے آپ کو سعد و سلامہ میں پہنچا۔ پھر جدہ کے کنارے جا وہاں تجھ کو رکھی ہوئی مورتیں ملیں گی ان کو تہامہ لے آ اور یہاں کے سرداروں سے خوف نہ کر، پھر عرب کو ان کی عبادت کے لیے بلا۔''

چنانچہ عمرو بن لحي نے ایسا ہی کیا جا کر جدہ سے نشان ڈھونڈ کر ان پانچوں بتوں کو نکال لایا اور ⇦⇦⇦

طبقات ابن سعد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ بن سہیل کے ساتھ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو منات کو توڑنے کے لیے بھیجا۔ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ منات کو توڑنے کے لیے بڑھے تو ایک سیاہ فام برہنہ عورت بال بکھیرے آگے آئی۔ حضرت سعد نے اسے قتل کر دیا۔

اور چونکہ جن وشیاطین اپنی پرستش سے خوش ہوتے ہیں اس لیے فرمایا ہے:

﴿ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴾ [پ: ۲۷، ع: ۷]

''تم اللہ کے سوا جس (جن) کی عبادت کرتے ہو سب دوزخ کا ایندھن ہوں گے، تم سب دوزخ میں جانے والے ہو۔''

ہندوؤں میں یہ تین ہستیاں بہت ہی مشہور ومتبرک ہیں اور ان کی تصاویر کی پرستش کی جاتی ہے، ایک دیوی جس کا نام سیتا یا راون ہے۔ جس کے چار ہاتھ ہیں، دوسرے گنیش جی جس کا چہرہ ہاتھی کا سا ہے اور سونڈھ بھی ہے۔ تیسرے ہنومان جی جس کا چہرہ بندر کا سا ہے اور دم بھی ہے۔ میرے خیال میں یہ جن تھے جو ان صورتوں میں آ کر

(بقیہ صفحہ سابقہ) عرب کے مختلف قبائل کو برائے پرستش دے دیے۔ عرب کے اندر بت پرستی اور بتوں پر جانور چڑھانے کی رسم قبیح سب سے پہلے اس خبیث فطرت انسان لعنۃ اللہ علیہ نے شروع کی۔ اس کی ماں کا نام فھیرہ تھا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جہنم میرے سامنے لائی گئی تو میں نے عمرو بن لحی کو جہنم میں آنتیں گھسیٹتے دیکھا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ عرض کیا گیا کہ یہی عمرو بن لحی ہے جس نے سب سے پہلے عرب میں بت پرستی اور بتوں پر جانور چڑھانے شروع کیے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آج کل بھی جو نام نہاد مسلمان قبروں اور مزاروں پر دنبے بکرے چڑھاتے اور اہل قبور سے امداد چاہتے ہیں یہ عمرو بن لحي کے مقلد ہیں۔ ان کا توحید باری تعالیٰ سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

(تفسیر ابن کثیر و تفسیر اعظم التفاسیر پ:۲۷، سورۃ النجم و پ:۲۹ سورۃ نوح، تلبیس ابلیس لابن الجوزی المتوفی: ۵۹۷ھ۔ [ابو محمد]

کافروں کے کام کرتے تھے اور کافر انہیں بزرگ و برتر اور بالا ہستی سمجھ کر انہیں پوجتے تھے، اور اب بھی ان کی مورتیں بنا کر انہیں پوجا جاتا ہے۔

غرض کہ شیطان لعین نے جو کہا تھا کہ میں تیرے بندوں کو حتی الامکان گمراہ کروں گا اس نے انسان کو گمراہ کرنے کے متعدد ذرائع استعمال کیے۔ کہیں بت بنا کر اس کی پوجا کرائی تو کہیں تصاویر پر جھکایا، کہیں پتھر پر سجدے کرائے تو کہیں درختوں سے مرادیں و فریادیں کرائیں، اللہ کے مغضوب بندوں پر کچھ اس طرح سوار ہوا کہ جدھر چاہا موڑ لیا، جن جن اصنام کی پوجا کرائی، اُن اصنام سے اپنا تعلق رکھا اس صنم میں خود سرایت کر کے اس کی طرف پجاریوں کو خوش فہمیاں دے کر ان کو بدعقیدگی پر خوب مضبوط و مستحکم کیا۔ چنانچہ بتوں میں سے اور بتوں پر قربان شدہ جانوروں میں سے جنوں کے بولنے کی آوازیں آنا، ان کا باتیں بتانا اور بعثت نبوی ﷺ کی خبریں دینا بہت سی کتابوں میں مذکور ہے جیسے شرف المصطفیٰ، بیہقی، ابو نعیم، طبقات ابن سعد وغیرہ۔

جنات اور قبریں

بعض لوگ کسی بزرگ کی قبر پر معتکف یا مراقب ہوتے ہیں اور صاحب قبر کی روح سے حصولِ فیوض کی کوشش کرتے ہیں، یا فیض پانا بتاتے ہیں جب اس کی حقیقت پر غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ شیطان نے انسان کو گمراہ کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ایجاد کیا ہے جو بظاہر بزرگ سے عقیدت مندی کے لحاظ سے بہت اچھا مانا جاتا ہے اور جو ایسا فعل کرتے ہیں عوام الناس اُن لوگوں کی بڑی قدر و منزلت کرتے ہیں انہیں بزرگ تصور کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت میں شیطان کا داؤان پر چل چکا ہوتا ہے اور وہ شیطان کے چکر میں پھنس کر ایسا کرتے ہیں۔ اعتکاف و مراقبہ پر غور فرمایئے کہ جس بزرگ یا مرنے والے کی قبر پر مراقبہ کیا جاتا ہے اس کی روح تو مرنے کے بعد علیین یا سجین میں چلی جاتی ہے یا یہ کہ بلحاظ کفر و اسلام جنت یا دوزخ میں اور جسم خاکی اس جہاں میں جو کہ بے حس و حرکت ہے۔ اور بقول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اَلْمَوْتیٰ کَالْحِجَارَۃِ یعنی مردہ مثل پتھر کے ہے تو اس جسم سے حصولِ فیوض کیسا؟ بات اصل یہ ہے کہ جیسا ہم پہلے بتا آئے ہیں کہ ہر شخص کے ساتھ ایک جن پیدا ہوا ہے اور وہ اس شخص کی موت کے ساتھ مرتا نہیں یہ جن اچھوں کا اچھا اور بروں کا برا ہوتا ہے اور قریب بہ یقین یہ ہے کہ جو لوگ دین دار و نیک اعمال کرنے والے ہوتے ہیں اُن کا جن (جو اُن کے ہمراہ پیدا ہوا ہے) بھی اسلام لا کر ایسا ہی نیک ہو جاتا ہے جیسا کہ پہلے بیان کی ہوئی حدیث کے لفظ اَسْلَمَ سے ثابت ہوتا ہے۔ انسان کے مرنے کے بعد اس جن کا تعلق اس کی قبر سے قائم

رہتا ہے اور کافروں کا مرگھٹ یا مسان سے تعلق قائم رہتا ہے اسی لیے کاہن یا جادوگر مردہ کی کریا یا مرگھٹ کی سیوا اور پوجا کرتے ہیں۔

یہی جنات صاحب قبر کے معتقدین کو الہام والقاء کرتے ہیں اور لوگ صاحب قبر کی روح سے فیض سمجھتے ہیں۔ شیاطین کا الہام والقاء[1] ہم پہلے صراحت سے ثابت کر

[1] یہ امر مسلم ہے کہ مومن جنات بھی اچھی باتوں کا اور کافر ومشرک جنات بری باتوں کا القاء کرتے ہیں۔ شیاطین کے الہام کے متعلق: (۱) تلبیس ابلیس میں لکھا ہے کہ ابوعثمان الہندی سے روایت ہے کہ ہم لوگ زمانہ جاہلیت میں پتھر پوجتے تھے، ایک دفعہ ہم نے سنا کہ ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ اے قوم والو! تمہارا رب تباہ و برباد ہوگیا اب کوئی دوسرا رب تلاش کرو، تو ہم لوگ نکل کر ہر طرف اونچے نیچے میدانوں میں ڈھونڈتے پھرتے تھے کہ اتنے میں ایک پکارنے والے نے آواز دی کہ ہم نے تمہارا رب پایا ہے، پھر ہم لوگ لوٹ آئے تو دیکھا کہ ایک پتھر پایا ہے پھر اس پر اونٹوں کی قربانی کی گئی یہ الہام و القاء شیطان کی طرف سے تھا۔

(۲) شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے اپنی کتاب ''البلاغ المبین'' میں شیخ عبدالقادر جیلانی کا واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ شیخ صاحب سیر وسیاحت کرتے ہوئے ایک ایسے جنگل میں جا پہنچے جہاں پانی نہیں تھا۔ شدت سے پیاس لگی۔ اللہ تعالیٰ نے بادل کے چند قطرے پانی برسایا جس سے قدرے تسکین ہوئی۔ اس کے بعد یکا یک بادلوں میں سے ایک عجیب وغریب صورت نمودار ہوئی جو شیخ سے کہنے لگی کہ اے عبدالقادر! میں تیرا پروردگار ہوں، میں تجھ پر تمام حرام چیزوں کو حلال کرتا ہوں، جو چاہو کرو، کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔ شیخ نے فوراً کہا: ((اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ)) ''میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔'' اے شیطان ملعون! دور ہوجا۔ اس کے بعد فوراً وہ روشنی ختم ہوگئی۔ اندھیرا ہوگیا اور وہ صورت غائب ہوگئی۔ پھر آواز آئی کہ اے عبدالقادر! تم نے اپنے علم وفہم کی وجہ سے مجھ سے نجات پائی ہے ورنہ میں اس جگہ ستر صوفیوں اور بزرگوں کو اسی طرح گمراہ کر چکا ہوں۔ (یہ شیطان کا دوسرا حملہ تھا) شیخ نے کہا کہ ((لِلّٰہِ الْفَضْلُ وَالْمِنَّۃُ وَمِنْہُ الْھِدَایَۃُ فِی الْبِدَایَۃِ وَالنِّھَایَۃِ)) ''اللہ تعالیٰ کا ہی فضل واحسان ہے، وہی ہر حال میں رہنمائی کرتا ہے۔'' مقصد یہ ہے کہ شیطان نے جو یہ کہا کہ تو علم کے زور سے بچ گیا۔ اس سے بھی شیطان کی مراد مجھ کو گمراہ کرنا تھا یعنی میں یہ سمجھ بیٹھوں کہ میں اپنے علم کے باعث بچ گیا۔ اللہ کا فضل واحسان بھول جاؤں۔ لیکن شیخ نے علم وفہم ہونے کے باوجود فضل الٰہی کا اقرار کیا کہ میں نے علم وفہم کی وجہ سے ہرگز تجھ سے نجات حاصل نہیں کی بلکہ فضل رب کی وجہ سے چھٹکارہ حاصل کیا ہے، اگر رب کا فضل واحسان شامل حال نہ ہوتا تو میرا علم مجھے نہیں بچا سکتا تھا۔

یہ دونوں واقعے کافر جن یا شیطان کے القاء والہام تھے۔ اب مومن جن کے بارے میں سنیے:

(۳) میرے بہت ہی قریبی رشتہ دار بزرگ پابندی سے تہجد گزار ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اگر کبھی ⇐⇐⇐

آئے ہیں۔ لہٰذا جس طرح شیطان بت پرستی شروع کرا کر اصنام میں خود سرایت کر کے بدعقیدہ لوگوں کے لیے باعث ضلالت و گمراہی ہوا، اسی طرح شیطان ہی نے قبر پرستی کا چرچا کیا اور قبروں میں سے الہام والقاء کر کے جہلاء کے لیے حاجت روائی و مشکل کشائی کا بہانہ بنا۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ لوگ آسیب زدہ کو کسی بزرگ کے مزار پر لے جاتے ہیں جس سے آسیب چلا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ صاحب قبر کا جن اگر اسلام و ایمان اور اعمال میں بہتر وقوی ہوتا ہے تو اس آسیب کو مریض پر سے ہٹا دیتا ہے یا اس کے کہنے یا اس کے اثر سے یہ آسیب مریض پر سے ہٹ جاتا ہے اور مریض اچھا ہو جاتا ہے جس سے لوگ یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ صاحب قبر نے شفا دے دی ہے۔ اس طرح شیاطن لوگوں کے عقائد میں خلل ڈال کر جہنم کا ایندھن بناتا ہے۔

(بقیہ سابقہ صفحہ) اتفاق سے تہجد کے وقت آنکھ نہیں کھلتی تو یکا یک ایک آواز میرے کانوں میں آتی ہے جسے میں اچھی طرح سنتا اور سمجھتا ہوں کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ ''اے فلاں اُٹھ نماز کا وقت ہے۔'' بعض مرتبہ پاؤں کا انگوٹھا پکڑ کر بھی ہلایا جاتا ہے جس سے میری آنکھ کھل جاتی ہے۔ یہ صاحب واقعہ نہایت متقی و پابند کتاب وسنت ثقہ ہیں۔ [ابو محمد]

جنات اور سحر

جادو جس میں تنتر منتر سے کام لیا جاتا ہے۔اس کا تعلق بھی صرف جنات ہی سے ہے۔تنتر میں کچھ کام کیے جاتے ہیں اور منتر میں الفاظ پڑھے جاتے ہیں جس کے ہمراہ کچھ کام بھی کیا جاتا ہے۔

یہ بات سب جانتے ہیں کہ الفاظ میں بڑی قوت ہے۔الفاظ ہی کے ذریعہ سے کسی کو دوست یا دشمن کر لیتے ہیں۔الفاظ ہی کے ذریعہ اچھائی یا برائی کی جاتی ہے۔الفاظ ہی سے اسلام وکفر ہو جاتا ہے۔

جادو میں منتر کے ذریعے جنات کی تعریف وتوصیف اور بڑائی بیان کی جاتی ہے، ان کو وکیل وکارساز کہہ کر ان سے کام کے لیے کہا جاتا ہے، ان سے امداد واعانت چاہی جاتی ہے جس سے جنات خوش ہو کر ان کی امداد واعانت کرتے ہیں اور تکمیلِ خواہشات کی کوشش کرتے ہیں۔یہ جادو اصلیت کے لحاظ سے دو قسم کا ہوتا ہے۔

ایک تو وہ جس میں چیز کی اصلیت نہیں بدلتی۔اسے نظر بندی کہتے ہیں۔اس میں کچھ کا کچھ نظر آتا ہے اور خیال انسانی دھوکہ کھاتا ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام وفرعون کے قصہ میں ہے کہ

﴿ سَحَرُوٓا اَعْيُنَ النَّاسِ ﴾ [پ:٩، ع:٤] ''یعنی لوگوں کی نظر بندی کر دی۔''

دوسری جگہ انہی کے قصہ میں ہے:

﴿ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴾ [پ:١٦، ع:١٤]

''لکڑیاں بوجہ ان کے جادو کے دوڑ بھاگ رہی تھیں۔''

درحقیقت وہ لکڑیاں سانپ نہیں بن گئی تھیں بلکہ دیکھنے والوں کو سانپ نظر آتے تھے اور ان کے خیال میں چلتے تھے۔ اسی طرح جب کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا تھا تو آپ ایک کام کر لیتے تھے لیکن خیال ہوتا تھا کہ نہیں کیا۔ یا کام نہیں کرتے تھے تو خیال کرتے تھے کہ کر لیا ہے۔

جادو کی دوسری قسم وہ ہے جس میں اصلیت بدل جاتی ہے مثلاً جادو کے زور سے کسی انسان کو کسی جانور کی شکل بنا لینا جیسا کہ علمائے اہل سنت اس کے قائل ہیں۔ تفسیر کبیر میں امام رازی نے لکھا ہے کہ: ''اہل سنت جادو کے وجود کے قائل ہیں اور یہ مانتے ہیں کہ جادوگر اپنے جادو کے ذریعے ہوا پر اڑ سکتے ہیں اور انسان کو بظاہر گدھا[1] اور گدھے کو بظاہر انسان بنا ڈالتے ہیں۔''

میں کہتا ہوں کہ امام رازی نے لفظ ''بظاہر'' کہا ہے اور جو اصل بات تھی وہ نہ کہی۔ اور وہ یہ کہ جنات اصل چیز کو غائب کر دیتے ہیں اور خود دوسری چیز کی شکل میں متشکل ہو کر ظاہر ہو جاتے ہیں۔ فتاویٰ نذیریہ میں قاضی بیضاوی کی یہ عبارت نقل کی ہے:

((اَلْمُرَادُ بِالسِّحْرِ مَا يُسْتَعَانُ فِيْ تَحْصِيْلِهٖ بِالتَّقَرُّبِ اِلَى الشَّيْطٰنِ مِمَّا لَا يَسْتَقِرُّ بِهِ الْاِنْسَانُ))

''جادو سے وہ مراد ہے جس کے حاصل کرنے میں تقرب شیطانی سے مدد چاہی جاتی ہے۔''

علامہ بینائی نے حاشیہ بیضاوی میں لکھا ہے کہ جادو وہ ہے جو کسی حرام فعل یا قول کی مزاولت کی وجہ سے جو قوت وقدرت خارق عادت حاصل ہوتی ہے، اب اگر ان میں کواکب کی پرستش ہو یا ان کی تاثیر کا اعتقاد ہو تو کفر ہے۔ اور تفسیر نیشا پوری میں ہے کہ:

---

[1] اعجاز عیسوی وغیرہ کتب طلسمات میں بہت سے ایسے افعال واعمال میری نظر سے گزرے ہیں جن کے ذریعے انسان کو آسانی جانور بنانا لکھا ہے۔ واللہ اعلم۔ [ابو محمد]

((وَمِنْهَا سِحْرٌ مَّنْ يَّسْتَعِيْنُ بِالْاَرْوَاحِ الْاَرْضِيَةِ وَهُوَ الْمُسَمّٰى بِالْعَزَائِمِ وَتَسْخِيْرِ الْجِنِّ))

"اقسام سحر میں وہ ہیں جن میں ارواحِ ارضیہ سے مدد چاہی جاتی ہے اس کا نام عزیمت اور تسخیر جن ہے۔"

اور تفسیر عزیزی میں لکھا ہے کہ:

"جادو بتقرب شیطان و بے توسل الی الرحمٰن حاصل می شود چہ بالاستقلال تاثرات آنہارا از غیر خدا ساحراں می دانند۔"

دوسری جگہ اسی تفسیر میں لکھا ہے کہ:

"وساحراں آن افعال را نسبت بغیر خدا از ارواحِ خبیثہ وخواص افسوس ہا و اسماء اصنام می نمایند۔"

تیسری جگہ لکھا ہے کہ:

"نسبت جادو تاثیرش بالاستقلال بسوئے غیر خدا مانند شیاطین و اصنام و کواکب وارواحِ خبیثہ می کنند۔"

ان تینوں فارسی عبارات کا حاصل یہ ہے کہ جادو تقرب شیطان سے حاصل ہوتا ہے اور جادوگران کاموں کی نسبت ارواحِ خبیثہ وشیاطین واصنام وکواکب کی طرف کرتے ہیں اور انہی کی تاثیر مانتے ہیں۔ امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں جادو کی بہت سی قسمیں[1] بتاتے ہیں جن میں سے ایک قسم ستارہ پرستوں کا جادو ہے۔ یہ سبع (سات) سیارہ کی نسبت اعتقاد رکھتے ہیں کہ بھلائی و برائی انہی کے سبب سے ہوتی ہے۔ اسی لیے ان کی

---

[1] تفسیر اعظم التفاسیر میں تحت آیت ﴿ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ..... الخ ﴾ جادو کی آٹھ قسمیں لکھی ہیں:

ا۔ سحر کلدئیں وسحر بابل۔

۲۔ سحر کے ذریعہ جن وشیاطین کو مسخر کرنا۔ ⇦⇦⇦

طرف خطاب کر کے مقررہ الفاظ پڑھتے ہیں اور انہی کی پرستش کرتے ہیں۔

ایک قسم جادو کی یہ ہے کہ جنات وغیرہ زمین والوں کی روحوں سے امداد و اعانت طلب کرنا ہے۔ ان روحوں کے ساتھ بعض مخصوص الفاظ و اعمال سے تعلق پیدا کرتے ہیں اسے سحر بالعزائم و تسخیر بھی کہتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ تمام وہ افعال اور الفاظ جن میں غیر اللہ سے استمداد و استعانت ہو یا جس میں غیر اللہ کو وکیل و کارساز کہا اور مانا جائے، ان کے اثر سے جن کام کرتے ہیں اور مسحور پر مسلط ہو جاتے ہیں۔

آسیب زدہ اور مسحور میں فرق یہ ہے کہ آسیب زدہ پر تو جن خود مسلط ہو جاتا ہے اور مسحور پر عامل (جادوگر) افعال والفاظ کے ذریعہ مسلط کر دیتا ہے۔

تفسیر ابن جریر میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد علاقہ دومۃ الجندل کی ایک عورت حضرت ﷺ کی تلاش میں آئی۔ اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنا واقعہ بیان کیا کہ میرا شوہر مجھ سے ناراض ہو کر کہیں چلا گیا۔ میں نے ایک بڑھیا سے اس کا ذکر کیا۔ وہ بڑھیا دوسرے دن دو کتے لے کر میرے پاس آئی۔ ایک پر خود سوار ہوئی اور

(بقیہ صفحہ سابقہ)

۳۔ سحر کے ذریعہ نفوس مفارقہ بنی آدم کو اپنے تابع کرنا۔

۴۔ بعض ارواح جنیہ کے توسل سے کسی شخص کے خیال میں اپنا تصرف بٹھائے جسے ہندی میں نظری و خیال بندی کہتے ہیں چنانچہ فرعون کے ساحروں کا سحر اسی قسم سے تھا۔

۵۔ تعلیق الوہم یعنی مطلوبہ صورت کا نقشہ پیش نظر رکھتے ہیں۔

۶۔ نیرنج یعنی بعض چیزوں کے خواص سے عجیب وغریب افعال صادر کرنا۔

۷۔ مکر وحیلہ یعنی عجیب آلات ونادر اوزار کی مدد سے امور غیبیہ پیدا کرنا۔

۸۔ شعبدہ بازی یعنی ہاتھ کی چالاکی ہے۔

آخر الذکر تین اقسام کے متعلق لکھا ہے کہ جب تک کوئی فاسد غرض ان سے متعلق نہ ہو تو یہ اقسام کفر و شرک نہیں ہیں۔

دوسرے پر مجھے سوار کیا۔ پھر ہم دونوں بابل پہنچیں۔ یہاں پہنچ کر دیکھا کہ دو شخص زنجیروں سے جکڑے ہوئے لٹک رہے ہیں۔ وہ اصل میں دونوں جادوگر تھے۔ بڑھیا کے کہنے پر میں نے ان دونوں جادوگروں سے جادو سیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ انہوں نے منع کیا۔ جب میں نہ مانی تو انہوں نے کہا کہ جا تو پہلے اس تنور میں پیشاب کر آ۔ میں گئی تو مجھے ڈر لگا، اور بغیر پیشاب کیے واپس آ کر کہہ دیا کہ کر آئی۔ انہوں نے پوچھا تو نے کیا دیکھا؟ میں نے کہا کچھ نہیں دیکھا، انہوں نے کہا کہ تو نے پیشاب ہی نہیں کیا اور ابھی تیرا کچھ نہیں بگڑا۔ تیرا ایمان سلامت ہے۔ جادو نہ سیکھ۔ لیکن میں نہ مانی تو پھر پیشاب کرنے کو کہا گیا تو پھر میں جا کر بغیر پیشاب کیے واپس آ گئی اور وہی کہا جو پہلے کہا تھا۔ اب میں تیسری بار گئی اور پیشاب کیا تو دیکھا کہ ایک گھوڑے پر سوار منہ پر نقاب ڈالے آسمان پر چڑھ گیا۔ میں نے واپس آ کر ان سے کہا کہ تو انہوں نے کہا کہ یہ تیرا ایمان تھا جو چلا گیا یعنی اب تو بے ایمان ہوگئی ہے۔ اب جا تجھے جادو آ گیا ہے۔ میں نے گھر آ کر تجربہ کیا یعنی ایک دانہ گیہوں زمین پر ڈال کر کہا اُگ جا، وہ فوراً اُگ گیا۔ میں نے کہا بال (جسے پنجابی میں سٹہ کہتے ہیں) پیدا ہو جائے۔ بال پیدا ہوگئی۔ میں نے کہا: سوکھ جائے وہ سوکھ گئی۔ میں نے کہا آٹا بن جائے۔ وہ آٹا بن گیا۔ میں نے کہا کہ روٹی پک جائے، روٹی پک گئی۔ الی آخر الحدیث

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے زمانہ نبوت میں سحر و کہانت کی کتابیں اپنی کرسی کے نیچے دفن کرادی تھیں تاکہ کسی کے ہاتھ نہ لگیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ ابتلاء میں جنات نے لکھ کر دفن کر دی تھیں اور سرورق پر یہ لکھ دیا تھا کہ یہ علمی خزانہ آصف بن برخیا کا جمع کیا ہوا ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر اعظم و مشیر خاص اور دلی دوست تھے۔ پھر حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی وفات کے بعد جنات نے نکال کر اُن کی شہرت کی۔ اسی وجہ سے یہود حضرت سلیمان علیہ السلام کی نبوت کے منکر تھے اور جادوگر کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی کا رد فرمایا ہے۔ دیکھو

تفسیر آیت: ﴿ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ ﴾[پ: ۱، البقرة]

غرض کہ جادو قدیم الایام ہے۔ اس پر قصہ ہاروت و ماروت شاہد ہے اور انبیاء اللہ جو معجزات دکھاتے تھے کافر انہیں جادو سمجھ کر نبیوں کو جادوگر کہتے تھے چنانچہ رسول اللہ ﷺ کو کہا گیا کہ ﴿ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴾[پ: ۲۳، ع: ۱۰] ''تو جادوگر اور جھوٹا ہے۔''

حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام کے بارے میں کہا گیا کہ: ﴿ اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ ﴾[پ: ۱۶، ع: ۱۲] ''یہ دونوں جادوگر ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا کہ: ﴿ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴾[پ: ۱۶، ع: ۱۲] ''جادوگر کہیں بھی جائے کامیاب نہیں ہوتا۔''

مقصد یہ ہے کہ اگر موسیٰ و ہارون علیہما السلام جادوگر ہوتے تو اپنے مشن میں کامیاب ہرگز نہ ہوتے اور جس شخص پر سحر ہوتا ہے اس پر ایک جن مسلط کر دیا جاتا ہے۔ وہ انسان کو مجبور کر کے وہی کام کراتا ہے جس کے لیے یہ جن مسلط کیا گیا ہے۔ اور مسحور مثل ایک مخبوط کے وہی کام کرتا ہے جو کہ جن کراتا ہے لیکن وہ اس کی برائی کو نہیں سمجھتا یا اس کو اچھا سمجھتا ہے یا برا سمجھ کر بھی بے اختیاری سے کرتا ہے۔ اسی وجہ سے کفار انبیاء اللہ کو مسحور کہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو کہا گیا کہ:

﴿ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴾ [پ: ۱۸، الفرقان]

''ایسے آدمی کے پیچھے ہوئے ہو جس پر جادو کر دیا گیا ہے۔''

اور صالح علیہ السلام کے لیے کہا گیا تھا:

﴿ اِنَّمَا اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴾ [پ: ۱۹، ع: ۱۲]

''تم پر تو کسی نے بڑا بھاری جادو کر دیا ہے۔''

الحاصل جملہ اقسامِ سحر میں جنات ہی کی کارستانی و کارفرمائی ہے۔ اس لیے جادوگر کافر اور واجب القتل ہے۔

جنات اور شاعری

کفارِ عرب قرآن مجید کو شعر اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شاعر کہتے تھے۔ ان کا یہ کہنا اس طرح بتایا گیا ہے:

﴿ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ﴾ [پ: ۱۷، ع: ۱]

"وہ شاعر ہے۔"

اور جگہ ہے:

﴿ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴾ [پ: ۲۳، ع: ٦]

"کیا ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں ایک شاعر مجنون کی وجہ سے۔"

ہم پہلے بتا آئے ہیں کہ مجنون سے وہ دیوانہ مراد ہے جو آسیب زدگی کی وجہ سے ہو۔ یہ بھی مسلم ہے کہ آلات لہو ولعب، مزامیر و راگ راگنی کے موجد شیاطین ہیں۔ انہوں نے ہی شعر و شاعری ایجاد کی۔ انہوں نے اشعار میں وہ مضامین اپنے عشق ومحبت، فحاشی و زنا کاری، بادہ نوشی وغیرہ کے لکھے جسے سن کر دوسروں کی خواہشیں برانگیختہ ہوئیں۔ چنانچہ ان کا کلام جہلائے عرب میں مقبول ہوا۔ لوگ ذوق وشوق سے ان کے کلام کو یاد کرتے، خود پڑھتے اور دوسروں کو بھی سناتے یہاں تک کہ آج بھی ان کے اشعار کتب سیر وغیرہ میں منقول ہیں۔

نتیجہ یہ ہوا کہ جہلائے عرب نے بھی ان کی تقلید میں شاعری شروع کی اور وہی فحش مضامین لکھنا شروع کیے۔

چنانچہ ایک سبعی شاعر کہتا ہے:[1]

اِذَا مَا بَکٰی مِنْ خَلْفِھَا انْصَرَفَتْ لَهٗ
بِشِقٍّ وَّ تَحْتِیْ شِقُّھَا لَمْ تُحَوَّلِ

[1] شعراءِ عرب زمانۂ جاہلیت میں فحش اشعار بازی میں ایک دوسرے کے ہمیشہ مقابلہ میں رہتے اور جس شاعر کو اپنے اشعار و قصائد پر بہترین کلام ہونے کا بھروسہ ہوتا وہ اپنے اُن اشعار و قصائد کو بیت اللہ میں لٹکا آتا۔ دوسرا شاعر جاتا، اسے دیکھ کر اُن سے بہتر اشعار تیار کر کے اُس کے مقابلے میں بیت اللہ میں جا لٹکاتا۔ اسی طرح سات شعراء کے سات طویل قصائد بیت اللہ میں زمانۂ اسلام تک لٹکے رہے جو اس وقت بھی کتب تواریخ و سیر میں محفوظ ہیں اور کراچی کے ایک مطبع سعیدی نے ان قصائد کو بنام ''سبع معلقات'' مع اُردو ترجمہ کتابی شکل میں حال ہی میں شائع کیا ہے۔ مندرجہ بالا شعر اس کتاب کے صفحہ ۴ سطر ۱۱ میں موجود ہے اور تقریباً تمام قصائد اسی طرح فحش ہیں جن کے مطالعہ سے نفسانی جذبات برانگیختہ ہوتے ہیں۔ نواب صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۳۰۷ھ نے اپنی تفسیر ترجمان القرآن بلطائف البیان میں تحت آیت: ﴿ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ﴾ پارہ اوّل میں لکھا ہے کہ ''بُرے اشعار'' منکر لظم حکم میں سحر و کہانت کے ہوتے ہیں جیسے اشعار مدح شراب و عشق پرستی و زنا کاری و سماع و غنا و مدح کفر و فسق و اعضاء معشوق وغیرہ کی، لیکن توحید و سنت کی تبلیغ و اشاعت جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ پیدا کرنے والے اشعار کو عنداللہ و عندالرسول ؐ شرف قبولیت حاصل ہے۔ لیکن ایسے اشعار کہ جس سے نفسانی خواہشات و جذبات برانگیختہ ہوتے ہوں، ایک موحد، متبع کتاب و سنت مسلم کے لیے کہنا اور سننا قطعاً جائز نہیں ہیں، مثلاً اپنی محبوبہ کی تعریف ایک شاعر یوں کرتا ہے کہ:

بام پر یوں آپ نکلا نہ کیجے
چاندنی چھو جائیگی میلا بدن ہو جائے گا

ایک دوسرا شاعر اختر شیرانی جو لاہور کا باشندہ تھا اور اس کی محبوبہ سلمٰی نامی گجرات کی رہنے والی تھی۔ اختر نے اپنی محبوبہ کے بارے میں خیالات کا اظہار کیا ہے کہ:

زاہد تیری بہشت میں حوریں سہی مگر
ہم جس کو چاہتے ہیں وہ زہرہ جبیں کہاں

بتائیے کہ ایسے اشعار کہ جن میں اپنی محبوبہ کی اس قدر تعریف کی گئی ہو کہ مخلوقِ باری تعالیٰ، حورانِ جنت جو ہر قسم کے گناہوں سے پاک ہیں اُن سے اپنی گنہگار محبوبہ (جو ایک شریف زادی نہیں ہو سکتی) کو بہتر بتایا گیا ہو، مسلم کے لیے کہنا و سننا کب جائز ہو سکتے ہیں۔ راقم الحروف کی نظروں میں سے ایک ایسی کتاب گزری ہے جس کا نام ''فرحتِ دل'' ہے اس میں زمانۂ حال و ماضی قریب کے تقریباً پانچ صد شعراء کے حسن و عشق، وفا و بے وفائی پر مختلف ابواب میں منقسم ہزاروں اشعار ہیں جن کے مطالعہ سے نفسانی جذبات میں تلاطم پیدا ہوتا ہے۔ [ابو محمد]

''جب اس (میری معشوقہ) کے پس پشت بچہ رو دیا تو اس کی طرف جسم کے بالائی حصہ کو پھیر دیا تا کہ بچہ دودھ سے چپ رہے۔ اور جسم کا زیریں (کمر سے نیچے کا) حصہ نہ پھیرا جو میرے تحت تصرف میں رہا۔''

اس سے زیادہ بڑھ کر فحاشی اور کیا ہو سکتی ہے کہ شاعر نے محبوبہ کے ساتھ انتہائی خلوت کا راز ایک شعر میں بیان کر دیا ہے۔

جب کوئی شاعر فکر مضامین کرتا تو یکسوئی کے لیے جنگلوں اور ویرانوں میں نکل جاتا، اس وقت شیاطین مضامین والفاظ القاء کرتے، اس کو اللہ تعالیٰ یوں بیان فرماتا ہے:

﴿ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ، اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴾ [پ: ۱۹، رکوع: ۱۵]

''شاعروں کی اتباع وہی کرتے ہیں جو بہکے ہوئے ہوں کیا تو نے نہیں دیکھا کہ شاعر جنگل میں سرگرداں ہیں۔''

جب کفار عرب نے قرآن مجید کو بے مثل ولا جواب پایا اور اس جیسا کلام پیش نہ کر سکے تو رسول اللہ ﷺ کو آسیب زدہ اور قرآن کو آپ ؐ کا کلام بتایا اور یہ سمجھا کہ یہ کلام قرآن مجید جنوں کے الہام والقاء کا نتیجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کا یوں رد فرمایا ہے کہ:

﴿ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ﴾ [پ: ۲۹، سورۃ الحاقہ]

''یعنی یہ شاعر[1] کا کلام نہیں۔''

---

[1] آیت مذکورہ بالا پ: ۲۹، ع: ۶ میں یوں ہے:

﴿ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۝ ﴾

''یہ قرآن مجید کسی شاعر کا قول نہیں (افسوس) تمہیں بہت کم یقین ہے۔''

اس کے بعد ہے:

﴿ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ⇦⇦⇦

﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ ﴾ [پ : ۲۷، الطور]

''کیا کہتے ہیں کہ یہ (محمدؐ) شاعر ہے۔''

﴿ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ ﴾ [پ : ۲۳، یٰس]

''ہم نے اسے (محمدؐ کو) شعر نہیں سکھایا اور نہ وہ (شعر) اس کے لائق ہے۔''

شعراءِ عرب اس القاءِ شیطانی کو القاءِ رحمانی سمجھ کر کہتے تھے کہ:

((اَلشُّعَرَاءُ تَلَامِيْذُ الرَّحْمٰنِ))

''یعنی شعراء اللہ کے شاگرد ہیں۔''

لیکن درحقیقت ایسے شعراء تَلَامِيْذُ الشَّيْطٰنِ ''شاگردِ شیطان'' کہلانے کے مستحق ہیں۔

حاصلِ کلام:

یہ کہ گندی شاعری کی ابتداء جنوں سے ہوئی اور فحش شاعری میں القاء منجانب شیاطین ہوتا ہے اور اچھے کلام میں الہام و القاء منجانب اللہ اور مومن جنوں کی طرف سے بھی ہونے کا قوی امکان ہے۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) ''اور نہ کسی کاہن کا قول ہے۔ (افسوس) بہت کم نصیحت لے رہے ہو۔ (یہ تو) رب العالمین کا نازل کردہ ہے۔''

تفسیر ابن کثیر تحت آیات ہذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ لکھا ہے جسے ہدیۂ قارئین کرتا ہوں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے اسلام لانے سے پہلے کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں آنحضور ﷺ کی خدمت میں گیا، دیکھا کہ آپؐ مسجد الحرام میں پہنچ گئے ہیں، میں بھی گیا اور آپ کے پیچھے کھڑا ہوگیا۔ آپؐ نے سورۂ حاقہ شروع کی جسے سن کر مجھے اس کی پیاری نشستِ الفاظ اور بندش مضامین اور فصاحت و بلاغت پر تعجب آنے لگا آخر میں میرے دل میں خیال آیا کہ قریش ٹھیک کہتے ہیں کہ یہ شخص شاعر ہے، ابھی میں اسی خیال میں تھا کہ آپؐ نے آیت ﴿ وَلَا بِقَوْلِ شَاعِرٍ ﴾ تلاوت کی تو میں نے خیال کیا کہ اچھا شاعر نہ سہی کاہن تو ضرور ہے۔ ادھر آپ کی تلاوت میں یہ آیت آئی ﴿ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ﴾ یعنی ''یہ کاہن کا قول بھی نہیں۔'' یہاں تک کہ پوری سورۃ ختم کی۔

یہ پہلا موقع تھا کہ میرے دل میں اسلام پوری طرح گھر کر گیا۔ اور رونگٹے رونگٹے میں اسلام کی سچائی گھس گئی۔ [ابو محمد]

جنات اور راگ

مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ باجہ کا موجد شیطان ہے۔ سب سے پہلے اسی نے بانسری بنائی۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ باجہ کے ساتھ شیطان ہے اور مزامیر حرام ہیں۔

جہاں راگ ہوتا ہے، باجے گاجے ہوتے ہیں اور وہاں عود وغیرہ جلتا ہو تو وہاں جنوں کا ہجوم ہوتا ہے۔ اوّل تو عشقیہ مضامین واشعار نفسانی شہوات کو برانگیختہ کرتے ہیں، پھر جنات انہیں ورغلاتے اور بری خواہشات کو بڑھاتے ہیں اور یہی جنات لوگوں کے دلوں میں گدگداتے اور کداتے ہیں جس سے لوگ اچھلتے اور کودتے ہیں اور حال کھیلتے ہیں جسے عوام الناس بزرگی کی نشانی تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ راگ سننا بفرمانِ نبوی ﷺ خود حرام ہے۔ تو اس کے سننے سے بزرگی کو دور کا بھی واسطہ نہیں۔ یہ سب کافر جنات اور شیاطین کی کارستانی کا مظاہرہ ہے۔

جنات اور تناسخ

ہندوؤں کا عقیدہ (آواگون) ہے وہ کہتے ہیں کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کی روح کسی دوسرے کالبد میں ڈال دی جاتی ہے۔ چنانچہ بعض لوگ اپنے متعلق بتاتے ہیں کہ ہم پہلے جنم میں فلاں کے باپ یا لڑکے تھے اور اس قسم کے مضامین اخبارات میں بھی چھپتے رہتے ہیں۔ میرے وطن اور میرے ہی محلہ میں ایک سفید باف (جولاہے) کے گھر لڑکی پیدا ہوئی۔ جب وہ چھ سال کی ہوئی تو اس نے بتایا کہ "میں پہلے جنم میں بدایوں میں چھ سڑکے پر رہتی تھی، قوم کی مالن ہوں، چنبیلی کے پھول چنتے ہوئے میری پیٹھ پر سانپ نے کاٹا تھا جس سے میں مرگئی۔" اس کی پیٹھ پر ایک نشان بھی تھا۔ جب اسے چھ سڑکے پر لے گئے تو اس نے اپنا مکان بھی پہچانا۔ اپنا اسکول کا پڑھنا کتابیں رکھنے کی جگہ، گھر کے اور حال بھی بتائے جس کی تصدیق اس کے والدین نے کی، لیکن صورت بدلی ہونے کی وجہ سے لڑکی کو نہ پہچانا۔

میں نے کہا کہ تمہارے عقیدہ آواگون میں روح وہی مانی گئی ہے اور جسم دوسرا۔ اس کے پیٹھ پر نشان پہلے جسم کا پتہ دیتا ہے۔ جو عقیدہ آواگون کے خلاف ہے۔ اور اگر جسم وہی ہے تو پھر صورت کیوں بدلی ہوئی ہے؟

اصل بات یہ ہے کہ یہ تمام باتیں جن کرا رہا ہے خواہ اپنے علم سے یا دوسرے جن کے بتانے سے اور ممکن ہے کہ وہ سانپ بھی جن ہی ہو جس نے کاٹا تھا اس لیے کہ جنوں کی ایک قسم سانپ بھی ہیں۔

دوسرا شخص ایک ہندو شپ چرن ہے۔ میں اس کے باپ دادا سے واقف ہوں اور اسے اس کے بچپن سے جانتا ہوں۔ یہ میرے بھائی کی دکان میں کرایہ دار ہے۔ یہ اپنے پہلے جنم کی باتیں بتایا کرتا تھا جو اسے اب یاد نہیں۔ یہ اپنے آپ کو پہلے جنم میں عورت بتاتا ہے اور اس کے ثبوت میں اپنے کان دکھاتا ہے جو چھدے ہوئے ہیں۔ اس کے ہر کان میں بندے اور بالیاں پہننے کے سات سات سوراخ ہیں۔ میں نے اس سے کہا کہ آواگون جسم بدل دیتا ہے جیسا کہ تمہارا عقیدہ ہے تو پھر یہ سوراخ کیسے؟ اور اگر جسم پہلا ہی مانیں تو عورتوں کی طرح چھاتیاں کیوں نہیں؟ اندامِ نہانی کی جگہ عضو تناسل اور خصیتین کیوں ہیں؟ جسم پر سوراخ وغیرہ تو سورج گرہن کی وجہ سے بھی ہو سکتے ہیں۔ گزشتہ باتیں بتانا تو جنات کا کام ہے۔ جیسا کہ پہلے ثابت ہو چکا ہے۔

غرض کہ عقیدہ آواگون غلط اور سراسر غلط ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تناسخ کا رد فرمایا ہے۔ ارشاد ہے کہ:

﴿ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴾ [پ: ۱۸، ع: ٦]

”یہاں تک کہ ان (کفار) میں سے کسی کو موت آنے لگتی ہے تو کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار! مجھے واپس لوٹا دے کہ اپنی چھوڑی ہوئی دنیا میں جا کر نیک اعمال کرلوں (لیکن) ایسا ہرگز نہیں ہونے کا۔ یہ تو صرف (ان کا) قول ہے جس کا یہ قائل ہے۔ ان کے پس پشت تو ایک حجاب ہے، ان کے دوبارہ جی اٹھنے کے دن تک۔“

اس فرمانِ رب العالمین سے عقیدہ آواگون باطل ہوگیا، لہٰذا ماننا پڑے گا کہ جو کوئی کچھ اپنے پہلے جنم کے نام سے باتیں کرتا ہے، وہ جن کراتا ہے جن کو ایسی قدرت حاصل ہے۔

قرین یا ہمزاد

ضروری توضیح:

اب ہمزاد کے متعلق اہم معلومات پیش کی جاتی ہیں۔ اس کتاب کا نام مصنف محترم نے جن ہمزاد اور اسلام رکھا ہے۔ جنات کے بارے میں تو حتی الامکان صفحاتِ گذشتہ میں مصنف محترم نے کافی واہم معلومات پیش فرمائی ہیں۔ اب قارئین حضرات کو یہ بتانا ہے کہ ہمزاد جسے عاملین کی اصطلاح میں قرین بھی کہتے ہیں کیا ہے؟

ہمزاد، قرین اور ہم نام ایک ہی ذی روح کے نام ہیں۔ یہ ایک جن ہوتا ہے یا شیطان۔ دیگر عام جنات سے الگ اس کی خاص اہمیت ہے اس لیے کہ یہ جن انسان کے ہمراہ پیدا ہوتا ہے اور ہر وقت انسان کے ہمراہ ہی رہتا ہے۔ جو آدمی نیک ہوتا ہے اس کا قرین (ساتھی جن) بھی صالح صحبت کی وجہ سے نیک بن جاتا ہے۔ اور جو انسان کفر و شرک میں مستغرق ہوتا ہے تو اس کا ہمزاد بھی کافر و مشرک ہوتا ہے، مرد انسان کے ساتھ جن اور انسانی عورت کے ہمراہ جنیہ پیدا ہوتی ہے۔ عاملین اسی اپنے ہمزاد ہی کو اعمال کے ذریعہ اپنا فرماں بردار و مطیع بنا لیتے ہیں اور عند الضرورۃ اس سے کام بھی لیتے ہیں۔

مصنف محترم نے سابق مضامین کی طرح اسے بھی کتاب وسنت اور مشاہدات کے دلائل سے احسن طریق پر واضح کیا ہے۔ اور ہمزاد سے متعلق تمام اہم اُمور پر نہایت تفصیل سے لکھا ہے، ملاحظہ فرمائیے۔ (ابو محمد)

گذشتہ سطور میں یہ عرض کیا جا چکا ہے کہ ہر آدمی کے ساتھ ایک شیطان (جن)

پیدا ہوا ہے اسی کو ہمزاد کہتے ہیں۔

بخاری شریف میں ہے کہ:

((قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَبْلُغُ مِنَ الْاِنْسَانِ مَبْلَغَ الدَّمِ))

''شیطان انسان میں خون کی جگہ دوڑتا ہے۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ:

((اِنَّ الشَّیْطٰنِ یَجْرِیْ مِنْ اِبْنِ آدَمَ مَجْرَی الدَّمِ))

''شیطان انسان میں خون کی جگہ دوڑتا ہے۔''

مسلم شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ: اے عائشہؓ! تجھ پر تیرا شیطان غالب آ گیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! کیا میرے ساتھ شیطان ہے؟ فرمایا: ہاں۔ میں نے کہا: کیا ہر آدمی کے ساتھ شیطان ہے؟ فرمایا: ہاں۔ میں نے کہا: کیا آپؐ کے ساتھ بھی؟ فرمایا: ہاں میرے ساتھ بھی۔ مگر میرے پروردگار نے مجھ کو اس پر غالب کر دیا ہے یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو گیا ہے۔ حدیث پاک میں لفظ فَاَسْلَمَ ہے جس کے معنی ہوئے کہ ''وہ مسلمان ہو گیا''

ابو سلیمان خطابی کہتے ہیں کہ عامہ روایت بصیغہ ماضی غائب پڑھتے ہیں اور حضرت سفیان بن عیینہ فَاَسْلَمُ بصیغہ مضارع متکلم پڑھتے ہیں۔ اس کے یہ معنیٰ ہوئے کہ میں سلامت یعنی محفوظ رہتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تم میں سے کوئی آدمی نہیں جس کے ساتھ ایک جن اور ایک فرشتہ مؤکل نہ ہو۔ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ہر ایک آدمی کے ساتھ اس کا قرین مؤکل ہے۔ لوگوں (صحابہؓ) نے پوچھا کہ کیا آپ کے ساتھ بھی؟ فرمایا: میرے ساتھ بھی مگر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اس پر غالب کر دیا اور وہ اسلام لے آیا ہے۔

مسلم شریف میں ہے کہ:

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ وُكِّلَ بِهٖ قَرِيْنَةٌ مِّنَ الْمَلٰئِكَةِ وَقَرِيْنَةٌ مِّنَ الْجِنِّ قِيْلَ وَاَنْتَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَاَنَا اِلَّا اَنَّ اللّٰهَ اَعَانَنِيْ عَلَيْهِ فَاَسْلَمَ فَلَا يَاْمُرُنِيْ اِلَّا بِخَيْرٍ))

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی نہیں مگر اس پر ایک ساتھی فرشتوں سے اور ایک جنوں سے مؤکل ہے۔ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ؟ فرمایا: میں بھی مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر غلبہ دے دیا ہے۔ وہ اسلام لے آیا ہے۔ پس وہ مجھے بھلائی کے سوا اور ترغیب نہیں دیتا۔''

اور مسلم میں ہے کہ: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ:

((فُضِّلْتُ عَلٰى اٰدَمَ بِخَصْلَتَيْنِ الْاَوَّلُ اِنَّ شَيْطَانِيْ كَانَ كَافِرًا فَاَعَانَنِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ حَتّٰى اَسْلَمَ وَالثَّانِيَةُ اِنَّ اَزْوَاجِيْ كُنَّ عَوْنًالِّيْ فِيْ حِيْنِ اِنَّ شَيْطٰنَ اٰدَمَ كَانَ كَافِرًا وَّ زَوْجَتُهٗ كَانَتْ عَوْنًا عَلَيْهِ))

''مجھے آدم (علیہ السلام) پر دو خصلتوں میں فضیلت ہے۔ اول یہ کہ میرا شیطان کافر تھا۔ اللہ نے اس پر میری مدد فرمائی یہاں تک کہ وہ اسلام لے آیا۔ دوسری یہ کہ میری بیویاں میری مددگار ہیں اور آدم (علیہ السلام) کا شیطان کافر تھا اور ان کی بیوی اس کی (شیطان کی) مددگار تھی۔''

ان احادیثِ مبارکہ میں الفاظ شیطان جن اور قرین تینوں آئے ہیں۔ فرمانِ رب العالمین ہے کہ:

﴿ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطَانُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴾ [پ: ۵، ع: ۳]

''اور جس کا ہم نشین اور ساتھی شیطان ہو، پس وہ بدترین ساتھی ہے۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّیْ كَانَ لِیْ قَرِیْنٌ ﴾ [پ: ۲۳، ع: ٦]

''اُن (اہل جنت) میں سے ایک کہے گا کہ میرا ایک ہم نشین تھا۔''

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرین سے مراد جن ہے۔اور جگہ فرمانِ رب العالمین ہے کہ:

﴿ وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَهٗ شَیْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِیْنٌ ﴾ [پ: ۲۵، ع: ۱۰]

''اور جو شخص اللہ کی یاد سے غفلت کرے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں، وہی اس کا ساتھی رہتا ہے۔''

یہاں پر شیطان ہی کو قرین بتایا گیا ہے۔ایک اور جگہ ہے:

﴿ وَقَیَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ ﴾ [پ: ۲٤، ع: ۱۷]

''ہم نے ان کے کچھ ہم نشین مقرر کر رکھے تھے۔''

﴿ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ یٰلَیْتَ بَیْنِیْ وَبَیْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَیْنِ فَبِئْسَ الْقَرِیْنُ ﴾ [پ: ۲۵، ع: ۱۰]

''یہاں تک کہ جب ہمارے (یعنی اللہ کے) پاس آئے گا تو کہے گا کہ کاش میرے اور تیرے (شیطان ساتھی کے) درمیان مشرق ومغرب جتنی دوری ہوتی تو بڑا برا ساتھی ہے۔''

ایک اور جگہ ہے:

﴿ قَالَ قَرِیْنُهٗ رَبَّنَا مَاۤ اَطْغَیْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِیْ ضَلٰلٍۭ بَعِیْدٍ ﴾

[پ: ۲۵، ع: ١٦]

''اس کا ہم نشین شیطان کہے گا کہ اے ہمارے رب میں نے گمراہ نہیں کیا تھا بلکہ یہ خود ہی دور دراز کی گمراہی میں تھا۔''

ان آیات سے ثابت ہوا کہ قرین وشیطان ایک ہی ہے جو آدمی کے ساتھ ہے۔ اسی کو جن بھی کہا ہے اور پہلے ایسا ہی احادیث سے ثابت ہو چکا ہے چوں کہ یہ ہمہ وقت انسان کے ساتھ اور پاس رہتا ہے اس لیے اسے ساتھی یا قرین کہا گیا ہے۔ اور اس کو ہمزاد یا ہم نام بھی کہتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہم نشینی ہی کی وجہ سے اس فرشتہ کو بھی قرین کہہ دیا ہے جو انسان کے ساتھ رہتا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿ وَقَالَ قَرِينُهُ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيدٌ ﴾ [پ: ٢٦، ق]

''اس کا ہم نشین فرشتہ (قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے) کہے گا یہ حاضر ہے جو کہ (اس کے اعمال کا دفتر) میرے پاس تھا۔''

ان آیات واحادیث سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ ایک جن انسان کے ہمراہ پیدا ہوتا ہے جسے قرین، ہمزاد، شیطان ساتھی اور ہمنام وغیرہ کہتے ہیں۔ دیگر جنات سے الگ اسے ایک اہم مقام حاصل ہے۔

علی گڑھ میں ایک دس سال کے لڑکے پر اثر تھا۔ اس نے بے ہوشی کے عالم میں بتایا ہے کہ:

''ہماری (جنوں کی) دو قسمیں ہیں، ایک تو وہ جن کی اولاد ماں باپ سے اسی طرح ہوتی ہے جیسے انسانوں کی ہوتی ہے۔ دوسرے وہ جن جو انسان کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں۔ لڑکے کے ساتھ لڑکا، لڑکی کے ساتھ لڑکی۔ اور جب یہ لڑکا، لڑکی مرجاتی رجاتا ہے تو وہ جن، ہمزاد مرتا نہیں بلکہ آزاد ہو کر علیحدہ رہتا ہے میں اسی دوسری قسم سے ہوں۔''

علامہ بونی رحمہ اللہ وغیرہ الفاظ قرین، قرینہ، تابع اور تابعہ اپنی کتب وغیرہ میں لائے ہیں جس سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اور تابع وتابعہ کہنے کی وجہ آئندہ صفحات میں آرہی ہے۔

مقرون

مقرون سے مرادوہ ہے، جس پر قرین کا اثر ہو جیسا کہ سابق میں بتایا جا چکا ہے اور یہ اثر عموماً عورتوں پر ہوتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ زمانۂ حمل میں عورتیں بیمار رہتی ہیں۔ اور عموماً نو ماہ سے پہلے ہی وضع حمل (اسقاط) ہو جاتا ہے۔ اور اگر پورے دنوں میں بچہ پیدا ہوتا بھی ہے تو سوکھ کر یا رنگ بدل کر یعنی سرخ یا نیلا پیلا ہو کر یا چیخ چیخ کر مر جاتا ہے اور یہ بچہ عام طور پر چالیس دن کے اندر یا اتفاقیہ کوئی بچہ سال بھر کے اندر (بحکم باری تعالیٰ) مر جاتا ہے۔ ہندی میں اسے مسان کہتے ہیں۔ مسان کے معنی ''بہت بڑا بھوت'' کے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو نابالغ بچے مر جاتے ہیں یہ ان کا قرین ہوتا ہے اسی وجہ سے یہ نہ تو عامل کے بلانے سے بولتا ہے اور نہ نشان و مقام بتاتا ہے۔

انجینئرنگ کالج لاہور میں ایک پروفیسر ہیں۔ ان کے ہاں یہ صورت تھی کہ جس وقت بچہ پیدا ہوتا تھا چالیسویں دن اسی وقت اسی منٹ پر بچہ رنگ بدل کر مر جاتا تھا۔ ان کے پانچ چھ بچے اسی طرح مر چکے تھے۔ یہ اپنے تجربہ کی بنا پر چالیسویں دن تجہیز و تکفین کا سامان منگا لیتے اور چند اعزاء کو جمع کر لیتے تھے۔ میں نے علاج کیا، بفضلہٖ تعالیٰ بچہ زندہ رہا۔ اس کے بعد اور بچے ہوئے اور زندہ رہے۔ پچھلے سال تک ماشاء اللہ تین لڑکے ہوئے اور ان کے زندہ ہونے کا مجھے علم ہے۔

حاصل یہ کہ جس شخص کا ہمزاد، قرین بگڑ جائے اور اس پر اپنا اثر ڈال دے تو وہ اثر جان لیوا بھی ثابت ہوتا ہے۔ ورنہ مخبوط الحواس تو ضرور کر دیتا ہے۔ بعض کا قرین بولتا ہے

اور بعض کا ہر ممکن کوشش پر بھی نہیں بولتا۔

غرض کہ جس پر قرین کا اثر ہوا سے مقرون کہتے ہیں۔اور یہ عامل ہی اندازہ لگا سکتا ہے اور پہچان کرسکتا ہے کہ قرین کا اثر ہے یا دیگر جن کا، بیرونی جن کے اثر و قرین کے اثر میں نمایاں فرق ہوتا ہے۔علامات و حالات بھی الگ الگ ہوتے ہیں۔اسی طرح علاج بھی ہر ایک کا الگ ہوتا ہے جیسا کہ عاملین پر واضح ہے۔

کاہن اور بھگت

وہ گروہ جس نے بت نہیں بنائے اور نہ جنات کی پرستش کی یہ کاہن یا ساحر کہلائے۔ کاہن کے لیے یہ لازمی نہیں کہ بت پرست ہو بلکہ کسی قبر یا مرگھٹ یا مسان کو پوجتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ یہ اس جن کو پوجتے ہیں جو کسی مردہ شخص کا قرین (ہمزاد) ہوتا ہے اور وہ قرین اس پجاری کو خبریں اور باتیں بتاتا ہے۔ ان میں بعض قرین ایسے ہوتے ہیں جو اس شخص (پجاری) کے کہنے کے مطابق آتے ہیں، خبریں دیتے، چیزیں لاتے اور لے جاتے ہیں۔ بعض قرین ایسے ہوتے ہیں جو کسی آدمی پر آتے ہیں، اس وقت وہ آدمی بے خودی اور نیم بے ہوشی کے عالم میں ہوتا ہے اور قرین اس (وقت) مقرون کی زبان سے بولتا، باتیں کرتا اور باتوں کا جواب دیتا ہے۔

میں نے ایک ناخواندہ آدمی کو دیکھا ہے، اس پر جب اس کا جن (قرین) آتا تو وہ فارسی اور عربی میں باتیں کرتا تھا۔ ہندوؤں میں بہت سے ایسے لوگ دیکھے ہیں جنہیں بھگت کہتے ہیں۔ یہ بھگت لوگ گوشت، مچھلی، انڈے، لہسن اور پیاز سے پرہیز کرتے ہیں جب ان پر ان کا قرین آتا ہے تو یہ نیم بے ہوشی کے عالم میں ہو جاتے ہیں، جھومتے ہیں اور قرین ان کی زبان سے بولتا ہے پھر اپنے نام کا بکرا یا مرغا مانگتا ہے، یہ لوگ کسی تھان یا مرگھٹ کی پوجا کرتے ہیں۔ ان پر بھینٹ چڑھاتے ہیں، اسی وجہ سے شیخ سدو کے نام کا بکرا، زین خان کے نام کا مرغا، کالی بھوانی کے نام پر جانور چڑھاتے ہیں۔

اور بعض مفسرین حضرات نے لکھا ہے کہ کاہن جنات کی پرستش کرتے ہیں۔ مولانا

خرم علی صاحب نے ''شفاء العلیل'' میں لکھا ہے کہ کاہن عرب میں کچھ لوگ تھے جو کہ جنات سے دریافت کر کے اخبار غیبی لوگوں کو بتاتے تھے اور گمراہ کرتے تھے۔

صحیح بخاری شریف کی ایک حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک خوبصورت شخص کو دیکھ کر یہ کہا کہ میرے خیال میں زمانۂ جاہلیت میں یہ کاہن ہو گا۔ چنانچہ اسے بلا کر دریافت کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قیافہ صحیح ثابت ہوا۔ اس شخص نے کہا کہ میں نے ایسا ذہین انسان نہیں دیکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو اپنی کوئی سچی خبر سنا۔ اس نے کہا کہ میں کاہن تھا، میرے پاس ایک مرتبہ میرا جن (قرین) جو سب سے زیادہ تعجب خیز خبر لایا وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ میں بازار میں جا رہا تھا کہ وہ سخت گھبراہٹ میں آیا اور کہنے لگا کہ کیا تو نے جنوں کی بربادی و مایوسی اور پھیلنے کے بعد سمٹ جانا نہیں دیکھا اور ان کی جو درگت بنی وہ نہیں دیکھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سُن کر فرمایا کہ یہ سچ کہتا ہے۔ ایک مرتبہ میں ان کے بتوں کے پاس سویا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا اور بتوں پر بچھڑا چڑھایا۔ ناگہاں ایک سخت و کرخت بڑی بلند آواز آئی کہ میں نے ایسی آواز پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ اس نے کہا (یعنی آواز نے) اے جلیح! (غالباً بچھڑا چڑھانے والی کا نام ہے) نجات دینے والا امر آ چکا۔ ایک شخص ہے جو فصیح زبان سے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی منادی کر رہا ہے۔ اس آواز سے دوسرے لوگ تو بھاگ گئے لیکن میں (عمر) بیٹھا رہا۔ دوبارہ پھر وہی آواز آئی۔ پھر کچھ دن کے بعد نبی ﷺ کی نبوت کی آوازیں کانوں میں پڑنے لگیں۔

نیز تفسیر میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ فرمایا سواد بن قارب رضی اللہ عنہ موجود ہے؟ لیکن کسی شخص نے جواب نہ دیا۔ عرصہ ایک سال کے بعد پھر آپؓ نے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے یہی دریافت فرمایا تو حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کون ہے؟ اور اس سے کیا کام ہے؟ حضرت

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان کے اسلام لانے کا قصہ عجیب و غریب ہے۔ اتنے میں حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ بھی آ گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم اپنے اسلام لانے کا قصہ سناؤ انہوں نے کہا کہ:

''میں ہندوستان گیا ہوا تھا، اسی دوران میرا جن (قرین) ایک رات میرے پاس آیا اور مجھے سوتے سے جگا کر کہا کہ کچھ عقل و ہوش ہے تو سن لے اور سمجھ لے کہ قبیلہ لوئ بن غالب میں اللہ کے رسول مبعوث ہو چکے ہیں۔ میں جنات کے اس حس اور سامان باندھنے پر تعجب کر رہا ہوں۔ اگر تو طالبِ ہدایت ہے تو فوراً مکہ کی طرف کوچ کر۔ سمجھ لے کہ بہتر اور بدتر جن یکساں نہیں ہوتے۔ جا اور بنی ہاشم کے اس منور مکھڑے پر نظریں ڈال لے، مجھے غنودگی سی آ گئی، تو اس نے دوبارہ جگایا اور کہا کہ اے سواد بن قارب! اللہ عزوجل نے اپنا رسول بھیج دیا ہے، تم ان کی خدمت میں پہنچو، ہدایت اور بھلائی سمیٹ لو، وہ دوسری رات پھر آیا اور مجھے جگا کر کہنے لگا کہ مجھے جنات کی جستجو کرنے اور جلد از جلد اونٹوں پر پالان اور جھولیں کسنے پر تعجب ہو رہا ہے، اگر تو بھی طالبِ ہدایت ہے تو مکہ کی طرف قصد کر۔ اُٹھ اور جلدی بنو ہاشم کے اس پسندیدہ شخص کی خدمت میں پہنچ اور اپنی آنکھیں اس کے دیدار سے منور کر۔ تیسری رات پھر آیا اور کہنے لگا کہ مجھے جنات کے باخبر ہو جانے اور ان کے قافلوں کے فوراً تیار ہو جانے پر تعجب ہو رہا ہے کہ وہ سب طلبِ ہدایت کے لیے مکہ کی طرف دوڑے جا رہے ہیں۔ ان کے برے بھلے کی برابری نہیں کر سکتے، تو بھی اُٹھ اور بنی ہاشم کے اس پسندیدہ شخص کی طرف چل کھڑا ہو۔

تین راتوں تک یہ سننے کے بعد میرے دل میں اسلام کا ولولہ اُٹھا، سانڈنی پر

کجاوہ کسا، راستہ میں قیام کیے بغیر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا، آپؐ مکہ میں تھے مجھے دیکھ کر فرمایا: سواد بن قارب کو مرحبا، آؤ۔ ہمیں معلوم [1] ہے کہ کیسے کس لیے اور کس کے کہنے سے آئے ہو۔

میں نے اپنے کہے ہوئے اشعار سنانے کی اجازت مانگی۔ اجازت ملنے پر وہ اشعار سنائے جو میرے اس واقعہ کے متعلق تھے۔ ان کا خلاصہ یہ ہے ''میرے سو جانے کے بعد رات کو میرا جن (قرین) میرے پاس آیا اور ایک سچی خبر مجھے سنائی اور مسلسل تین راتوں تک کہتا رہا کہ قبیلہ لویٔ بن

---

[1] یہ اطلاع اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی دی تھی۔ آپؐ عالم الغیب نہ تھے، اس لیے قرآن مجید پ ۲۰، رکوع اوّل میں فرمانِ رب العالمین ہے کہ ﴿ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ ''(اے محمدؐ) فرما دو! کہ جو کچھ زمین و آسمان میں ہے سوا اللہ کے کوئی بھی نہیں جانتا (کہ کیا ہوگا) اور خود فرمانِ نبوی ﷺ بھی ہے کہ ((وَاللّٰهِ لَا اَدْرِیْ وَاللّٰهِ لَا اَدْرِیْ مَا يُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ))[الحدیث مشکوٰۃ /باب البکاء والخوف] ''اللہ کی قسم میں نہیں جانتا، اللہ کی قسم میں نہیں جانتا، کہ کیا ہوگا میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ۔'' ((وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ)) ''حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں''

آیت و حدیث مندرجہ بالا سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ علم غیب یعنی یہ کہ فلاں کام کب؟ کہاں؟ اور کیسے ہوگا؟ ہوگا کہ نہیں؟ موت کب آئے گی؟ بارش کب ہوگی؟ ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ غرض کہ تمام اُمور غیبیہ کا کسی کو علم نہیں خواہ انبیاء ہوں یا صدیقین، شہداء ہوں یا صلحاء، اولیاء ہوں یا بزرگ، اس لیے کہ علم الغیب اللہ تعالیٰ کی ذات کی مخصوص صفات میں سے ہے۔ قرآن عزیز ایسی آیات سے لبریز ہے اور احادیث رسول بکثرت اس بارہ میں موجود ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی علم غیب نہیں جانتا۔ انبیاء اللہ میں اور صلحاء و اولیاء اللہ میں علم غیب ماننا تعالیٰ کے ساتھ شرک ہونے کے علاوہ اُن مقدس ہستیوں کی نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ توہین بھی ہے۔ مثلاً ایک مرتبہ رسول ﷺ نے چند ظاہری مسلمانوں کے ساتھ ان کے علاقہ میں تبلیغ کرنے کے لیے ستر قرآن کے قاریوں کو بھی بھیج دیا جنہیں راستہ میں اُن دھوکہ بازوں نے شہید کر دیا۔ بتایئے کہ اگر حضور ﷺ کو غیب ہوتا تو اُن ستر قاریوں کو کیوں بھیجتے؟ اگر علم ہونے کے باوجود بھیجا تو ماننا پڑے گا کہ حضور ﷺ نے جان بوجھ کر ان مقدس نفوس کو یوں ہی شہید کرا دیا۔ اس سے آنحضور ﷺ کی ذات پاک پر فریب دہی کی اعانت کا دھبہ آتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ میرا ایمان ہے بلکہ تمام صحابہ، تابعین، محدثین، ائمہ دین، علمائے اُمت کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کو علم غیب نہیں تھا اور نہ اب کسی کو علم غیب ہے۔ [ابو محمد]

غالب میں اللہ کے سچے رسول مبعوث ہو چکے ہیں۔ میں نے تیاری کی اور جلد از جلد راہ طے کر کے یہاں تک پہنچ گیا۔ اب میری گواہی ہے کہ بجز اللہ کے اور کوئی رب نہیں ہے آپؐ اللہ کے امانت دار رسول ہیں۔ الی آخر الحدیث۔"

آخر میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ یہ واقعہ سن کر بہت ہنسے اور فرمایا کہ سواد! تم نے فلاح پائی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ سن کر پوچھا کہ کیا وہ جن اب بھی تمہارے پاس آتا ہے؟ انہوں نے کہا جب سے میں نے قرآن پڑھا، وہ نہیں آتا۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کو اس کے قرین نے آنحضرت ﷺ کے مبعوث ہونے کی خبر دی اور آپ کی طرف دعوت دی جس پر عمل کر کے اسلام سے مشرف ہوئے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ

جلوۂ روح

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے صاحب قبر کو قبر کے پاس بیٹھے یا چلتے پھرتے یا تلاوت کرتے، نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ ایسا ہوسکتا ہے ہم اسے مانتے ہیں، لیکن یہ نہیں مانتے کہ یہ صاحب قبر روح مع الجسم کے کام ہیں بلکہ ہم انہیں صرف صاحب قبر کے قرین کا کام مانتے ہیں کہ وہی متشکل ہو کر سامنے آ جاتا ہے۔ قرین ہم اس لیے مانتے ہیں کہ صاحب قبر کی روح اس جہاں [1] میں ہے ہی نہیں وہ کیسے آ سکتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ روح تو عریاں بغیر لباس کے ہے اس کے پاس صاحب قبر کا لباس کہاں سے آ گیا۔

اسی طرح کسی بزرگ کے لیے کہتے ہیں کہ وہ ایک جگہ موجود ہوتے ہوئے دوسری جگہ بھی دیکھے گئے مثلاً ہم کسی شخص کو کراچی میں چھوڑ کر مکہ معظمہ گئے اور وہاں ان کو موجود

---

[1] یعنی صاحب قبر نیک تھا تو اس کی روح مقام علیین میں چلی گئی۔ مقام علیین ساتویں آسمان پر ہے جنت نما ہے اور اگر صاحب قبر بدکار و گناہ گار اور کافر و مشرک تھا تو اس کی روح مقامِ سجین میں چلی گئی۔ مقامِ سجین ساتویں آسمان کے وسط پر ہے اور یہ دوزخ نما ہے۔ قرآن عزیز پ: ۳۰ سورۃ المطففین میں ہے کہ: ﴿ إِنَّ كِتَٰبَ ٱلْفُجَّارِ لَفِى سِجِّينٍ ﴾ "یعنی بدکاروں کا نامۂ اعمال سجین میں ہے اور ﴿ إِنَّ كِتَٰبَ ٱلْأَبْرَارِ لَفِى عِلِّيِّينَ ﴾ "نیکوکاروں کا نامۂ اعمال علیین میں۔" اب ان دونوں مقام سے روح مع الجسم کے واپس اس جہاں میں لوٹنا قانونِ باری تعالیٰ کے خلاف ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ فلاں بزرگ کی روح آئی یا مشہور ہے کہ جمعرات کو روحیں آتی ہیں، اُن کے لیے فاتحہ و نیاز دینی چاہیے ورنہ ناراض ہو جاتی ہیں۔ یہ سب لغویات اور پیٹ پجاری ملاؤں کی مکاری و پیٹ پرستی کی باتیں ہیں ایسے عقیدہ کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ [ابو محمد]

پایا جو کہ کراچی ہی میں مقیم ہیں۔ یقیناً یہ کام بھی ان کے قرین یا کسی دوسرے جن کا ہے۔
تذکرہ غوثیہ میں ایک قصہ لکھا ہے جس کے راوی کا بیان ہے کہ:

"ایک حافظ صاحب ہم چند لڑکوں کو بڑی محبت سے پڑھاتے تھے۔ جب حافظ صاحب کا انتقال ہوگیا، تو مجھے بڑا رنج ہوا۔ جب انہیں غسل دیا گیا تو میں خوشبو لینے کے لیے حافظ صاحب کے حجرہ میں گیا، دیکھا تو حافظ صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، مجھ سے فرمایا کہ تمہیں بہت رنج ہوا تھا اس لیے ہم آ گئے اور تم کسی سے کہنا نہیں، ہم روزانہ آ کر تمہیں پڑھا دیا کریں گے۔ چنانچہ وہ مدت تک خفیہ طور سے آ کر مجھے پڑھاتے رہے۔ ایک روز میں نے وہاں پیشاب کر دیا، اس دن آ کر کہنے لگے کہ یہاں بڑی بدبو ہے، اب ہم نہیں آئیں گے۔ پھر اس دن سے نہیں آئے۔"

یہ حافظ صاحب نہیں تھے بلکہ ان کا قرین تھا چوں کہ حافظ صاحب اچھے اور نیک تھے اس لیے ان کا قرین (ہمزاد جن) بھی اچھا اور نیک تھا جو کہ روزانہ آ کر قرآن مجید پڑھا جاتا، لیکن جب اس کے مزاج کے خلاف بات ہوئی تو اس نے آنا ترک کر دیا۔
غرض کہ یہ سب قرین کی ہی کارستانی ہوتی ہے جسے عوام الناس صاحبِ قبر کی ذات خیال و یقین کرتے ہیں۔

مؤکل وہاتف

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم جب کوئی عمل یا وظیفہ پڑھتے ہیں تو مؤکل ہمارے سامنے آتا اور ہم سے باتیں کرتا ہے یا بعض کہتے ہیں کہ سامنے کوئی نہیں آتا لیکن ہاتف غیبی باتیں کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ کام بھی عامل کے قرین کا ہوتا ہے جسے مؤکل کہا گیا ہے جیسا کہ حدیث سے پہلے بھی ثابت ہو چکا ہے۔ مجھے اتنی عمر میں تین بار علیحدہ علیحدہ اتفاق ہوا کہ میرے دورانِ عمل جاگنے میں میرا مؤکل (قرین) آیا، باتیں کیں اور چلا گیا۔ ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ جن محافل و مجالس میں ذکر اللہ ہوتا ہے وہاں نزولِ رحمت و نزولِ ملائکہ بھی ضرور ہوتا ہے اور یہ عقیدہ اسلامی تعلیم سے قوی دلائل کے ساتھ ثابت ہے، لیکن ان کے نظر آنے اور گفتگو کرنے میں تامل ہے، خصوصاً جب کہ عبادت مقصود نہ ہو، یعنی جب کوئی عمل یا وظیفہ دنیاوی مقصد کے لیے پڑھا جائے، تو اس وقت عامل کا قرین ہی آکر گفتگو کرتا ہے۔

بعض لوگ تسخیر کے لیے اپنے مؤکل (قرین) کو مطلوب کے پاس بھیجتے ہیں وہ مطلوب سے طالب کے بارے میں کچھ کہتا ہے اور کبھی کہنے والا نظر نہیں آتا لیکن مطلوب کو طالب سے محبت کرنے پر اور فرماں برداری کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ یہی مؤکل یعنی قرین ہے اور یہی ہاتف غیبی ہے۔

دست غیب

بعض لوگ کسی وظیفہ یا عمل کے اثر سے روزانہ کچھ روپے ملنا بغیر کسی ظاہری اسباب یا واسطے کے بتاتے ہیں۔ اس کا بھی یہی امکان ہے کہ یہ بھی قرین ہی لا کر دیتا ہے لیکن اگر قرین اپنی خوشی سے اور اپنے پاس سے لا کر دیتا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں اور اگر دوسرے کا چرا کر دیتا ہے تو حرام ہے خواہ خوشی سے لاتا ہو۔[1] خواہ دباؤ سے غرضیکہ یہ بھی

---

[1] میرے زمانہ طالب علمی میں جب کہ میں چک ۳۴/۱۰R (ڈاک خانہ جہانگیر آباد۔ تحصیل خانیوال، ضلع ملتان) میں پڑھتا تھا۔ میری ہمشیرہ کا گھر بھی اسی چک میں ہے۔ تو ایک مرتبہ میرے دوست فدا حسین صاحب میرے بہنوئی ملک سرفراز صاحب قوم ننڈہ کے ہاں بطور مہمان تشریف لائے خوبی اتفاق سے ان ہی دنوں میرے برادر ملک سلطان محمود صاحب بھی ہمشیرہ صاحبہ کو ملنے کے لیے وہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ ایک رات دوران گفتگو ہم سب نے فدا حسین صاحب سے فرمائش کی کہ ہم چند آدمی کل صبح ملتان جانا چاہتے ہیں لہٰذا ہمیں کچا کھو (جو اس چک سے متصل اسٹیشن تھا) تا ملتان (درمیان تقریباً چھ سات اسٹیشنوں کا فاصلہ ہے) کی ٹکٹیں منگا دیجیے۔ فدا حسین صاحب نے اسی وقت مجھ سے مٹی کے چند چھوٹے چھوٹے ڈھیلے منگا کر اُن کو چٹکی سے پیس کر پھونک سے اُڑا دیا اور زور سے کہا: "لے آؤ" چند سیکنڈ کے بعد بولے دیکھیے چارپائی کے نیچے مطلوبہ مقدار میں ٹکٹیں آ گئی ہیں۔ میں نے دیکھا تو مطلوبہ ٹکٹیں اسی تاریخ کی جاری شدہ از کچا کھو تا ملتان تھیں لیکن ہم نے سفر نہیں کیا۔

دوسرا واقعہ اسی طرح جب کہ میں ڈیرہ اسماعیل خاں میں پڑھتا تھا تو ایک مرتبہ چھٹی پر گھر (بستی ہٹھاڑی احمد شاہ ڈاکخانہ پنج گیرائیں، تحصیل بھکر ضلع میانوالی گیا) انہی ایام میں فدا حسین صاحب بھی وہاں تشریف فرما ہوئے رات کو جب کہ گاؤں کے کافی مرد اور عورتیں ہمارے گھر جمع تھیں (یہ ہمارے ہاں کا دستور ہے کہ جب کسی کے ہاں کوئی مہمان آئے تو میزبان کے عزیز و اقرباء، مرد و عورتیں، مہمان و میزبان کی عزت افزائی کے لیے رات کو میزبان کے گھر جمع ہوتے ہیں، رات گئے تک بیٹھتے اور باتیں کرتے ہیں) سب نے مجھ سے فرمائش کی کہ تم فدا حسین صاحب سے کہو کہ کچھ منگا کر کھلائے۔ میں نے شربت پلانے کو کہا۔ فدا حسین صاحب ⇦⇦⇦

قرین ہی کا کام ہے۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) نے ایک کورا (نیا) گھڑا تازہ پانی کا بھروا کر خالی از انسان کمرہ میں رکھوا دیا۔ تھوڑی دیر بعد گھڑا منگایا جس میں خالص چینی کا (روح کیوڑا ملا ہوا) شربت تھا۔ ہم سب تقریباً پچیس (۲۵) تیس (۳۰) آدمیوں نے شربت پیا مگر ختم نہ ہوا۔ بلکہ فدا حسین صاحب نے کہا کہ اگر سات شہروں کے لوگ بھی اس شربت کو نوش کریں تب بھی اسے ختم نہیں کر سکتے۔ بشرطیکہ اس پر سے ڈھکنا نہ اُتاریں۔

تیسرا واقعہ، اسی واقعہ سے تیسرے دن صبح کو فدا حسین صاحب ہمارے ہاں سے رخصت ہو کر جانے لگے تو میں گاڑی پر سوار کرانے اسٹیشن پنج گرائیں (جو ہمارے گاؤں کے قریب ہی اسٹیشن ہے) تک گیا۔ وہاں پہنچ کر موصوف نے مجھے پانچ روپیہ کا نوٹ دے کر کہا کہ دریا خان (جو پنج گرائیں سے ملتان کی طرف پہلا اسٹیشن ہے) کی ایک ٹکٹ لے کر آؤ اور دیکھنا یہ نوٹ اسٹیشن ماسٹر کے ہاتھ میں نہ دینا بلکہ دور سے پھینک دینا چنانچہ حسب الہدایت میں نے نوٹ پھینک کر تین آنے کا ٹکٹ اور چار روپے تیرہ آنے واپس لا کر فدا حسین صاحب کو دے دیے۔ اس پر موصوف نے مجھ سے مزید پانچ روپیہ طلب کیے اور یہ کہا کہ جو نوٹ ٹکٹ کے لیے میں نے تمہیں دیا تھا وہ بھی میرا واپس کر دو۔ میں نے کہا کہ وہ نوٹ میں نے دے کر یہ ٹکٹ اور بقیہ رقم واپس لا کر دی ہے۔ لیکن انہوں نے بہت ہی اصرار کیا تو میں نے حلفیہ کہہ دیا کہ میرے پاس سوئے چند آنوں کے ایک روپیہ بھی نہیں۔ موصوف نے میری تلاشی کی تو وہی نوٹ میری جیب سے برآمد ہوا۔ جس سے مجھے بڑی شرمندگی ہوئی کہ میں تو انکاری تھا بلکہ حلفیہ انکار کر دیا لیکن یہ پانچ کا نوٹ میری جیب سے نکل پڑا۔ میری کثیر ندامت پر موصوف نے حقیقت بتائی کہ یہ نوٹ میرا خاص نوٹ ہے جسے دیتا ہوں واپس آ جاتا ہے تم فکر نہ کرو تم اپنی قسم میں سچے ہو۔ غرض کہ موصوف کے بہت سے ایسے واقعات مجھے معلوم ہیں جنہیں جن و ہمزاد سرانجام دیتے تھے۔ [ابو محمد]

رِجالُ الغیب

اصحاب اعمال و وظائف اپنی کتابوں میں بحوالہ حدیث لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص جنگل میں راستہ بھول جائے تو بآوازِ بلند کہے: ((اَعِينُونِيْ يِعِبَادَ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ)) ''مدد کرو اے اللہ کے نیک بندو!'' اور تجربات بتاتے ہیں کہ کوئی شخص آ کر راستہ بتا دیتا ہے۔ یہ حدیث حصن حصین میں طبرانی سے لی ہے۔ یہ ضعیف ہے۔ یا اس سے مراد ملائکہ محافظ ہیں جیسا کہ محدثین نے اس حدیث سے مراد لیے ہیں، شیاطین جنگل میں انسانوں کو راستہ بھلا دیتے ہیں۔

یہ بات اصح طور پر ثابت ہے۔ چنانچہ قرآن عزیز میں ہے:

﴿ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ ﴾

[پارہ: ۷، ع: ۱۵]

''جیسے کوئی شخص ہو کہ اس کو شیطانوں نے کہیں جنگل میں بے راہ کر دیا ہو۔''

یہ بات تو پہلے بتائی جا چکی ہے کہ جن و شیاطین جنگلوں اور پہاڑوں میں دھکیل دیے گئے ہیں، تو جو اُن میں برے ہیں وہ راستہ بہکا دیتے ہیں۔ اسی طرح بعض شیاطین جن انسانوں کو بہکا کر دریا پر لے جا کر ڈبو دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے بعض لوگ غروب آفتاب کے بعد دریا میں نہیں گھستے۔ اور جو ان جنات میں اچھے اور صالحین ہوتے ہیں وہ نظر نہیں آتے لیکن امداد کی آواز سن کر راستہ بتا دیتے ہیں۔

میرے ایک بھائی جو اس وقت بھی میرے پاس موجود ہیں ضلع اٹاوہ (انڈیا) میں

ایک بزرگ عزیز کے ساتھ شکار کو گئے۔ جنگل میں راستہ بھول کر دن بھر سب سے الگ رہے۔ جب رات ہونے لگتی تو درندوں کے خوف سے لکڑیاں جمع کر کے آگ لگا دی اور درخت سے پیٹھ لگا کر بیٹھ گئے۔ تقریباً نصف شب کے قریب ایک شخص نے آ کر کھانا دیا اور کہا کہ تم دن بھر کے بھوکے ہو، یہ کھالینا۔ پھر وہ شخص غائب ہو گیا۔ پھر ساتھیوں کے آ جانے پر کھانا کھولا تو گوشت روٹیاں اور حلوا تھا۔ یہ کھانا اتنا تھا کہ ان کے چھ سات ساتھیوں کا پیٹ بھر گیا۔

غرض کہ صالح اور نیک جنات جنگل میں بھولے ہوؤں کی ہر طرح امداد کرتے اور راستہ بتاتے ہیں۔ یہ چوں کہ نظر نہیں آتے اس لیے انہیں ''رجال الغیب'' کہا جاتا ہے۔ اور زیادہ تر فرشتے انسان کی امداد و اعانت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہیں۔

ہمزاد تابع ہونا

یہ بات سب جانتے ہیں کہ الفاظ وگفتگو کا بڑا اثر ہوتا ہے اور عموماً لوگ اچھی تعریف یا بڑائی پسند کرتے ہیں اور خوشامد سے خوش ہوتے ہیں۔ اسی طرح جنات وشیاطین بدرجہ اولیٰ اپنی تعریف وتوصیف سے خوش ہوتے ہیں چنانچہ کاہن لوگ بھی تو یہی کرتے تھے یعنی جنات کی پرستش وتعریف، جس سے جنات خوش ہو کر ان کا کہنا مانتے اور اُن کا کام کرتے تھے۔

میں کہتا ہوں کہ اب بھی ممکن ہے بلکہ یقینی بات ہے کہ جنات خوش ہو کر یا کسی دباؤ سے انسان کے ساتھ پیمانِ وفا باندھ لیں اور تابع رہنے کا عہد کرلیں۔ مقصد یہ ہے کہ اب بھی جنات وہمزاد کا تابع ہونا یقینی امر ہے جس سے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ قرآن مجید میں اس کی تائید موجود ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع جن ہی تو تھے جو ان کے کہنے پر چلتے تھے اور کام کرتے تھے۔ قرآن عزیز شاہد ہے:

﴿ قَالَ يَٰٓأَيُّهَا الْمَلَؤُا أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ ۝ قَالَ عِفْرِيتٌ مِّنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ مِنْ مَّقَامِكَ وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِينٌ ﴾ [پ: ۱۹، ع: ۱۸]

”(حضرت سلیمان علیہ السلام نے) فرمایا کہ اے سردارو! تم میں سے کوئی ہے جو اُن (بلقیس) کے مسلمان ہو کر (یہاں) پہنچنے سے پہلے ہی اس کا تخت مجھے لا دے۔ ایک سرکش جن کہنے لگا کہ آپ اپنی اس مجلس سے اُٹھیں اس سے

پہلے میں اسے آپ کے پاس لا دیتا ہوں، یقین مانیے کہ میں اس پر قادر ہوں اور ہوں بھی امانت دار۔"

اور جگہ ارشاد ہے:

﴿ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهٖ ﴾ [پ: ۲۲، ع: ۸]

"اور اس کے رب کے حکم سے بعض جنات اس (سلیمان) کی ماتحتی میں اس کے سامنے کام کرتے تھے۔"

اس آیت کے بعد آیت میں ہے:

﴿ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ﴾ [پ: ۲۲، ع: ۸]

یعنی "جو کچھ سلیمان (علیہ السلام) چاہتے وہ جنات تیار کر دیتے مثلاً قلعے اور مجسمے اور حوضوں کے برابر لگن اور چولہوں پر جمی ہوئی دیگیں۔"

اور جگہ ارشاد ہے:

﴿ وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ﴾ [پ: ۱۷، ع: ٦]

"اس طرح سے بہت شیاطین بھی ہم نے اس (سلیمان علیہ السلام) کے تابع کیے تھے، جو اس کے فرمان سے غوطے لگاتے تھے اور اس کے سوا بھی بہت سے کام کرتے تھے۔"

اور جگہ ہے:

﴿ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّ غَوَّاصٍ ﴾ [پ!۲۳، ع: ۱۲]

"ہم نے سرکش جنوں کو ان کا ماتحت کر دیا تھا جو معمار تھے۔ اور غوطہ خور۔"

ان آیات میں الفاظ جن اور شیاطین دونوں موجود ہیں اور دونوں کا تابع ہونا اور کام

کرنا ثابت ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک نبی کے تابع تھے۔ ہم کہتے ہیں کہ اللہ ہی کے حکم سے غیر نبی کے تابع بھی ہو سکتے ہیں۔ دیکھو انبیاء معجزات اللہ ہی کے حکم سے دکھاتے تھے اور اولیاء اللہ کرامات بھی اللہ ہی کے حکم سے دکھاتے تھے اور غیر مسلم کو استدراج ہوتا تھا۔ جس سے شیاطین کی جانب سے امداد و عانت ہوتی تھی۔ سواد بن قارب کا قصہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں جو ہمزاد کے تابع ہونے کا بین ثبوت ہے۔

حاصل یہ کہ اعمال و وظائف کے اثرات سے بحکم باری تعالیٰ جن و ہمزاد انسان کے تابع فرمان ہو جاتے ہیں اور جس فطرت کے ہوتے ہیں اسی کے مطابق کام کرتے ہیں۔ آخر اس میں برائی بھی کیا ہے کہ کوئی شخص بغیر خلاف شرع کام کیے اور بغیر شرکیہ اعمال و الفاظ پڑھے قرین کو تابع کر لے اور اگر وہ قرین اس کی تعلیم و تلقین سے اسلام لے آئے تو یقیناً یہ عامل شخص مستحق ثواب بھی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے اَسْلَمَ فرمانے سے قرین کا اسلام لے آنا ممکن اور ثابت ہے۔

عاملین ہمزاد

جن و ہمزاد جن لوگوں کے تابع ہوتے ہیں اُن کو عامل ہمزاد یا عامل جنات کہتے ہیں۔ میں نے اپنی عمر میں تقریباً دس (۱۰) بارہ (۱۲) ایسے آدمی دیکھے جنہیں میں عامل ہمزاد یقین کرتا ہوں۔ ان میں سے تو کئی اشخاص میرے پاس بطورِ مہمان کے کئی کئی دن تک رہے ہیں۔ میں نے اُن کو ہر طرح آزمایا، چیزیں منگوائیں لیکن عموماً سب کو تارک صوم وصلاۃ اور گندہ پایا۔ بجز ایک شخص نظر احمد خان کے یہ عامل ہمزاد ہونے کے باوجود بڑے پابند صوم وصلاۃ تھے۔ عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ عاملین ہمزاد کسی مردہ انسان کے "قرین" کو تابع کرتے اور اس سے ہر طرح کے کام لیتے ہیں۔

انسان کی موت کے بعد قرین کہاں رہتا ہے؟

علامہ نواب صدیق حسن خان صاحب والی بھوپال ''المتوفی ۱۳۰۰ھ اپنی کتاب ''دلیل الطالب'' میں لکھتے ہیں کہ:

''واما استقرار شیاطین مسلطین بر بنی آدم وآنکہ بعد از موت آدمی اینہا کجا میروند۔ پس علامہ ربانی قاضی (امام شوکانی) گفتہ: ((لَمْ اَقِفْ اِلَی الْاٰنِ عَلٰی دَلِیْلٍ یَّدُلُّ عَلٰی خُصُوْصِ الْمَکَانِ الَّذِیْ تَذْهَبُ اِلَیْهِ الشَّیٰطِیْنُ بَعْدَ مَوْتِ الشَّخْصِ الَّذِیْ یُلَازِمُوْنَهٗ حَالَ حَیَاتِهٖ کَالْقَرِیْنِ وَنَحْوِهٖ وَاِذْ لَمْ یَرِدْ هٰذَا عَنِ الشَّارِعِ فَلَا مَانِعَ مِنْ اَنْ یُّقَالَ فِیْهِ بِالرَّاْیِ وَالَّذِیْ نَظُنُّهٗ اَنَّهُمْ یَذْهَبُوْنَ اِلَی الْاَمْکِنَةِ الَّتِیْ تَسْتَقِرُّ فِیْهَا اِخْوَانُهُمْ مِنَ الشَّیٰطِیْنِ)) ''وہ شیاطین کہ جو انسان پر مسلط ہیں ان کا مستقر آدمی کے مرنے کے بعد کہا ہے؟ قاضی صاحب کہتے ہیں کہ انسانی زندگی میں جو شیاطین آدمی پر مسلط ہیں، جیسے قرین (ہمزاد وغیرہ) جو انسان کے ساتھ اس کی زندگی میں رہتے ہیں، انسان کے مرنے کے بعد ان کی جائے رہائش کے بارے میں شرع کی طرف سے مجھے کوئی بات معلوم نہیں ہوئی تو میں اس بارے میں اپنی رائے سے کچھ کہنا برا نہیں سمجھتا۔ لہٰذا میرا خیال ہے کہ انسان کے بعد یہ شیاطین اس جگہ چلے جاتے ہیں جہاں دوسرے شیاطین رہتے ہیں۔''

یہ بات ثابت ہے کہ جو شیاطین جن کاموں پر مامور ہیں وہ اس کام کو کرنے کے بعد اپنے بڑے کے پاس جس نے انہیں مامور کیا تھا چلے جاتے ہیں۔ اور اسے جا کر بتاتے ہیں کہ یہ کیا، وہ کیا، ایسا کرایا، ویسا کرایا۔'' اور یہ بھی ثابت ہے کہ جو شیطان (قرین) آدمی پر مسلط تھا وہ اس کی موت کے بعد اس کی قبر پر آ کر فتنہ میں ڈالنا چاہتا ہے۔ اور اس کا کچھ تعلق اس کی قبر سے باقی رہتا ہے۔ بالکل بے تعلقی اور مفارقت کلیہ نہیں ہوتی۔''

اس عبارت کے مل جانے سے مجھے بڑی مسرت اور تقویت ہوئی کہ اس سے پہلے میں جو کچھ لکھ آیا ہوں، یہ اس کے مطابق ہے۔ غرض کہ انسان کے مرنے کے بعد اس کا قرین یعنی ہمزاد جن مرتا نہیں بلکہ زندہ رہتا ہے۔ اور اس کی قبر سے تعلق رکھتا ہے ((هٰذَا مَا تُحقِّقَ لِیُ)) وَاللّٰهِ اَعْلَمُ

اس تحریر کے بعد میں اُمید کرتا ہوں کہ وہ بہت سے لوگ جو لاعلمی کی وجہ سے شرکیات میں رات دن مبتلا ہیں اب حقیقت سے آگاہ ہو کر صدق دل سے تائب ہو جائیں گے۔ اور آئندہ کے لیے توحید پر قائم ہو جائیں گے۔ ان شاء اللہ

ختم غیر مختتم

میرے اس نوشتہ کو جب میرے بعض ان کرم فرماؤں نے پڑھا جو مجھ سے خوب واقف ہیں۔ تو فرمایا کہ اگر میں ان مجربات اعمالؒ و وظائف کو کہ جن سے میں سحر زدہ کا علاج کرتا ہوں۔ اسی طرح جنات سے متعلق اعمال اور ان مجرب تیر بہدف نسخوں کو کہ جو مارگزیدہ سانپ سے متعلق ہیں لکھدوں تو کتاب مکمل اور بے حد نافع خلائق ہو جائے۔ چوں کہ یہ بات معقول تھی ۔ میں نے تسلیم کرتے ہوئے بعذر وعدہ کیا کہ فی الوقت بعض وجوہ سے میں معافی خواہ ہوں۔ لیکن ان شاء اللہ کتاب کی اشاعت ثانیہ میں ضرور ایسا ہی کروں گا۔

والسلام خیر الختام

سید اقتدار احمد سہسوانی

۱۵/ اکتوبر بروز جمعۃ المبارک ۱۹۶۳ء

جادو سے بچنے کی تدابیر

افادات

فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ

جادو سے بچنے کی تدابیر

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر یہ بہت بڑی نعمت اور احسان ہے کہ اس نے ایسی چیزیں بھی بتائیں جن سے لوگ جادو کے واقع ہونے سے پہلے اس کے شر سے بچ سکتے ہیں۔ نیز ایسی چیزوں کی بھی وضاحت فرمادی ہے، جن کے ذریعے جادو کے واقع ہونے کے بعد اس کا علاج کیا جاسکتا ہے۔

ہم شرعی طور پر ان مباح چیزوں کو بیان کررہے ہیں جن سے جادو کے واقع ہونے سے پہلے اس سے بچا جاسکتا ہے اور ان چیزوں کو بھی بیان کررہے ہیں جن کے ذریعہ جادو کے واقع ہونے کے بعد اس کا علاج کیا جاسکتا ہے۔

قسم اوّل:

جادو کے وقوع سے پہلے جن چیزوں کے ذریعے جادو سے بچا جاسکتا ہے، ان میں سب سے اہم اور سب سے نفع بخش شرعی اذکار، دعائیں اور ماثور تعوذات (پناہ مانگنے والی دعائیں) وغیرہ کا پڑھنا ہے۔ جن میں سے چند دعائیں حسب ذیل ہیں:

① ہر فرض نماز میں مشروع اذکار اور سلام کے بعد آیۃ الکرسی کا پڑھنا، اسی طرح سوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھنا۔ آیۃ الکرسی قرآنِ مجید کی سب سے عظیم آیت ہے اور وہ یہ ہے:

﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ج لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ

اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَ لَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۲۵۵﴾

[البقرۃ: ۲/۲۵۵]

''اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، وہ زندہ اور سب کو سنبھالنے والا ہے، وہ نہ اونگھتا ہے اور نہ سوتا ہے، آسمان اور زمین کی ساری چیزیں اسی کی ہیں، اس کے حکم کے بغیر اس کے پاس کون سفارش کرسکتا ہے؟ جو کچھ لوگوں کے سامنے ہے اور جو کچھ ان سے اوجھل ہے، وہ سب جانتا ہے۔ وہ اللہ کے علم میں سے صرف اتنا جانتے ہیں جتنا اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ اس کی کرسی آسمان وزمین سب کو محیط ہے اور ان کی حفاظت اس پر بھاری نہیں اور وہ اونچا اور بڑا ہے۔''

② ہر فرض نماز کے بعد سورۃ اخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھنا، نیز نمازِ فجر کے بعد دن کے شروع میں اور نمازِ مغرب کے بعد رات کے شروع میں مذکورہ تین سورتوں کو تین تین بار پڑھنا۔

③ رات کے شروع میں سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھنا، جو یہ ہیں:

﴿ ءَامَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۗ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَاعْفُ عَنَّا وقفة وَاغْفِرْ لَنَا وقفة وَارْحَمْنَا وقفة اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٨٦﴾

[البقرة: ٢/٢٨٥-٢٨٦]

"رسول اس ہدایت پر ایمان لایا ہے جو اس کے رب کی طرف سے اس پر نازل ہوئی اور مومنوں نے بھی اس کو تسلیم کر لیا ہے، یہ سب اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اس کے رسولوں میں سے کسی میں ہم جدائی نہیں کرتے، انہوں نے کہہ دیا کہ ہم نے سنا اور مانا، ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں، اے ہمارے رب! اور ہمیں تیری طرف لوٹنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، جو نیکی وہ کرے وہ اس کے لیے ہے اور جو برائی کرے وہ اس پر ہے، اے ہمارے رب! اگر ہم بھول گئے ہوں یا خطا کی ہو تو ہمیں نہ پکڑنا، اللہ! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو ان لوگوں پر ڈالا تھا جو ہم سے پہلے تھے، اے ہمارے رب! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں طاقت نہ ہو اور ہم سے درگذر فرما اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر، تو ہی ہمارا مالک ہے ہمیں کافروں کی قوم پر غلبہ عطا فرما۔"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ فِيْ لَيْلَةٍ ، لَمْ يَزَلْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ وَلَا يَقْرَبُهُ شَيْطَانٌ حَتّٰى يُصْبِحَ))[1]

"جو شخص رات کو آیۃ الکرسی پڑھ لیتا ہے، اس کے پاس صبح تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ رہتا ہے اور شیطان اس کے قریب نہیں آتا۔"

---

[1] واصله في البخاري: ٤٨٧/٤ فتح

ایک اور صحیح حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قَرَأَ الْآيَتَيْنِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي لَيْلَةٍ ، كَفَتَاهُ))[1]

''جو شخص رات کو سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھ لیتا ہے، وہ اس کے لیے پریشانی کا حل ہوتی ہیں۔''

④ دن رات میں زیادہ سے زیادہ یہ دعا پڑھنا:

((أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ))[2]

''میں اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی، اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ کے ذریعے پناہ چاہتا ہوں۔''

اس دعا کو گھر میں، صحرا میں، فضا میں، سمندر میں، گویا کہیں بھی ہوں، پڑھنا چاہیے جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ نَزَلَ مَنْزِلًا فَقَالَ: أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ، لَمْ يَضُرُّهُ شَيْءٌ حَتّٰى يَرْتَحِلَ مِنْ مَنْزِلِهِ ذٰلِكَ))[3]

''جو شخص کسی جگہ اترنے کے بعد یہ دعا پڑھے: ''میں اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی، اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ کے ذریعے پناہ چاہتا ہوں۔'' تو اس کو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی، یہاں تک کہ وہ وہاں سے کوچ کر جائے۔''

⑤ دن اور رات کے شروع میں یہ دعا تین بار پڑھنا:

---

[1] جامع الترمذي ، كتاب فضائل القرآن ، باب ما جاء في آخر سورة البقرة ، ح: ٢٨٨١ ، ومسند احمد: ١٢١/٤ ، ١٢٢

[2] مسلم ، كتاب الذكر والدعاء ، باب في التعوذ من سوء القضاء ودرك الشفاء ح: ٢٧٠٨

[3] صحيح مسلم ، كتاب الذكر والدعاء ، باب في التعوذ من سوء القضاء ودرك الشفاء ، ح: ٢٧٠٨

((بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ))[1]

''اس اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جس کے نام کے ساتھ زمین و آسمان میں کہیں بھی کوئی چیز تکلیف نہیں پہنچا سکتی، وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

نبی ﷺ سے یہ دعا پڑھنے کی ترغیب ثابت ہے اور یہ دعا ہر تکلیف سے سلامتی کا ذریعہ بھی ہے۔

اگر کوئی شخص صدق، ایمان، اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور انشراح صدر کے ساتھ ان دعاؤں کو پڑھتا رہے تو یہ اس کے لیے جادو وغیرہ کے شر سے بچنے کا بہت بڑا ذریعہ ہوں گی۔

جادو کا علاج

اسی طرح جادو واقع ہو جانے کے بعد اس کے ازالے کے لیے بھی یہی دعائیں اہم ہتھیار ہیں، البتہ یہ کثرت سے تضرع کے ساتھ پڑھی جائیں اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کی جائے کہ اللہ تعالیٰ ضرر اور پریشانی کو دور کر دے۔

ویسے جادو وغیرہ جیسی بیماریوں کے علاج کے لیے نبی ﷺ سے جو دعائیں ثابت ہیں اور جن سے نبی ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کا علاج کرتے تھے، ان میں سے بعض یہ ہیں:

((اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ أَذْهِبِ الْبَأْسَ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَآءَ إِلَّا شِفَآؤُكَ شِفَآءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا))[2]

[1] سنن أبي داود، كتاب الادب، باب ما يقول إذا اصبح، ح: ٥٠٨٨ ومسند احمد: ٦٢/١، ٦٦، ٧٢

[2] سنن أبي داود، كتاب الطب، باب في تعليق التمائم، ح: ٣٨٨٣

"اے اللہ! تو تمام لوگوں کا رب ہے، بیماری کو دور کر دے اور شفا عطا کر، تو شفا دینے والا ہے، تیری شفا کے علاوہ اور کوئی شفا نہیں ہے، ایسی شفا عطا کر جو کوئی بیماری باقی نہ چھوڑے۔"

② وہ دعا جس سے حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علاج کیا تھا، وہ دعا اس طرح ہے:

((بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْكَ ، مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ ، وَمِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ ، اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْكَ))[1]

"اللہ کے نام سے میں آپ کو دم کرتا ہوں، ہر اس چیز سے جو آپ کو تکلیف دیتی ہے اور ہر نفس کے شر سے یا حاسد کی نظر سے، اللہ آپ کو شفا دے گا۔ اللہ کے نام سے آپ کو دم کرتا ہوں۔"

اس دعا کو تین بار پڑھے۔

③ جادو واقع ہو جانے کے بعد اس کا ایک بہت ہی نفع بخش علاج یہ ہے کہ جب انسان اپنی بیوی کے ساتھ مجامعت سے فارغ ہو تو بیری کے سات سبز پتے لے اور انہیں پتھر وغیرہ سے باریک پیس کر کسی برتن میں رکھ دے اور پھر اس میں اتنا پانی ڈالے جو اس کے غسل کے لیے کافی ہو، پھر اس پر آیۃ الکرسی، سورۂ کافرون، سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس اور سورۂ اعراف میں جادو سے متعلق جو آیات ہیں، وہ پڑھے، جو یہ ہیں:

﴿ وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِىَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ۝١١٧ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَ بَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝١١٨ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ۝١١٩ ﴾ [الأعراف: ٧/١١٧-١١٩]

---

[1] مسند احمد: ٢٨/٣ ، ٥٦ ، ٥٨ ، ٧٥

''اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو وحی کی کہ وہ اپنے عصا کو زمین پر ڈال دیں، ان کا عصا ان کے جادو کو نگلنے لگا۔ آخر سچی بات ثابت ہوگئی اور ان کا کیا کرایا سب ناکام ہوگیا اور فرعون اور اس کے ساتھی وہیں شکست کھا گئے اور ذلیل ہو کر لوٹ گئے۔''

اس کے بعد سورۂ یونس کی یہ آیتیں پڑھیں:

﴿ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُونِي بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيمٍ ﴿٧٩﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُم مُّوسَىٰٓ أَلْقُوا۟ مَآ أَنتُم مُّلْقُونَ ﴿٨٠﴾ فَلَمَّآ أَلْقَوْا۟ قَالَ مُوسَىٰ مَا جِئْتُم بِهِ السِّحْرُ إِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهُۥٓ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ ﴿٨١﴾ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهِۦ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ﴿٨٢﴾ ﴾ [یونس ۱۰/۷۹۔۸۲]

''اور فرعون نے کہا کہ ہر پکے اور کامل جادوگر کو میرے پاس لے کر آؤ اور جب جادوگر آئے تو موسیٰ (علیہ السلام) نے ان سے کہا: ''جو تم کو ڈالنا ہے، ڈالو!'' اور جب انہوں نے اپنا فن پیش کیا تو موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا یہ جو تم لے کر آئے ہو، یہ تو جادو ہے، بیشک اللہ تعالیٰ اسے ختم کر دے گا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ مفسدین کا کام بننے نہیں دیتا اور اللہ تعالیٰ حق کو اپنے کلمات کے ذریعے سے ثابت کر دے گا، چاہے مجرمین اس کو ناپسند ہی کیوں نہ کریں۔''

اس کے بعد سورۂ طٰہٰ کی یہ آیتیں پڑھیں:

﴿ قَالُوا۟ يٰمُوسَىٰٓ إِمَّآ أَن تُلْقِيَ وَإِمَّآ أَن نَّكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَلْقَىٰ ﴿٦٥﴾ قَالَ بَلْ أَلْقُوا۟ ۖ فَإِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِن سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَىٰ ﴿٦٦﴾ فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِۦ خِيفَةً

مُوْسٰی ﴿٦٧﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی ﴿٦٨﴾ وَاَلْقِ مَا
فِیْ یَمِیْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ط اِنَّمَا صَنَعُوْا كَیْدُ سٰحِرٍ ط وَلَا
یُفْلِحُ السَّاحِرُ حَیْثُ اَتٰی ﴿٦٩﴾

[طٰهٰ: ٢٠/٦٥ – ٦٩]

''جادوگر کہنے لگے: ''اے موسیٰ! یا تو تم پہلے (اپنی لاٹھی) ڈالو یا ہم (اپنی لاٹھیاں) پہلے ڈالیں'' موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: ''تم ہی پہلے ڈالو'' اور جب انہوں نے اپنا کرتب دکھایا تو موسیٰ کو ایسا معلوم ہونے لگا جیسے ان کی رسیاں اور ان کی لاٹھیاں سانپ بن کر دوڑ رہی ہیں۔ موسیٰ اپنے دل ہی دل میں سہم گئے۔ ہم نے کہا: ''ڈرو مت! تم ہی غالب رہو گے اور جو عصا تمہارے داہنے ہاتھ میں ہے، اسے ڈال دو، وہ ان کے کرتب کو نگل جائے گا۔ انہوں نے جو کچھ کیا ہے وہ جادوگر کا تماشا ہے اور جادوگر کہیں سے بھی آ جائے کامیاب نہیں ہو سکتا۔''

ان مذکورہ آیتوں کو پانی پر پڑھنے کے بعد کچھ پانی پی لے اور باقی سے غسل کر لے۔ ان شاء اللہ پریشانی دور ہو جائے گی اور اگر یہ عمل کئی بار کرنا پڑے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

④ جادو کا سب سے بڑا نفع بخش علاج یہ ہے کہ جادو زمین یا پہاڑ وغیرہ پر جہاں کہیں چھپایا گیا ہو، اس کا پتہ لگایا جائے، اگر وہ مل جائے تو اسے ضائع کر دیا جائے تو جادو ختم ہو جائے گا۔

یہ جادو سے بچنے اور اس کا علاج کرنے کے بعض طریقے ہیں جنہیں ہم نے بیان کر دیا۔ (وَاللّٰهُ وَلِیُّ التَّوْفِیْقِ)

جادو کا علاج جادوگر کرتے ہیں، یعنی کوئی جانور ذبح کر کے یا کسی اور طریقے سے جن کا تقریب حاصل کرتے ہیں تو یہ ناجائز ہے کیونکہ یہ شیطانی عمل بلکہ شرک اکبر میں

سے ہے، اس لیے اس سے بچنا واجب ہے۔ اسی طرح کاہنوں اور غیب کی باتیں بتانے والوں سے سوال کرنا اور ان کے بتائے ہوئے طریقے سے اس کا علاج کرنا بھی درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ لوگ ایمان نہیں رکھتے، نیز یہ جھوٹے اور فاجر ہوتے ہیں۔ یہ علم غیب کا دعویٰ کرتے ہیں اور لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں اور نبی ﷺ نے ان کے پاس جانے اور ان سے سوال کرنے اور ان کی تصدیق کرنے سے منع فرمایا ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ سے ((نُشرہ))(منتر) کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

((هِيَ مِنَ عَمَلِ الشَّيُطَانِ))[1]

''وہ شیطانی عمل ہے۔''

آنحضرت ﷺ کا جسمانی طریقہ علاج

ہم اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے ان مفردات و مرکبات روحانی اور قدرتی چند دواؤں کے ذریعے نبی کریم ﷺ کے طریقہ علاج کا ذکر کریں گے جو آپ ﷺ سے مروی اور ثابت ہیں:

نظر بد کا علاج:

سنن ابی داؤد میں حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک سیلابی علاقے سے گزرے، میں نے اس میں داخل ہو کر غسل کیا، لیکن باہر آتے آتے مجھے بخار ہو گیا۔ نبی ﷺ کو اس کی خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا: ''ابو ثابت سے کہو کہ وہ ''اعوذ باللہ پڑھیں۔''

راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: ''اے میرے آقا! کیا دم کرانا اچھی بات

[1] سنن أبي داؤد، كتاب الطب، باب في النشرة، ح: ٣٨٦٨

ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''جھاڑ پھونک صرف نظر، بخار اور ڈنگ لگنے میں ہوتا ہے۔''

تعوذ اور دم کی صورت یہ ہے کہ آدمی معوذتین، سورۂ فاتحہ، آیۃ الکرسی اور پناہ مانگنے والی دعائیں پڑھے، جن میں سے بعض یہ ہیں:

((أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ ، وَّهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ))[1]

''میں اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں ہر شیطان اور زہریلے ہلاک کرنے والے جانور سے اور ہر نظر لگانے والی آنکھ سے۔''

((أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِي لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ مِّنْ شَرِّ مَا خَلَقَ))[2]

''اللہ کے کلمات تامہ کے ذریعے، جن کو کوئی نیک و بد تجاوز نہیں کرسکتا، مخلوق کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔''

((أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَأَ وَبَرَأَ وَمِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ ، وَمِنْ شَرِّ مَا يَعْرُجُ فِيهَا ، وَمِنْ شَرِّ مَا ذَرَأَ فِي الْأَرْضِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا ، وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمِنْ شَرِّ طَوَارِقِ اللَّيْلِ إِلَّا طَارِقًا يَّطْرُقُ بِخَيْرٍ يَا رَحْمٰنُ))[3]

''اللہ کے کلمات تامہ کے ذریعے پناہ مانگتا ہوں، اس چیز کے شر سے جسے

---

[1] سنن أبي داود ، كتاب السنة باب في القرآن ، ح: ٤٧٣٧ ، وترمذي رقم: ٢٠٦٠

[2] مسند احمد: ٤١٦/٣

[3] مسند احمد: ٤١٩/٣

اس نے پیدا کیا اور پھیلا دیا اور اس چیز کی برائی سے جو آسمان سے اترتی ہے اور چڑھتی ہے اور اس سے بھی جس کو زمین میں پھیلایا اور جو زمین سے نکلتی ہے اور رات و دن کے فتنوں سے اور رات کے ہر آنے والے کی برائی سے مگر وہ نہیں جو بھلائی کے ساتھ آئے، اے بڑی مہربانی والے۔''

((أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَأَنْ يَّحْضُرُوْنِ))[1]

''میں اللہ کے کلمات تامہ کے ذریعے پناہ مانگتا ہوں، اس کے غضب، اس کے عذاب سے اور اس کے بندوں کے شر سے اور شیطانوں کے وسوسے سے اور ان کے میرے پاس حاضر ہونے سے۔''

((أَعُوْذُ بِوَجْهِ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ الَّذِيْ لَا شَيْءَ أَعْظَمُ مِنْهُ وَبِكَلِمَاتِهِ التَّامَّاتِ الَّتِيْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ وَّ أَسْمَاءِ اللّٰهِ الْحُسْنٰى مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ أَعْلَمْ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَأَ وَبَرَأَ ، وَمِنْ شَرِّ كُلِّ ذِيْ شَرٍّ لَا أُطِيْقُ شَرَّهُ ، وَمِنْ شَرِّ كُلِّ ذِيْ شَرٍّ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ ، إِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ))

''میں اللہ برتر کی ذات پاک کے ذریعے پناہ چاہتا ہوں، جس سے بڑا کوئی نہیں اور ان پورے حکموں کے ذریعے جن سے کوئی نیک و بد تجاوز نہیں کر سکتا اور اللہ کے اسماءِ حسنٰی کے ذریعے جن کو میں جانتا ہوں اور جنھیں

[1] سنن أبي داؤد ، كتاب الطب ، باب كيف الرقى ، ح:٣٨٩٣ ، وسنن ترمذي. كتاب الدعوات ، باب دعا الفزع في النوم...... ح:٣٥٢٨

نہیں جانتا، ان چیزوں کے شر سے جنہیں اس نے پیدا کیا اور پھیلایا اور ہر شر والی چیز کے شر سے جس کی مجھے طاقت نہیں اور جس کی پیشانی تیری گرفت میں ہے، بیشک میرا رب سیدھی راہ پر ہے۔"

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مسلمانوں کو ہر برائی سے محفوظ رکھے۔ ان کے دین کی حفاظت فرمائے اور انہیں اس کی سمجھ عطا کرے، نیز انہیں شریعت کے مخالف ہر چیز سے بچائے۔ (آمین)

((وَصَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ عَلٰى عَبْدِهٖ وَرَسُوْلِهٖ
مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ))